اسلام کا اقتصادی نظام

(ایم اے علوم اسلامیہ)

کورس کوڈ 2625

www.KitaboSunnat.com

تالیف

حافظ طاہر اسلام

شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت
کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا اقتصادی نظام

ایم اے (علوم اسلامیہ)

کورس کوڈ: 2625

یونٹ: 1 تا 9

تالیف و ترتیب
حافظ طاہر اسلام عسکریؔ

کلیۂ عربی و علوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جملہ حقوق بہ حق ناشر محفوظ ہیں)

اشاعتِ اول: 2019ء

تعدادِ اشاعت: 10,000

قیمت:

کمپیوٹر کتابت: عمر فاروقی / زبیر جاوید

طابع: علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

ناشر: علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کورس ٹیم

چیئرمین	پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی ڈین کلیۂ عربی و علوم اسلامیہ
تالیف و ترتیب	حافظ طاہر اسلام عسکریؔ لکچرار، شعبۂ فکرِ اسلامی، تاریخ و ثقافت
نظر ثانی	ڈاکٹر زاہد صدیق مغل ڈاکٹر شاہ فیض الابرار صدیقی حافظ معظم شاہ
تدوین	عبد الصمد بلال عبد الستار
حروف چینی	فہد مراد
تزئین	محمد یوسف یعقوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جس کی تعلیمات میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا سامان موجود ہے- ہر شعبہ زندگی سے متعلق تعلیمات انسان کی معراج و ترقی کی ضامن ہیں- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مدینہ طیبہ کی ریاست قائم کر کے نا صرف انفرادی بل کہ اجتماعی انسانی زندگی کے لیے بھی ایک نمونہ عمل پیش فرمادیا- معاشیات کا شعبہ اجتماعی نظام حیات کا اہم ترین گوشہ ہے- کسی بھی ملک یا ریاست کے لیے اقتصاد کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اقتصاد و معیشت کی مضبوطی اس ریاست کی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے- معاشی معاملات پر قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں ہمارے علما اور مفکرین نے اچھا خاصا تحقیقی کام کیا ہے اور ہر دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس میدان میں اسلامی تعلیمات کو اجاگر کیا ہے-

موجودہ ترقی یافتہ دور میں اس امر کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اسلامی اقتصادیات پر موجود لٹریچر سے اہم اور جامع نکات پر مبنی ایسا نصاب تیار کیا جائے جس سے اسلامی معاشیات کے طالب علم کے لیے بنیادی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ دور جدید کے اقتصادی مسائل کا اسلامی حل سمجھنے میں مدد فراہم ہو سکے- اسی کے پیش نظر علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اپنی سابقہ روایات کو بر قرار رکھتے ہوئے ایم اے علومِ اسلامیہ کی سطح پر **اسلام کا اقتصادی نظام** کے نام سے ایک نیا کورس متعارف کروارہی ہے جس میں اقتصادیاتِ اسلام کے طلبہ کی رہ نمائی کا وافر سامان موجود ہے- امید ہے، یہ کاوش نہ صرف علوم اسلامیہ کے طلبہ بل کہ دیگر اردو دان طبقات کے لیے بھی مفید ثابت ہو گی-

یہ کورس شعبۂ فکرِ اسلامی، تاریخ و ثقافت کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے- میری دعا ہے اللہ رب العزت شعبے کی اس کاوش کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور مزید ایسے کورسز کی تیاری کی توفیق مرحمت فرمائے جن سے اسلام کی آفاقی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچایا جاسکے- آمین

پروفیسر ڈاکٹر ضیاء القیوم
(وائس چانسلر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

معاش ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے جس کے بغیر انسانی زندگی کی بقا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے- لیکن اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے انسان کو رہ نمائی کی ضرورت ہے کہ معاش کے کون سے ذرایع درست ہیں اور کون سے ناروا؟ دین اسلام خدا کا نازل کردہ نظام حیات ہے جس میں نہ صرف عقائد و اخلاق کے متعلق تعلیمات دی گئی ہیں بل کہ زندگی کے ہر معاملے کے بارے میں جامع ہدایات عطا کی گئی ہیں- انسان کے معاشی مسئلے کو بھی اسلام نے جس خوب صورتی، اعتدال اور توازن سے حل کیا ہے، اس کی مثال کسی دوسرے مذہب یا فکری نظام میں نہیں ملتی- بعض مذاہب نے اقتصادی ضروریات کو محض جسمانی تقاضا سمجھ کر اس سے بے اعتنائی برتی کہ اصل چیز روحانی ترقی ہے جس میں معاشی سرگرمیاں رکاوٹ بنتی ہیں جب کہ بعض دوسرے نظاموں نے اسے مادی زاویہ نگاہ سے دیکھا اور تمام تر انسانی سرگرمیوں کو معاشی مقاصد کے تابع قرار دے دیا- ان کے برعکس اسلام اقتصاد و معیشت کو ایک بنیادی انسانی ضرورت قرار دیتا ہے اور وسائل معیشت کو خدا کا عطیہ کہتا ہے جس سے استفادہ اگر خدا کی منشا کے مطابق کیا جائے تو وہ نہ صرف دنیوی آسودگی کا باعث ہے بل کہ روحانی بالیدگی کا بھی ضامن ہے-

موجودہ دور میں دنیا میں دو بڑے اقتصادی نظام رائج ہیں: ایک سرمایہ داری اور دوسرا اشتراکیت- ان دونوں نظاموں میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن بنیادی طور پر ان دونوں کی اپروچ محض مادیت پرستی پر استوار ہے- علاوہ ازیں سرمایہ دارانہ نظام میں اگر سرمایہ دار اور کارخانہ دار کے حقوق کا تحفظ ہے تو مزدور اور محنت کش طبقے کا استحصال ہے- دوسری طرف اشتراکی نظام نے اگرچہ محنت کشوں کے حقوق کو فوقیت دینے کی کوشش ہے لیکن اس سے نجی ملکیت کا حق متاثر ہوا ہے- اس طرح دونوں نظام عملاً انسانیت کو تسلی بخش حل دینے میں ناکام رہے ہیں- ان حالات میں اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ اسلام کی اقتصادی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے اور وحی الٰہی کی روشنی میں فکر و اجتہاد کو بہ روے کار لاتے ہوئے ایک ایسا عادلانہ معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کیا جائے جس میں دین و دنیا کی تفریق ہو اور نہ سرمایہ دار اور مزدور میں سے کسی کے جائز حق کو زَک پہنچے-

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے شعبۂ فکرِ اسلامی، تاریخ و ثقافت کے زیر اہتمام ایم اے علوم اسلامیہ کے لیے **اسلام کا اقتصادی نظام** کے عنوان سے یہ کتاب اسی جذبے کے پیش نظر پیش کی جا رہی ہے کہ نوجوان نسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاشیات کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کی انقلاب آفریں تعلیمات سے روشناس ہو سکے- اس کتاب کی ترتیب و تدوین شعبہ کے لکچرار، حافظ طاہر اسلام عسکریؔ نے بڑی محنت اور لگن سے کی ہے اور موضوع سے متعلق معیاری لوازمہ بڑی عمدگی سے جمع کر دیا ہے- امید ہے کہ طلبہ و طالبات اس سے استفادہ کرتے ہوئے وطن عزیز کی اقتصادی ترقی میں بھرپور طریقے سے اپنی صلاحیتیں صرف کریں گے-

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی
ڈین کلیۂ عربی و علوم اسلامیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کورس کا تعارف

معاش، انسانی سرگرمی کا ایک بڑا اور اہم میدان ہے- ابتدا ہی سے انسان کے یہاں معاشی مسائل و نظریات کے حوالے سے سوچ وبچار کا ذکر ملتا ہے- آجر واجیر کا باہمی تعلق، معاشرے میں معاشی مقام کی جدوجہد، معاشی تفاوت اور اس کو دور کرنے کے سلسلے میں مختلف آرا وافکار پیش ہوتے رہے ہیں-

اسلام نے بنی نوعِ انسان کو حیاتِ انسانی کی صورت گری کے لیے ہر شعبۂ زندگی میں ہدایات سے سرفراز کیا ہے- ابتدائی اَدوار ہی سے پیغمبروں کی تعلیمات میں معاشی ہدایات ملتی ہیں- ایک پوری قوم، اصحابِ مدین کو توحیدِ الٰہی میں شرک کرنے کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں ڈنڈی مارنے کی بنا پر عذاب سے دوچار کیا گیا- قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے آخری ہدایت ہونے کے ناطے معیشت کے میدان میں اصولی ہدایات مکمل طور پر جاری فرمائیں- کتبِ حدیث کا ایک پورا حصہ **ابوابُ البُیُوع** اور **ابوابُ المُسَاقَاۃ والمزارعۃ** وغیرہ کی صورت میں اس طرف راہ نمائی کرتا دکھائی دیتا ہے- فقہِ اسلامی کا دامن بھی اس حوالے سے بہت وسیع ہے-

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں جلیل القدر ائمہ فقہا اور مجددین نے معاشی اصلاحات کی جانب توجہ فرمائی ہے- امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ رشید قاضی ابویوسفؒ کی **کتاب الخراج** اور امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ کی **کتاب الاموال** اس موضوع کے اہم ترین مصادر میں شمار ہوتی ہیں- ماضی قریب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا کام بھی قابل ذکر ہے- جدید دور میں سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے کے بعد اسی نظام کے اندر رہتے ہوئے اسلامی معاشی افکار کو قابل عمل صورت دینے کے لیے فکری و عملی مباحث جاری ہیں جن میں اسلامی بینکاری اور تکافل وغیرہ قابلِ ذکر ہیں- اس سلسلے میں مفتی محمد تقی عثمانی، پروفیسر خورشید احمد، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، عمر وڈیلو اور عمر چھاپرا قابلِ ذکر ہیں جو سودی بینکاری کے مختلف آلات کو اسلامی آلات سے بدلنے پر زور دیتے ہیں- اسلامی بینکاری انھی خطوط پر کام کر رہی ہے- دوسری طرف ردِ سرمایہ داری کا مکتب ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری اور ان کے تلامذہ کی نسبت سے سامنے آیا ہے جو محض سودی نظام کے آلات (Tools)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تبدیلی پر قناعت کو ناکافی قرار دیتے ہوئے حرص و ہوس اور سرمایے میں اضافے اور بڑھوتری کی خواہشات پر قابو پانے کی فکر دیتے ہیں۔

اسلام کا اقتصادی نظام کے نام سے زیرِ نظر کورس ایم اے علوم اسلامیہ کے طلبہ کی نصابی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ معاشیات کے اہم اور بنیادی مباحث کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کر دی جائیں۔ یہ کتاب نو(9) یونٹس پر مشتمل ہے:

پہلے یونٹ میں علم معاشیات کا تعارف پیش کرتے ہوئے اس کی مبادیات پر بحث کی گئی ہے اور اسلامی اقتصادی نظام کی منفرد اقدار و خصوصیات کو نمایاں کیا گیا ہے۔

دوسرے یونٹ میں اسلام میں حلال و حرام کے امتیاز کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اسلامی شریعت نے انسان کو کسبِ معاش کے لیے کچھ حدود و قیود کا پابند کیا ہے اور اسے بے مہار آزادی نہیں دی کہ وہ جیسے چاہے اپنی دولت میں اضافہ کرتا رہے خواہ اس کے اخلاقی و معاشرتی نتائج معاشرے کے امن کو تباہ کر دیں اور معاشی ناہمواری اور ظلم کا دور دورہ ہو جائے۔

تیسرا یونٹ اسلام کے قانون محنت و اجرت کی توضیح کرتا ہے۔ فی زمانہ سرمایہ دار اور محنت کش طبقات میں کش مکش کا اصلی سبب محنت کی حیثیت اور اجرت کی تعیین ہے۔ اشتراکیت ہو یا سرمایہ داری نظام، دونوں اس مسئلے کا متوازن حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلام نے محنت و اجرت کے قضیے کا بڑا ہی عادلانہ اور قابل عمل حل پیش کیا ہے جس سے مزدور اور صاحب مال دونوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

چوتھے یونٹ میں اسلام کے زرعی نظام کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور ملکیت زمین، مزارعت اور آب پاشی جیسے زرعی مسائل کے حل کے متعلق اسلامی شریعت کی ہدایات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پانچواں یونٹ اصول تجارت اور غیر سودی بینکاری پر بحث کرتا ہے۔ موجودہ معاشی چیلینجز میں سب سے بڑا چیلنج مروجہ سودی بینکاری کے بالمقابل غیر سودی بینکاری کا قابل عمل نظام پیش کرنا ہے جس پر اہل علم نے بہت کچھ کاوشیں کی ہیں۔ اس یونٹ میں اصول تجارت اور اسلامی بینکنگ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اسلامی بینکاری کے آغاز و ارتقا اور طریق کار کو اجاگر کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھٹا یونٹ اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں کے متعلق ہے- اس میں بتلایا گیا ہے کہ معاشی تفاوت کو کم کر کے تمام لوگوں کے لیے یک ساں معاشی مواقع پیدا کرنا، غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ کرنا اور نظام زکات کو نافذ کر کے اس کے ثمرات غریب اور نادار لوگوں تک پہنچانا، اسلامی حکومت کی اہم ترین ذمہ داریوں میں شامل ہے-

ساتویں یونٹ میں اسلامی نظام محاصل کے نمایاں خدوخال بیان کیے گئے ہیں اور اسلام میں ٹیکس کی شرعی حیثیت اور اسے عائد کرنے کے اصول و قواعد پر روشنی ڈالی گئی ہے-

آٹھواں یونٹ جدید معاشی مسائل سے متعلق ہے- اس میں سودی نظام کا متبادل، مالیاتی نظام کی اصلاح اور نظام احتساب جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے-

نویں یونٹ میں پاکستان کے اہم معاشی مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کرنے کی سعی گئی ہے-

مسلم مفکرین نے ہر عہد میں کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد و استنباط کرتے ہوئے اسلامی نظام زندگی کے مختلف گوشوں پر بہت وقیع کام کیا ہے اور ہر موضوع پر قابل قدر تصنیفات رقم کی ہیں- معاشی موضوعات پر بھی اہل علم و فکر کی بہت سی بلند پایہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں- زیرِ نظر کتاب کی ترتیب میں اس عظیم الشان ذخیرے سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے اور مختلف موضوعات کی تیاری میں مصنفین کے شکریے کے ساتھ متعلقہ مواد شامل کتاب کیا گیا ہے جس کا مقصد طلبہ کو معیاری لوازمہ مہیا کرنا ہے- اس اعتبار سے کتاب کی حیثیت تصنیف کے بجائے جمع و ترتیب کی ہے- راقم ان تمام مصنفین کا بے حد شکر گزار ہے-

یہ کتاب محترم ڈین کلیہ جناب پروفیسر ڈاکٹر محی الدین صاحب ہاشمی کی سرپرستی اور نگرانی میں مرتب کی گئی ہے- راقم ان کا از حد ممنون ہے اور دعا گو ہے کہ ان کی قیادت میں کلیۂ عربی و علوم اسلامیہ کی ترقی کا سفر اسی طرح جاری و ساری رہے-

امید ہے کہ زیرِ مطالعہ کورس طلبہ کو جدید معاشی تصورات کے ساتھ ساتھ اقتصادیات کے بنیادی مسائل اور ان کے حل کے ضمن میں اسلامی نقطۂ نظر سے متعارف کرانے میں مدد و معاون ثابت ہو گا- اہل علم و فکر سے استدعا ہے کہ مندرجاتِ کتاب کے متعلق اپنی قیمتی آرا اور تجاویز سے ضرور نوازیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اسے مزید بہتر بنایا جاسکے-

والسلام

حافظ طاہر اسلام عسکری (کورس رابطہ کار)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لازمی کتب برائے مطالعہ

اس کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔ طلبہ مزید تفصیلات سے آگاہی کے لیے انھی کتابوں سے رجوع کریں:

1.	معاشیات اسلام	سید ابوالاعلیٰ مودودی
2.	قرآن کی معاشی تعلیمات	سید ابوالاعلیٰ مودودی
3.	اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
4.	اسلام کا قانون محاصل	ڈاکٹر نور محمد غفاری
5.	اسلامی قانون محنت و اجرت	مولانا مجیب اللہ ندوی
6.	محاضرات معیشت و تجارت	ڈاکٹر محمود احمد غازی
7.	بینکاری کا اسلامی متبادل	محمد یونس قادری
8.	اسلام میں حلال و حرام	ڈاکٹر یوسف القرضاوی
9.	فقہ الزکاۃ	ڈاکٹر یوسف القرضاوی
10.	اسلامی بینکاری؛ تاریخ و پس منظر	مفتی تقی عثمانی
11.	اقتصادیات اسلام	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
12.	احکام تجارت اور لین دین کے مسائل	مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
13.	اسلامی بینکاری و جمہوریت	زاہد صدیق مغل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کورس کے مقاصد

اس کورس کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1. اقتصادیات کے بنیادی تصورات اور مباحث سے آگاہ ہو سکیں۔
2. اسلام کے اقتصادی نظام کی خصوصیات سے واقف ہو جائیں۔
3. اسلامی قانون محنت و اجرت کی بنیادوں سے روشناس ہو سکیں۔
4. اسلام کے زرعی نظام سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
5. اسلامی بینکاری کی تاریخ اور اس کی قابل عمل صورتوں سے واقف ہو سکیں۔
6. اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں جان سکیں۔
7. اسلام میں ٹیکس لگانے کے حوالے سے اہل علم کے مختلف نقطہ ہائے نظر سے آگاہ ہو سکیں۔
8. یہ جان سکیں کہ جدید معاشی مسائل کے متعلق اسلام کا موقف کیا ہے؟
9. پاکستان کے اہم معاشی مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سمجھ سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ نمبر	نام یونٹ	صفحہ نمبر
1	علم اقتصادیات کا تعارف	1
2	اسلام میں حلال و حرام کا امتیاز	39
3	اسلام کا قانون محنت و اجرت	77
4	اسلام کا زرعی نظام	127
5	اصول تجارت اور غیر سودی بینکاری	161
6	اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں	199
7	اسلامی نظام محاصل	233
8	جدید معاشی مسائل	257
9	پاکستان کے معاشی مسائل اور ان کا حل: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	295

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 1

علم اقتصادیات کا تعارف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 4
یونٹ کے مقاصد 4
1-معاشیات کا معنیٰ و مفہوم 5
1.1-لغوی معنی 5
1.2 -اصطلاحی معنی 5
2-علم معاشیات کی تعریف 6
2.1-اسلامی مفکرین کی تعریفات 6
2.2-مغربی مفکرین کی تعریفات 8
2.2.1-کلاسیکی مکتب فکر کی تعریف 9
2.2.2-نوکلاسیکی مکتبِ فکر کی تعریف 10
2.2.3-ماڈرن سکول آف تھاٹ کی تعریف 11
3-علمِ معیشت کی اقسام 13
3.1- نظریاتی معاشیات(Theoretical Economics) 13
3.1.1-ایجابی یا اثباتی معاشیات 13
3.1.1.1-جزوی معاشیات (Micro Economics) 13
3.1.1.2-کلی معاشیات(Macro Economics) 15
3.1.2-فلاحی معاشیات 16
3.2-اطلاقی معاشیات(Applied Economics) 16
4-اسلامی معاشیات:اساسی نکات 16
4.1-اخلاقی اور روحانی بنیادیں 17

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.2-مقاصدِ معیشت کا تعین 19
4.3-یک ساں حقِ معیشت 20
4.4-معاشی تفاوت ایک حقیقت 20
5-اسلامی نظامِ معیشت کی خصوصیات 22
5.1-فلاحی نظام 22
5.1.1-امداد باہمی 23
5.1.2-کفالت عامہ 25
5.1.2.1 معاش، لباس، علاج کا بندوبست 26
5.1.2.2-کفالت کس حد تک کی جائے گی؟ 27
5.2-غیر سودی معیشت 28
5.3-معاشی استحصال کی نفی 29
5.4-نظام زکات و عشر 30
5.5-ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی: انفاق فی سبیل اللہ 33
5.6-تحدید ذرائع معاش 35
5.7-اخراجات کے اصول 36
خود آزمائی 38
ماخذ و مصادر 38

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے سلسلے میں ہر انسان کچھ نہ کچھ ذریعہ اختیار کرتا ہے-یوں معیشت انسانی زندگی کا جزوِ لاینفک ہے- دینِ اسلام جو حیاتِ انسانی کے ہر شعبے کے لیے بنیادی اور رہ نما اصول بیان کرتا ہے- وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علم معاش کی تدوین ہوئی اور اہل علم نے اس میدان میں باقاعدہ تخصص حاصل کیا، نئے نئے نظریات پیش ہوئے اور بعض کی بنیاد پر دنیا بھر میں تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئیں- آسمانی ہدایت چوں کہ زندگی کے سبھی شعبوں کے بارے میں اصولی ہدایات لیے ہوتی ہے، اس لیے یہاں بھی معاشیات کی بابت اصول وضوابط بیان ہوئے ہیں- تجارت کی حوصلہ افزائی، سود اور ذخیرہ اندوزی، حرام کمانے کی ناپسندیدگی اور پھر اسلامی ریاست کے قیام کے بعد فرائض اور مالیاتی نظام کی اسلامی اصولوں پر تشکیل، یہ سب موضوعات اپنی اپنی اہمیت رکھتے ہیں-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1. معاشیات کا معنی و مفہوم جان سکیں-
2. معاشیات کے مختلف تصورات، اسلامی اور مغربی، قدیم و جدید نظریات کا تعارف کروا سکیں-
3. علم معیشت کی اقسام بیان کر سکیں-
4. اسلامی معاشیات کے اصول اور خصوصیات تفصیل سے اجاگر کر سکیں-
5. ذرایع معاش اور ان کی تحدید، ارتکازِ دولت کی حوصلہ شکنی اور کفالتِ عامہ کے تصورات سے روشناس کروا سکیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-معاشیات کا معنٰی و مفہوم

1.1-لغوی معنی

معاش، معیشت کے الفاظ عاش یعیش سے مشتق ہیں جس کا معنٰی زندگی گزارنا ہے، ابن منظور افریقی (711ھ) العیش کا معنٰی یوں بیان کرتے ہیں:

العیش:الحیاۃ،عاش یعیش عیشا وعیشۃ والمعیشۃ:مایعاش بہ[1]

"العیش کا معنی ہے زندگی، یہ عَاشَ یَعِیشُ عیشاً اور عِیشۃً سے بنا ہے اور معیشت سے مراد زندگی بسر کرنے کے ذرائع ہیں-"

معاشیات کا لفظ **عاش، یعیش، عیشۃ** سے ماخوذ ہے اس کا مصدر **العیش** ہے-

اقتصادیات اردو میں اور اکنامکس (Economics) انگریزی میں معاشیات کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں- اقتصاد کا لفظ عربی میں میانہ روی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے-

1.2 -اصطلاحی معنی

اپنے لغوی معانی سے تعلق کے ضمن میں کہا جا سکتا ہے کہ معیشت کا تعلق انسانی بود و باش کے لیے درکار وسائل کی فراہمی سے ہے- اسی طرح اقتصاد کا لفظ اصطلاحی طور پر روزی کمانے اور مالی امور کے لیے استعمال ہوتا ہے- المعجم الاقتصادی الاسلامی میں علم الاقتصاد کی تعریف یوں درج ہے:

---

[1] ابن منظور، لسان العرب، 6/321

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاقتصاد: علم يبحث فی کل يتعلق بالثروة والمال والتکسب والتملک والنفاق،والاقتصاد يبحث ايضاً فی مسائل الانتاج والاستثمار ومسائل الانتفاع والخدمات مسائل االغنی والفقر

"علم الاقتصاد ہر اس شے سے بحث کرتا ہے جو کثرتِ مال وزر، رزقِ حلال کمانے، کسی شے کا مالک ہونے اور خرچ کرنے سے تعلق رکھتی ہے-اسی طرح پیداوار اور مال کی بڑھوتری کے مسائل، نفع کے حصول اور خدمات کی فراہمی اور امارت وغربت کے مسائل بھی اسی موضوع کے تحت آتے ہیں-"[1]

2-علم معاشیات کی تعریف

علم معیشت زمانہ قدیم سے اہلِ علم کی توجہ کا مرکز رہا ہے- یہاں ہم دورِ اسلامی اور جدید دور یعنی مغربی مفکرین کی کچھ نمایندہ تعریفات بیان کرنے پر اکتفا کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلامی و مغربی مفکرین علم الاقتصاد کو کس زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں-

2.1-اسلامی مفکرین کی تعریفات

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون معاشیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان المعاش عبارة عن ابتغاء الرزق و تحصيله

[1] احمد شرباصی، المعجم الاقتصادی الاسلامی،36

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"معاش رزق کو ڈھونڈنے اور اسے تلاش کرنے کی جدوجہد کا نام ہے۔"[1]

ابو الحسن الماوردیؒ ایک اہم مسلم مفکر ہیں جنھوں نے اجتماعی مسائل سے تعرض کیا ہے۔ انھوں نے مال کو اقتصادیات کی بنیاد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"مال کی دو اقسام ہیں: ظاہری اور خفیہ، ظاہری اموال وہ ہیں جن کو چھپانا ممکن نہ ہو مثلاً کھیت کھلیان، پھل، مویشی وغیرہ، دوسری طرف خفیہ مال وہ ہے جس کو چھپانا ممکن ہو، اس میں سونا چاندی اور سامان تجارت سبھی آجاتے ہیں۔"

اموال سے بحث کرنا کیوں اہم ہے؟ اس کے بارے میں جامع الفاظ میں رقم طراز ہیں:

"مال کی بحث اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو بدن کو قائم رکھنے والا بنایا ہے، انھی کے ذریعے جسم و جان کی بقا ممکن ہو پاتی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ نے رفعت و بلندی کے حصول کا ذریعہ، جائز خواہشات کی تکمیل کا وسیلہ، دنیا کی زندگی کی زینت اور اخرت میں نجات کا راستہ انھی اموال کو بنایا ہے۔"[2]

امام ابو حامد الغزالیؒ معاشیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، 1/364

[2] ماوردی، نصیحۃ الملوک، ص409

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"دنیا میں بغیر کھائے پیے رہنا ناممکن ہے تو یہاں رہ کر کمانا لازمی ہے-لہٰذا کمانے کے صحیح طریقوں کو جاننا ضروری ہے-"[1]

معیشت کے عنوان کے تحت ہی انھوں نے کمانے کی فضیلت، معاملات کی درستی، معاملات کی تجارت میں عدل سے کام لینا، تجارت میں احسان اور نیکی سے پیش آنا وغیرہ پر بھی بحث کی ہے-

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ علم معیشت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو الحكمة الباحثة عن كيفية اقامة المعادلات والمعاونات والاكساب على الارتفاق الثانى

"یعنی ارتفاقِ ثانی کے باب میں افرادِ معاشرہ کے مابین اشیا کا باہمی تبادلہ، ایک دوسرے سے معاشی تعاون اور ذرایع معیشت و آمدن کی حکمت سے بحث کرنا، علم معیشت ہے-"[2]

2.2-مغربی مفکرین کی تعریفات

جدید مفکرین کی تعریفات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: کلاسیکی، نوکلاسیکی اور پروفیسر رابنز کی تعریف-

رول: کلاسیکی ماہرین معاشیات کی تعریفیں، جن میں معاشیات کو دولت کا علم قرار دیا گیا ہے-ان ماہرین میں ریکارڈو، تھامس ماتھس اور جان ایس مل شامل ہیں-

---

[1] کیمیاے سعادت، ص266

[2] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، 1/43

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم: نوکلاسیکی ماہرین معاشیات کی تعریفیں، جن میں معاشیات کو مادی فلاح و بہبود کا علم کہا گیا ہے - ان کی نمایندگی پروفیسر الفریڈ مارشل کی تعریف سے ہوتی ہے -

سوم: جدید ماہر معاشیات پروفیسر رابنز کی بیان کردہ تعریف جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ معاشی مسئلہ خواہشات کی کثرت اور ذرایع کی قلت سے پیدا ہوتا ہے -

2.2.1-کلاسیکی مکتب فکر کی تعریف

کلاسیکی مکتب فکر میں سب سے پہلے آدم سمتھ (1790ء) کی بیان کردہ تعریف بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - آدم سمتھ کو باباے معاشیات کہا جاتا ہے کیوں کہ دورِ جدید میں علمِ معاشیات کے احیا کا سہرا ان کے سر مانا جاتا ہے -

آدم سمتھ کے مطابق "معاشیات دولت کو حاصل کرنے اور خرچ کرنے کے اصول کا علم ہے -"[1]

اگرچہ معاشی مسائل اس وقت سے موجود ہیں، جب سے انسان نے دنیا میں قدم رکھا اور مختلف زمانوں میں اہل نظر ان پر غور فکر کرتے ہیں لیکن معاشی حقائق و نظریات کو جمع کر کے انھیں سب سے پہلے باقاعدہ ایک کتاب کی صورت میں پیش کرنے کا کام، سکاٹ لینڈ کے پروفیسر آدم سمتھ نے انجام دیا - انھوں نے آج سے تقریباً سوا دو سو سال قبل 1776ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا، اقوام کی دولت کی نوعیت اور وجوہات اور وجوہات پر تحقیقاتی مقالہ جس کے باعث انھیں معاشیات کا بانی اور باپ کہا جاتا ہے - انھوں نے بتایا کہ معاشیات دولت حاصل کرنے اور خرچ کرنے کے اصولوں کا علم ہے انھوں نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا - صرف دولت (Consumption)پیدائش دولت(Production) تبادلہ دولت(exchange) اور تقسیم دولت صرف دولت کے ضمن میں انھوں نے یہ واضح کیا کہ کسی قوم کی دولت یعنی استعمال میں آنے والی اشیا و خدمات Goods)

---

[1] An Inquiry into the Nature and Causes of Wealth of Nations.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(and services کن اصولوں کے تحت خرچ ہوتی ہیں پیدائش دولت کے سلسلہ میں یہ بتایا کہ انسانی ضرورت کی چیزیں عموماً کن اصولوں کے تحت پیدا ہوتی ہیں، تبادلہ دولت کے بارے میں یہ بیان کیا کہ لوگ اپنی اپنی پیدا کردہ اشیاء و خدمات کا آپس میں تبادلہ کن اصولوں کے تحت کرتے ہیں اور تقسیم دولت کے سلسلہ میں یہ واضح کیا کہ مختلف عاملین پیدائش یعنی زمین سرمایہ اور مزدور وغیرہ باہم مل کر جو اشیاء پیدا کرتے ہیں وہ ان میں کن اصولوں کے تحت تقسیم ہوتی ہیں معاشیات کو دولت کا علم قرار دیتے ہوئے آدم سمتھ اور ان کے اہم نوا مفکرین مثلاً ریکارڈو نے اس بات پر زور دیا کہ انسان کی کوششیں، زیادہ تر اس وجہ سے عمل میں آتی ہیں کہ وہ دولت کمانا چاہتا ہے - اور یہی خواہش اس کی روز مرہ زندگی میں غالب نظر آتی ہے - آدم سمتھ نے یہ تخیل بھی پیش کیا کہ تمام لوگ انفرادی سطح پر اپنے ذاتی مفاد کی خاطر جو کوشش کرتے ہیں وہ بالواسطہ پورے معاشرہ کے لیے مفید ثابت ہوتی ہے اور یوں ایک غیر مرئی ہاتھ کے باعث معاشی نظام خود بہ خود باقاعدگی سے چلتا رہتا ہے -

ڈیوڈ ریکارڈو (1823ء) اور جان سٹوئرٹ مل (1873ء) آدم سمتھ کے ہم خیال نظر آتے ہیں اور ان کے ہاں اسی سے ملتی جلتی تعریفات ملتی ہیں -

2.2.2- نوکلاسیکی مکتبِ فکر کی تعریف

یہ مکتبِ فکر ایڈم سمتھ کی تعریف پر یہ تنقید کرتی ہے کی کہ یہ محض دولت پرستی کی تعریف ہے - پروفیسر الفریڈ مارشل (Alfred Marshall) اس مکتبِ فکر کے نمایندہ ہیں - انھوں نے ایڈم سمتھ کی بیان کردہ تعریف کو ایک شیطانی علم قرار دیا - وہ اپنی تنقید وضع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"معاشیات میں انسان کی ان سرگرمیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق زندگی کے روز مرہ معاملات سے ہوتا ہے-اس کے ذریعے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کس طرح دولت کماتا ہے اور اسے کس طرح خرچ کرتا ہے، یہ علم انسان کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے اس حصے کا جائزہ لیتا ہے جس کا اس بات سے گہرا تعلق ہے کہ خوش حال زندگی کے ضامن مادی لوازمات کس طرح حاصل کیے جاتے ہیں اور کس طرح استعمال کیے جاتے ہیں-پس معاشیات ایک طرف تو دولت کا علم ہے اور دوسری طرف خود انسانی زندگی کے ایک پہلو کا بھی-"[1]

الفریڈ مارشل کے ہم خیال ماہرین میں پیگو(Pigou) کینن(Cannon) کونٹ ویکسل(Knut Wicksell)اور اور اِروِنگ فشرو(Irving Fisher)غیرہ اہم نام شامل ہیں-

2.2.3-ماڈرن سکول آف تھاٹ کی تعریف

لندن سکول آف اکنامکس سے منسلک ماہرین معاشیات کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو کلاسیکی اور نوکلاسیکی مکاتب فکر کی تعریفوں میں محض زندگی کے مادی پہلو کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور جس امر کو نظر انداز کیا گیا ہے، وہ تصورِ فلاح ہے-پروفیسر لائنل رابنز(Laionel Robbins)نے الفریڈ مارشل کی معاشیات کی تعریف پر یہ رائے دی کہ اس میں علم الاقتصاد کے دائرہ کار کو محدود کر دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں صرف وہی انسانی اعمال زیرِ غور آ سکے ہیں جن کا تعلق مادی زندگی سے ہے جب کہ تصورِ فلاح ناقابلِ پیمایش ہے-چناں چہ پروفیسر رابنز معاشیات کی از سرِ نو تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] Jihanson,Fconomics, p.6.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"Econimics is a science which studies human behaviour as a relationship between ends and scare means with alternative uses."

"معاشیات انسان کے اس طرزِ عمل کے مطالعے کا نام ہے جو لا محدود خواہشات اور محدد ذرایع کی موجودگی میں اختیار کرتا ہے جب کہ یہ ذرایع متبادل مقاصد کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔"

رابنز نے اپنی تعریف کی بنیاد انسانی زندگی کے مندرجہ ذیل حقائق پر رکھی ہے:

1. انسانی خواہشات لا محدود ہوتی ہیں۔
2. ان کے مقابلے پر ذرایع محدود ہیں۔
3. ان خواہشات میں سے بعض بہت کم اور بعض زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔
4. تمام ذرایع مثلاً روپیا پیسا مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔[1]

یہ تمام تعریفات علم معیشت کی ہمہ گیری کو اجاگر کرتے ہوئے کسی ایک پہلو پر زیادہ مرکوز دکھائی دیتی ہیں جس کی وجہ سے دیگر پہلو نظر انداز ہوتے نظر آتے ہیں، مثلاً مارشل کی تعریف فلاح کے مادی تصور کے گرد گھومتی ہے، روحانی پہلو غائب ہے جب کہ رابنز کی تعریف میں معاشی ترقی اور معاشرتی منصوبہ بندی کے سائل کے حوالے سے کوئی اشارہ تک نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ محققینِ معاشیات ابھی تک علمِ معیشت کی ایک جامع مانع تعریف کے بحران کو واضح طور پر سامنے دیکھتے ہیں۔

[1] K.K.Dewett ,Modern Economic Theory, p.111.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3- علمِ معیشت کی اقسام

بنیادی طور پر معاشیات کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

1- نظریاتی معاشیات
2- اطلاقی معاشیات

ان کے تحت مزید ذیلی اقسام ہیں جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے-

3.1- نظریاتی معاشیات (Theoretical Economics)

مال و دولت کے حصول کے لیے محنت و کوشش کے طریقہ کار اور طرزِ عمل کا مشاہدہ کر کے جو اصول اخذ کیے جاتے ہیں ان کو نظریاتی معاشیات کا نام دیا جاتا ہے- مثال کے طور پر طلب و رسد کے قوانین اور نظریہ، تقابلی مطالعہ مصارف وغیرہ- نظریاتی معاشیات کو دو اقسام پر تقسیم کیا گیا ہے: (1) ایجابی معاشیات (2) فلاحی معاشیات

3.1.1- ایجابی یا اثباتی معاشیات

ایجابی معاشیات، انسانی زندگی کے معاشی حقائق کو من و عن بیان کرتی ہے اور اس بیانِ حقیقت میں اپنی رائے اور تناظر کے بغیر پیش کرنے کی حتیٰ الامکان کوشش کی جاتی ہے- مثلاً قیمت اور پیداوار کے مسئلے کی غیر جانب داری سے وضاحت کر دی جاتی ہے- جدید ماہرینِ معاشیات نے ایجابی معاشیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

3.1.1.1- جزوی معاشیات (Micro Economics)

لفظ مائیکرو کے معنی کسی چیز کے لاکھویں حصے کے ہیں- پروفیسر سیموئیل سن (Samuel Sun) جزوی معاشیات کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"جزوی معاشیات میں کسی معیشت کے انفرادی اجزا، عناصر کے رویے کا مطالعہ کیا جاتا ہے- مثلاً کسی شے کی قیمت کا تعین یا کسی ایک صارف یا ایک کاروباری ادارے کے روہے کا مطالعہ مشاہدہ وغیرہ-"

جزوی معاشیات میں معاشی نظام کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کر لیا جاتا ہے اور پھر ہر اکائی کا انفرادی طور پر تجزیہ کیا جاتا ہے- مثلاً منڈی میں اشیا کی قیمتوں کے اتار چڑھاو کا مطالعہ کرنا ہے تو بجاے ملک کی اشیا کی مجموعی قیمتوں کا مطالعہ کرنے کے مختلف اشیا مثلاً: چاول، روٹی، گندم وغیرہ کی قیمتوں کو علاحدہ علاحدہ زیر بحث لایا جائے گا- اسی طرح اشیا کی طلب و رسد پر بحث کرنے کے بجاے کسی ایک شے یا خاندان کی طلب و رسد کو مد نظر رکھا جائے گا- آمدنی کو زیرِ بحث لاتے وقت ملکی یا قومی آمدنی پر بحث کرنے کے بجاے مختلف صنعتوں، اداروں اور افراد کی آمدنی کا انفرادی جائزہ لیا جائے گا- جزوی معاشیات کے بنیادی طور پر پانچ مباحث ہیں:

1) نظریۂ تقسیم دولت

اشیا کی تیاری میں چار بنیادی چیزیں شامل ہوتی ہیں؛ زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم- نظریہ تقسیم دولت کے تحت عاملین پیدایش کے حصے یا معاوضے کی شرح متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً: زمین کا لگان یا محنت کی اجرت وغیرہ-

2) نظریۂ پیدایشِ دولت

اس نظریہ کا بنیادی سوال یہ ہے کہ معاشی پیداوار پیدا کیسے ہوتی ہے؟ یعنی مختلف عوامل پیدایش زمین، سرمایہ، محنت اور تنظیم کو کس تناسب سے ترتیب دیا جاتا کہ کم سے کم اخراجات پر اشیا کی تیاری ممکن بنائی جا سکے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3) نظریہ رویۂ صارف

اس نظریے کے تحت صارفین کے طرزِ عمل کا بہ غور مشاہدہ کیا جاتا ہے- ہر کسٹمر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی آمدنی اس طرح صرف کرے کہ اسے اس سے زیادہ فائدہ حاصل ہو، جزوی معاشیات کے اس حصے میں طلب کی لچک اور عدم ترجیح کے خطوط پر بحث کی جاتی ہے-

4) نظریۂ قیمت

نظریۂ قیمت میں کسی چیز کی طلب اور رسد کا بہ غور مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس کی قیمت کے تعین کا جائزہ لیا جاتا ہے-

5) نظریۂ توازن

ہر فرد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اتنی اشیا پیدا کرے جن سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے، چناں چہ اس حصہ میں توازن کی مختلف صورتیں بیان کی جاتی ہیں-

3.1.1.2- کلی معاشیات (Macro Economics)

میکرو کے معنی بڑے (Large) کے ہیں- یہ مجموعی معاشی نظام کا مطالعہ ہے جس کے تحت قومی بچت، مجموعی سرمایہ کاری، قومی پیداوار وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور مختلف مجموعہ جات (Aggregates) اور مجموعی اوسطوں (Overall Averages) کا مطالعہ کیا جاتا ہے- اس کا تصور لارڈ کینز (Lord Keynes) نے اپنی کتاب **نظریۂ روزگار، سود اور زر** (The General Theory of Employment, Interest and Money) میں پیش کیا تھا- کلی معاشیات کو معاشیاتِ آمدنی و روزگار کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے- یہاں اس قسم کے سوالات زیر بحث آتے ہیں کہ قومی آمدنی کیا ہے؟ اس کو متعین کرنے والے عوامل کیا ہیں؟ یہ آمدنی متوازن سطح سے کم ہے یا زیادہ؟ ملک میں روزگار کی صورت حال کس درجے کی ہے، وغیرہ- قومی آمدنی میں مدوجزر کا نظریہ (Theory of

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(Income Flections) اور معاشیاتِ زر (Economics Of Money) کلی معاشیات کے تحت آنے والے دو اہم ترین موضوعات ہیں- اول الذکر میں لوگوں کی قوت خرید میں آنے والے اتار چڑھاو کی وجوہات سے بحث کی جاتی ہے جب کہ معاشیاتِ زر کے تحت پیسے کی قدر کے تعین اور اتار چڑھاو کا مطالعہ کیا جاتا ہے-

3.1.2- فلاحی معاشیات

ڈاکٹر مارشل نے فلاحی معاشیات کا نظریہ پیش کیا جس کے مطابق معاشی حقائق کے تجزیہ و مطالعہ کے بعد نتائج کے متعلق یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ انسانی فلاح و بہبود میں اضافے کا باعث بنتے ہیں یا اس کے برعکس نقصان کا سبب بن رہے ہیں-

3.2- اطلاقی معاشیات (Applied Economics)

نظریاتی معاشیات کے اصولوں کو جب عملی شکل میں لایا جاتا ہے اور ان کی مختلف جہات کو واضح کیا جاتا ہے تو یہ اطلاقی معاشیات کہلاتے ہیں- مثلاً اگر کسی ملک میں فراطِ زَر بڑھ رہا ہے تو نظریاتی معاشیات کی رو سے اس کے اسباب معلوم کرنا اور اس کی روک تھام کے لیے قوانین وضع کرنا اطلاقی معاشیات کہلائے گا-

4- اسلامی معاشیات: اساسی نکات

اسلام ایک دین ہے اور کوئی بھی دین زندگی کے تمام شعبوں کے محیط ہوا کرتا ہے- اسلام کے تصورِ جہاں میں دنیا سے گریز اور دنیا کی پرستش دونوں سے انکار شامل ہیں- اسلام نے زندگی کو مکمل طور پر برتنے کا سلیقہ سکھایا لیکن اس سلیقے کو دین کے تابع رکھنا اور اس کو آخرت کے لیے سیڑھی بنانے کا تصور دیا-

اسلامی معیشت کے رہ نما اصول بنیادی طور پر اسلامی تصورِ حیات کی روشنی میں وضع کیے جاسکتے ہیں- ان میں سے بنیادی نکات اور ان کے میدانِ معیشت کی بناوٹ پر بہ راہ راست اثرات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.1-اخلاقی اور روحانی بنیادیں

اسلامی نظامِ معیشت میں پہلی اور بنیادی چیز ملکیت کا خالقِ حقیقی کے لیے خاص ہونا ہے-اسلام کے عقیدے کے مطابق مَلِکِ الناس بھی وہی ہے جو الٰہ الناس ہے-یعنی وہ ذات جو سب کو پیدا کرنے والی ہے، مالک حقیقی وہی ذات ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ.

"جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لیے ہے-[1]"

خالق کائنات اور رازقِ کائنات بھی وہی ہے جو تمام مخلوقات کو رزق دیتا ہے- قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا.

"اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جان دار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے-[2]"

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ

---

[1] البقرۃ، 284:2

[2] ھود، 6:11

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن و تصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمھارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے، تم بہت ہی کم شکر بجالاتے ہو۔"[1]

یوں اسلامی نظام مادی سے پہلے اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر قائم ہے۔ توحید کے اصول کے تحت رزق کا سرچشمہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اسی کے قبضے میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، رزق میں زیادتی یا کمی اصلاً اس کی طرف سے ہوتی ہے۔ فرد کے طور پر بھی انسان پر محنت و کوشش فرض ہے کہ مالک نے اپنی عطا کو کوشش کے ساتھ مشروط کیا ہے اور اجتماعی نظامِ معیشت کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ یک ساں طور پر حصولِ معاش کے جائز مواقع پیدا کرے تاکہ افراد کی کوشش و محنت کی صلاحیت ابتدا ہی میں محدود ہو کر نہ رہ جائے، وہ اپنی معاش کے حصول کے لیے محنت و کوشش کرنے کے لیے مکمل آزاد ہوں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾

"میں نے جن اور انسانوں کو اِس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔"[2]

یہاں اللہ کے رزاق ہونے کا ذکر عبادت سے بعد کیا گیا ہے، یعنی اپنے بندوں سے اس کی اصل غایت عبادت ہے۔ رزق کا وعدہ اس نے سب سے کیا ہے، اس کے لیے کوشش کا حکم بھی دیا ہے اور اس کوشش کو بھی عبادت شمار کیا جائے گا، اگر یہ جائز ناجائز کا خیال رکھ کر کی جائے۔ حدیثِ نبویؐ ہے:

طلبُ كَسبِ الحلالِ فريضةٌ بعدَ الفريضَةِ (البيهقي: 12030)

---

[1] الاعراف، 7

[2] الذٰریٰت: 56-57

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"کسبِ حلال کی طلب و جستجو بھی ایک فریضہ ہے-"

انسان کو خارج میں موجود قوانین کا خوف وہ احساسِ ذمہ داری پیدا نہیں کر سکتا جو اخلاقی اصولوں کی پاس داری کرتی ہے-اسلامی معیشت میں فرد اور معاشرہ اللہ کے حضور جواب دہی کا احساس لے کر کھڑا ہوتا ہے اور کسی بھی قانون کی پابندی میں نہ بھی آتا ہو تو بھی یہ احساس اسے غلط سے روکتا ہے-

4.2-مقاصدِ معیشت کا تعین

اسلام انفرادی اعمال کے ساتھ ساتھ اجتماعی سرگرمیوں کا منتہاے مقصود بھی رضاے الٰہی کا حصول قرار دیتا ہے-مال درحقیقت اللہ کی ملکیت ہے جو ہمارے ہاتھوں میں امانت کے طور پر اس لیے دیا گیا ہے کہ ہماری آزمایش کی جا سکے-معروف حدیث کے مطابق دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا ہے- چناں چہ اسلام کی معیشت اللہ سے ملانے والی معیشت ہوتی ہے-یہاں اسلام معیشت کے مقصد کا تعین کر دیتا ہے-دنیا گریز رہبانیت اور دنیا پرست مادیت کے صدیوں سے چلے آتے تنگنایوں کے درمیان یہ راستہ اعتدال کی راہ دکھلاتا ہے-اس مقصدِ اولیں کی چھتری تلے معیشت کے تمام بنیادی مقاصد آتے ہیں، مثلاً:

اہل و عیال کے لیے ضروریاتِ زندگی کی فراہمی انفرادی سطح پر ایک بڑا مقصد ہے اور اسے عین فرض قرار دیا گیا ہے:**كسب الحلال فريضة بعد الفرائض**-اسی طرح اللہ کے راستے میں نیکی کے تمام مصارف پر خرچ کرنا، مساجد و مدارس، جہاد، دعوتِ دین اور مخلوقِ خدا کی خدمت کی غرض سے کمانا اور نادار و عسرت زدہ طبقے پر کھلے ہاتھوں خرچ کرنے کی جابجا ترغیب و فضیلت سے قرآن بھرا پڑا ہے-اسے اہلِ ایمان کی نشانی بتایا گیا ہے: **الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ** (البقرۃ2:134)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظامِ معیشت محض طلبِ دنیا کو مقصود بالذات بنانے کی نفی سے عبارت ہے- دوسری طرح مادیت پرستی کے ردِ عمل میں معیشت و معاش کی سرگرمیوں کو یک سر ترک کرنے کی تعلیم بھی نہیں ہے بل کہ معاشی سرگرمی ہی کا رُخ اللہ کی طرف موڑ دیا گیا ہے-

4.3- یک ساں حقِ معیشت

چوں کہ اسلام کا تصورِ حیات، الٰہیاتی تصورِ حیات اور خدا پرست فلسفۂ حیات سے مدون ہے، لہٰذا اسلامی سماجی علوم کی نوعیت بھی الٰہیاتی تصورات اور اخلاقی اقدار پر مبنی ہے- اسلام انسانوں کی تقسیم صرف خدا پرست اور خدا گریز طرزِ فکر کی بنیاد پر کرتا ہے اور باقی تمام عصبیتوں کو عصبیتِ جاہلیت قرار دیتا ہے- رنگ، زبان، نسل، وطن تمام بُت قرار پاتے ہیں جن کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کرنا خدا کی منشا نہیں ہے- چناں چہ اسلامی معاشیات کی بنیاد یہ قرار پاتی ہے کہ انسانوں کی تفریق بہ لحاظ رنگ و نسل اور بہ لحاظ طبقات غلط ہے- معاشی میدان میں یہ اصول یوں کار فرما ہوتا ہے کہ اسلام کے نظامِ معاش میں کسی طبقے کو فوقیت حاصل نہیں اور کسبِ معاش کے مساوی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں: **کلکم لاٰدم واٰدم من تراب !**

4.4- معاشی تفاوت ایک حقیقت

اسلامی زاویۂ نگاہ سے حق معیشت سب کو یک ساں فراہم ہونے کے باجود معاشی اونچ نیچ ایک حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے تسلیم کی جاتی ہے- ارشادِ ربانی ہے:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (الزخرف 43:32)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اِن کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے اِن کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور اِن میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بہ درجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (اِن کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں-

نیز فرمایا:

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ

(سبا 34:39)

اے نبیؐ، ان سے کہو: میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے- جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اُس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے، وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے-

یوں اسلامی معیشت معاشی تفاوت کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرتی ہے- یہاں اس فرق کو زبردستی مٹا کر لوگوں کو برابر کرنے کی کوشش (اشتراکیت) کی گنجایش ہے اور نہ ایک ہی طبقے میں دولت کے ارتکاز (سرمایہ داری) کی حوصلہ افزائی ہے- دولت مندوں پر زکات کو لازمی قرار دیا گیا ہے، اس کو سینت سینت کر رکھنا آخرت میں وبال بتایا گیا ہے اور اور مزید ہر طرح کی ترغیب دی گئی ہے کہ اپنے زائد مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں- اس ضمن میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے:

اول، اسلام نے تمام مسائلِ حیات میں اس قاعدے کو ملحوظ رکھا ہے کہ زندگی کے جو اصول فطری ہیں ان کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے اور فطرت کے راستے سے جہاں انحراف ہوا ہے وہیں سے اس کو موڑ کر فطرت کے راستے پر ڈال دیا جائے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا اہم قاعدہ جس پر اسلام کی تمام اجتماعی اصلاحات مبنی ہیں وہ یہ ہے کہ صرف خارجی طور پر نظامِ تمدن میں چند ضابطے جاری کرنے پر اکتفانہ کیا جائے بل کہ سب سے زیادہ زور اخلاق اور ذہنیت کی اصلاح پر صرف کیا جائے، تاکہ نفسِ انسانی میں خرابی کی جڑ کٹ جائے۔

تیسرا اساسی قاعدہ جس کا نشان آپ کو تمام اسلامی نظامِ شریعت میں ملے گا، یہ ہے کہ حکومت کے جبر اور قانون کے زور سے صرف وہیں کام لیا جائے جہاں ایسا کرنا ناگزیر ہو۔

ان تین قاعدوں کو ملحوظ رکھ کر اسلام زندگی کے معاشی شعبے میں ان تمام غیر فطری طریقوں کو زیادہ سے زیادہ اخلاقی اصلاح اور کم سے کم حکومتی مداخلت کے ذریعے سے مٹاتا ہے جو شیطانی اثر سے انسان نے اختیار کیے ہیں۔ یہ امر کہ انسان اپنی معاش کے لیے جدوجہد کرنے میں آزاد ہو، یہ بات کہ آدمی اپنی محنت سے جو کچھ حاصل کرے اس پر اسے حقوقِ مالکانہ حاصل ہوں، اور یہ کہ انسانوں کے درمیان ان کی قابلیتوں اور ان کے حالات کے لحاظ سے فرق و تفاوت ہو، ان سب چیزوں کو اسلام اُس حد تک تسلیم کرتا ہے جس حد تک یہ منشاے فطرت کے مطابق ہیں۔ وہ ان پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جو انھیں حدِ فطرت سے متجاوز اور ظلم و بے انصافی کا موجب نہ بننے دیں۔

(معاشیاتِ اسلام، ص549)

5-اسلامی نظامِ معیشت کی خصوصیات

اسلام کے اقتصادی نظام کی چند نمایاں اور منفرد خصوصیات جو اسے دنیا کے دیگر معاشی نظاموں سے ممتاز کرتی ہیں، درج ذیل ہیں:

5.1-فلاحی نظام

اسلامی نظامِ معیشت کی سب سے بڑی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بنیادی طور پر ایک فلاحی نظام ہے۔ اس نظام کا بنیادی مقصد سرمایے میں اضافہ یا حکومت و ریاست کی آمدنی بڑھانا نہیں بل کہ عوام الناس کی فلاح و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہبود ہے- اسلامی تاریخ میں بیت المال کا شعبہ ہمیشہ اسی اصول پر چلتا رہا ہے- اسلامی نظامِ معیشت کے باقی تمام محکمے، شعبے اور سرگرمیاں بنیادی طور پر اس اصول کے تحت آتی ہیں- اسلام حقوق اللہ کے پہلو بہ پہلو حقوق العباد کے نباہنے کا حکم دیتا ہے- درجہ بہ درجہ اہل و عیال، رحم کے رشتے، عزیز رشتہ دار، پڑوسی اور سب مسلمان ایک مسلمان پر حق رکھتے ہیں- مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی کے لیے جو کچھ اس سے بن پڑے، کرنے سے گریز نہ کرے حتیٰ کہ محض مشورہ مانگا جائے تو اسے بھی امانت قرار دیا گیا- یہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ کی حقیقی تصویر ہے جو مدینہ کے پہلے اسلامی معاشرے سے عملی طور پر سامنے آئی جب انصار نے محض ایمان کے رشتے سے مہاجرین کے لیے اپنے گھر بار اور مال و کاروبار سب آدھے آدھے تقسیم کر لیے- خود نبی کریم ﷺ نے ساری زندگی فقر اختیاری کی روش اپنائی اور آگے چلیں تو تابعین و مابعد کے زمانوں میں جہاں ہم ریاست کو واقعتاً ماں کی مانند پاتے ہیں، وہیں انفرادی سطح پر مال و دولت سے بے اعتنائی اور فقر و استغنا کی عظیم مثالیں پاتے ہیں- اس کی وجہ دنیا میں رہتے ہوئے زُہد کی روش اور امداد باہمی کا جذبہ اور کفالت عامہ کا تصور تھا-

5.1.1- امداد باہمی

اسلام کا تصورِ اصلاح و فلاح محض عقیدہ نہیں ہے، یہ عملی صورتوں میں کہیں خوب صورتی کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے- انفرادی سطح پر افرادِ معاشرہ کا ایک دوسرے سے تعاون یوں سراہا گیا ہے کہ:

خيرُ الناسِ أنفعُهم للناسِ (الطبرانی)

"لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہے-"

فائدہ پہنچانے سے مراد ہر شعبہ زندگی میں دوسروں کو مدد پہنچانا ہے- امدادِ باہمی کے بغیر معاشی و معاشرتی فلاح ایک خواب رہ جاتی ہے، چناں چہ اسلام نے امدادِ باہمی کا تصور دے کر دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے کی ترغیب دی:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ5:2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی سطح پر اسلامی کفالتِ عامہ سے مراد اسلامی مملکت میں آباد ہر فرد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام ہے جن پر انسان کی زندگی کی بقا کا دارومدار ہے- یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ شیر خوار بچوں کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیا جاتا تھا اور ایک عام شہری کا اتنا ہی وظیفہ جاری تھا جتنا امیر المؤمنین خود لیا کرتے تھے- عدل و مساوات کا یہ مظاہرہ انسانی تاریخ میں مفقود ہے-

تعاون علی البر کے ضمن میں سورہ بقرہ کی آیت قابل غور ہے جس میں نیکی کا تصور محض عقائد اور مخصوص عبادات مثلاً نماز و روزہ سے آگے بڑھ کر اعمال اور معاشرتی وظائف تک وسیع ہے-

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا[1]

بخاری میں اشعری قبیلہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل ہوئی ہے:

جب دورانِ جنگ اشعریوں کا کھانا ختم ہو گیا یا مدینہ کے قیام کے دوران ان کے اہل و عیال کے لیے کھانا کم پڑ گیا تو انھوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا اسے ایک کپڑے میں جمع کیا، پھر اسے ایک برتن سے برابر برابر آپس میں تقسیم کر دیا، (اسی لیے) وہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں-"[2]

اسی طرح فرمایا:

---

[1] البقرۃ:177

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، حدیث 2354

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

أيما أَهلِ عَرْصَةٍ أصْبَح فِيهِمْ اِمْرَءٌ جَائِعاً فقد بَرِئَتْ مِنْهُمْ ذِمَّةُ اللّٰه

"کسی بھی بستی میں کوئی شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو، تو اللہ رب العزت کا ذمہ اس بستی سے بری ہے-"(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، رقم الحدیث:2145)

مندرجہ بالا آیات و احادیث کا مخاطب افراد بھی ہیں اور معاشرے اور نظام معیشت کے لیے نشان راہ بھی یہیں متعین ہوئے ہیں- نیکی کا یہ تصور کہ غربا و مساکین اور ضرورت مندوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا ہے، اسلامی نظامِ معیشت اس کا ذمہ دار ہے اور جب تک دنیا میں اسلام کے نظام کی عمل داری رہی ہے، یہ جاری و ساری رہا ہے-

5.1.2- کفالت عامہ

اجتماعی سطح پر امدادِ باہمی کا روپ کفالتِ عامہ ہے- اس کے تحت ریاست اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات کی کفیل ہوا کرتی ہے- بہ یک وقت روحانی و مادی ضروریات کی کفالت اسلامی ریاست کا وظیفہ رہا ہے- نبی کریم ﷺ کا واضح ارشاد ہے:

من ولَّاهُ اللَّهُ شيئًا من أمرِ المسلمينَ فاحتجبَ دونَ حاجتِهم وخَلَّتِهم وفقرِهمُ احتجبَ اللَّهُ دونَ حاجتِهِ وخلَّتِهِ وفقرِهِ (سنن ابوداؤد: 2948)

" جسے اللہ نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا پھر وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھا رہا تو اللہ اس کی ضروریات اور فقر و فاقہ سے بے نیاز ہو جائے گا-"

خلافتِ راشدہ کا اقتصادی نظام کفالتِ عامہ کی بے نظیر تصویر کشی کرتا ہے- حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے وظائف مقرر کرنے شروع کیے تو اس کا آغاز بچوں کے دودھ چھڑانے کے بعد ہوا کرتا- اس پر لوگوں نے جلد وظیفہ حاصل کرنے کے لیے دودھ جلدی چھڑوانا شروع کر دیا، امیر المؤمنین کو علم ہوا تو حکم دیا کہ پیدا ہوتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بچے کا وظیفہ جاری کر دیا جائے تا کہ لوگ اس وجہ سے بچوں پر سختی سے باز آجائیں-اس امر کا احساس آپ رضی اللہ عنہ کو کس درجہ شدید تھا اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے ہوتا ہے جو امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں نقل کیا ہے:

لئن بقیت لیبلغن الراعی بصنعاء من هذا الفئ

"اگر میں زندہ رہا تو اس مالِ فے میں سے صنعاء میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچے گا-"[1]

دوسری جگہ فرمایا:

اما واللّٰہ لئن بقیت لارمل اهل العراق لادعنهم لایفتقرون الی امیر بعدی[2]

"اللہ کی قسم اگر میں زندہ رہا تو اہلِ عراق کی بیواؤں کو اتنا خوش حال کر دوں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کی محتاج نہ رہیں گی-"

5.1.2.1 معاش، لباس، علاج کا بندوبست

اسلامی نظام معیشت اس طرح کی معاشی منصوبہ بندی اور حکمت عملی اختیار کرتا ہے کہ لوگ محض صدقات وخیرات کے بل بوتے پر اپاہج بنے بیٹھے نہ رہیں بل کہ اپنے پاوں پر کھڑے ہو سکیں، انھیں ذرایع آمدنی میسر آسکیں- اسلامی ریاست کی مسلم اور غیر مسلم رعایا دونوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اسلامی ریاست ان کی معاش کے لیے حتی المقدور کوشش کرے-قبیلہ مضر کے لوگ جب نبی ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے تو ان کی خستہ حالی دیکھ کر آپ ﷺ مضطرب ہو گئے، فوراً خطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کو ترغیب دی، ہر کوئی دوڑا گیا اور جو کچھ اس سے ہو سکتا تھا لا حاضر کیا- راوی کا بیان ہے کہ تھوری ہی دیر میں ہر طرف کھانے اور کپڑے کے ڈھیر لگ گئے اور صحابہ کرام کے اس جذبے کو

---

[1] ابو یوسف، کتاب الخراج، ص25

[2] عزالدین بن عبد السلام، قواعد الانام فی مصالح الانام، 1/133

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر نبی ﷺ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ راوی کے الفاظ ہیں "رایت وجه رسول اللهﷺ یتهلل کانه مذهبة" یعنی میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کا چہرہ خوشی سے یوں دمکنے لگا گویا چمکتا ہوا سونا ہے۔"[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر فرد (مرد، عورت، غلام) کا فی کس دو دو جریب (قریباً 25 سیر) ماہانہ غلہ مقرر کر دیا تھا۔[2]

5.1.2.2- کفالت کس حد تک کی جائے گی؟

اسلام کے نظامِ کفالت عامہ کی حدود کیا ہیں؟ تو جاننا چاہیے کہ جوں جوں اسلامی ریاست وسیع ہوتی جائے گی اور وسائل بڑھتے جائیں گے، اسی طرح کفالت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا- چناں چہ اسلام کے نظامِ تکافل و کفالتِ عامہ کی وسعت، جامعیت، کاملیت اور حدود کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ جنھیں خلیفۂ راشد تسلیم کیا گیا ہے، کا نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے گورنر کے نام لکھا کہ وہ لوگوں کے عطایا ان کو ادا کرے- گورنر نے جواب لکھا کہ میں نے عوام کے عطایا انھیں ادا کر دیے ہیں، مگر بیت المال کی رقم بچی پڑی ہے (اس کا کیا کروں؟) تو آپؒ نے لکھا کہ ایسے مقروضوں کو تلاش کرو جنھوں نے بغیر نادانی کے کاموں کے، یا بغیر فضول خرچی کے قرض لیا ہو، ان کا قرض ادا کر دو- گورنر نے لکھا کہ میں نے ایسے تمام (مقروضوں) کے قرضے ادا کر دیے ہیں، پھر بھی مسلمانوں کے بیت المال میں رقم بچ گئی ہے- آپؒ نے لکھا کہ ہر ایسے کنوارے کو تلاش کرو جس کے پاس مال نہ ہو مگر وہ شادی کرنا چاہتا ہو، اس کی شادی کراؤ اور اس کا مہر ادا کرو- گورنر نے لکھا کہ میں نے جس کسی کو ایسا پایا، اس کا نکاح کرا دیا ہے مگر پھر بھی بیت المال میں رقم باقی ہے- آپؒ نے لکھا کہ ہر ایسے ذمی (شخص) کو تلاش کرو جس پر جزیہ ہو اور (مفلسی کے باعث) اپنی زمین آباد کرنے سے عاجز ہو، اسے قرضہ دو تا کہ وہ اپنی

---

[1] مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، 2/705، رقم 1017

[2] ابو عبیدہ، کتاب الاموال، 314، رقم: 612

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمین (کی آباد کاری) کا کام کرنے کے قابل ہو جائے کیوں کہ ہم ان (ذمیوں) کو صرف ایک سال یا دو سال کے لیے ہی نہیں رکھنا چاہتے (بل کہ ان سے حسن وسلوک کا طویل رشتہ چاہتے ہیں-) (کتاب الاموال)

اس روایت سے خوب اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ کتنا جامع اور وسیع ہے کہ وسائل کی دست یابی کے ساتھ ساتھ اس کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور پھیلتا جاتا ہے-

5.2- غیر سودی معیشت

تاریخِ انسانی میں سود مالی استحصال کی علامت رہی ہے- اسلامی معیشت کی اہم خصوصیت سود سے پاک ہونا ہے-

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (278) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ} [البقرة: 278، 279]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو- لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمھارے خلاف اعلانِ جنگ ہے- اب بھی توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو- نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے-"

نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ "آج کے بعد تمام سود باطل ہو گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس کا سود باطل کرتا ہوں-" سود کی نفی کی بنیاد پر سارا معاشی نظام استحصال کے دائرے سے نکل کر استخدام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے-

شاہ ولی اللہؒ حرمت سود کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اگر یہ مالی ترقی ایسے طریقے سے کی جائے کہ اس میں سرے سے تعاون کا کوئی دخل ہی نہ ہو جیسا کہ قمار (جوا) کا کاروبار یا ایسے طریقے سے عمل میں آئے کہ بہ ظاہر تو تعاون نظر آتا ہو لیکن حقیقت میں وہ زبردستی کا تعاون ہو، حقیقی تعاون نہ ہو جیسا کہ سود کا کاروبار جس میں ہوتا یہ ہے کہ ایک مفلس و نادار اپنی معاشی پریشانیوں کی وجہ سے اپنے ذمہ ایسی ذمہ داریوں کو لے لینے پر مجبور و مضطر ہو جاتا ہے جن کو پورا کرنے کی اپنے میں طاقت نہیں پاتا اور اس کی اس قسم کی رضامندی ہرگز رضامندی نہیں کہلائی جاسکتی- پس اس طرح کے کاروبار پسندیدہ اور جائز معاملات کہلائے جاسکتے ہیں اور نہ ان کو معاشیات کے اسبابِ صالحہ کہا جاسکتا ہے- بلاشبہہ اس قسم کے تمام معاملات حکمتِ تمدن کی نگاہ میں باطل اور ظلم ہیں-"[1]

جدید دور کا بینکاری نظام اسی ظالمانہ سود کی بنیاد پر قائم ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا مصرع: "سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات" مختصر اور جامع تبصرہ ہے- آج مسلم ممالک سود کے چکر میں اندرونی اور بیرونی طور پر جکڑے ہوئے ہیں اور معاشی خود کفالت کا عدم وجود ہمارے ثقافتی اور قومی وجود کو بھی مسخ کرتا چلا جارہا ہے- ایسے میں علمانے اسلامی بینکاری کی کچھ آزمایشی شکلیں متعارف کروائی ہیں جن کی پریکٹس جاری ہے- (ایک مستقل یونٹ میں اس حوالے سے تفصیلی بحث آئے گی-)

5.3-معاشی استحصال کی نفی

اسلامی نظامِ معیشت انسانوں کے مالی استحصال کی جملہ صورتوں کا سدِباب کرتا ہے- اس مقصد کے لیے قران کریم اصولی ہدایات یوں دیتا ہے کہ سود کے بعد ناجائز مال بٹورنے کی دیگر صورتیں بھی حرام قرار دے دی جاتی ہیں- ارشادِ ربانی ہے:

---

[1] قرآنی صول معاشیات، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، 21،22

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [المائدۃ5:90]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، اُمید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہو گی۔"

مال کو اس کی صورت حال بتا کر فروخت کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ خریدنے والا دھوکے میں نہ رہے۔ عیب دار مال کو بے عیب بنا کر فروخت کرنا حرام کھانے کی ایک شکل ہے۔ اسی طرح رشوت جو معاشرے کا ناسور ہے، سختی سے منع ہے کیوں کہ ناجائز کاموں کے مستقل طور پر جاری رہنے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں سخت وعیدیوں سنائی گئی:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار

"رشوت دینے والا اور وصول کرنے والا دونوں آگ میں ہیں۔"

عہدے داروں کو دیے جانے والے تحفے تحائف جو در حقیقت فرد کو نہیں عہدے کو دیے جاتے ہیں، اسی ذیل میں آتے ہیں۔

5.4۔ نظام زکات و عشر

دولت کے انسانی ہاتھوں میں خدا کی امانت ہونے کی بنیاد پر انسان کو مال و منال اکٹھا کرنے اور سینت سینت کر رکھنے کی ترغیب بھی نہیں دلائی گئی، الٹا اس کو موجبِ سزا کہا گیا ہے۔ چناں چہ دولت و سرمایہ کے وہ اصول قطعاً ناقابل تسلیم ہیں جن کے نتیجے میں دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں محدود ہو جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

{وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34) يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ} [التوبة: 34،35]

"دردناک سزا کی خوش خبری دو اُن کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے- ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوئوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا- یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو-"

اس مقصد کے لیے مال داروں کے مال میں سے کچھ حصہ تو لازم کر دیا گیا کہ وہ اسے ادا کریں گے- یہ زکات کی صورت میں ڈھائی فیصد ہے-

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (التوبة9:)

"اے نبی ﷺ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعاے رحمت کرو کیوں کہ تمھاری دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہو گی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے-"

اسلامی حکومت کے تحت مالیات کا محکمہ بیت المال کو اس کے حق داروں پر خرچ کیا کرتا ہے- عشر کا محصول فصلوں پر سالانہ کٹائی کے وقت دس فیصد لاگو ہوتا ہے- اسی طرح چوپایوں پر ایک خاص شرح سے مقرر کیا گیا- یہ حق دار با قاعدہ مصارف زکات کے تحت بیان کیے گئے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبۃ:60:9)

"یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو- نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں- ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے-"

زکات و عشر کے اسلامی احکامات کا تقابل دیگر غیر اسلامی نظاموں میں موجود ٹیکسوں کے ساتھ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام نے لوگوں پر ان کی استطاعت کے مطابق بوجھ ڈالا ہے- نہ تو ان کو بالکل آزاد چھوڑا ہے کہ وہ دولت کو بلالحاظ جمع ہی کرتے رہیں اور نہ ان پر ٹیکسوں کا بوجھ اتنا زیادہ بڑھا دیا ہے کہ ان کی کمر ٹوٹ جائے، پھر جس پر جتنا بوجھ بنتا ہے اتنا بوجھ ڈالا گیا ہے- جس کے پاس مال بہت کم ہے اس پر زکات بھی نہیں ہے اور جس کے پاس مال کی فراوانی ہے اسے زکات سے زیادہ رضاکارانہ خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مال کو جمع کرنا ویسے ہی ناپسندیدہ قرار دے دیا گیا ہے-

ان تمام احکامات کی روح یہ ہے کہ مال جمع کرنے کے لیے نہیں بل کہ خرچ کرنے کے لیے ہے- اس کے علاوہ اہلِ علم کی ایک بڑی تعداد نے اس امر کو بھی اسلامی حکومت کی اتھارٹی میں بتایا ہے کہ اگر غربا و مساکین کی کفالت کے لیے محض فرض زکات سے بیت المال کا نظام نہ چل رہا ہو تو اُمرا کی دولت سے مزید بھی لیا جا سکتا ہے- اگر اسلامی حکومت یہ فیصلہ کرتی ہے تو اہل ثروت کے لیے ضرورت سے زیادہ مال دینا لازم ہو گا- علامہ ابن حزمؒ نے المحلیٰ میں ایسی روایات اکٹھا کی ہیں- ایک روایت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور تین سو دیگر صحابہ کرم کے بارے میں نقل ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ایک موقع پر جب ان کا سامانِ خورونوش ختم ہونے کو تھا تو ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو اور پھر سب کو یک ساں تقسیم کر کے گزارے کا سامان کر لیا گیا۔[1]

5.5-ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی: انفاق فی سبیل اللہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (11) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ (12) فَكُّ رَقَبَةٍ (13) أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (14) يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (15) أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (البلد: 11-16)

"مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی اور تم کیا جانو! کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقے (بھوک) کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔"[2]

اسلام کے معاشی نظام کی انفرادی خصوصیت جمعِ مال پر روک لگانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مال کے خرچ کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ چوں کہ اسلام کے نقطہ نظر سے اصل پونجی آخرت کی پونجی ہے اور مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کو اللہ کی خوش نودی کے بڑے ذرایع میں سے ایک قرار دیا گیا ہے۔ معروف حدیث کے مطابق دو افراد کے علاوہ کسی پر رشک نہ کیا جائے؛ ایک وہ شخص جس کو قرآن عطا ہوا ہے اور وہ اسے دن رات تلاوت کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور وہ اعلانیہ اور خفیہ اس کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے جیسے اسلام کا معاشی نظام

---

[1] ظاہری، ابن حزم، المحلیٰ، 6/158

[2] البلد 90؛ 11 تا 16

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے تقاضوں کے ساتھ اپنے قدم جماتا ہے ویسے ویسے 'دنیا کو ہاتھ میں رکھنے لیکن دل میں جگہ نہ دینے' کی تعلیم کے ذریعے اسلامی معاشی نظام اور اس میں رہنے والوں کے ہاں مال کی ہوس اور لوٹ مار کی سوچ کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔

افراد بھی ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، ریاست بھی عوام سے مانگنے اور نچوڑنے کے بجائے دینے کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ [النور: 33]

"اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔"

اس آیت کا مخاطب جہاں فرد ہے وہیں ریاست بھی ہے۔ یہ آیت آئی تو ہے ان غلاموں کے پس منظر میں جو اپنے مالک سے یہ معاملہ طے کر لیں کہ وہ انھیں اتنی رقم ادا کر دیں تو وہ انھیں آزاد کر دیں گے، جسے اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں۔ ایسے حوصلہ مند غلاموں کے سلسلے میں یہ تاکید آئی ہے کہ ان کی مدد کرو، اور تمھیں اللہ نے جو مال عطا کیا ہے، اس سے ان کے ہاتھوں کو مضبوط کرو۔ لیکن ظاہر ہے یہ آیت انھی غلاموں کے ساتھ خاص نہیں ہے بل کہ ہر اس شخص اور ہر اس گروہ پر اس کا اطلاق ہو گا جو مالی تعاون کا مستحق ہو۔ اس حکم کے مخاطب افراد بھی ہیں، مسلم سماج بھی ہے، اور اسلامی حکومت اور اسلامی نظام بھی، یہ ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنی حیثیت اور حالات کے مطابق ناداروں کی مدد کرے، اور ان کی سطح کو بلند کرنے میں اپنا متوقع کردار ادا کرے۔ یہاں مسئلہ صرف روزی روٹی کا نہیں ہے بل کہ اگر کوئی قسمت کا مارا ہوا شخص اپنی قسمت بنانا چاہتا ہے، وہ اپنی سطح سے اوپر اٹھنا چاہتا اور سماج میں اپنا مقام پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے سہارا دینا بھی ہمارا فرض ہے۔ ہر مال اللہ کا مال ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں جب اسلام کے زریں اصولوں پر عمل کرنے اور حق داروں کو ان کا حق ادا کرنے سے اتنی فراوانی اور خوش حالی پیدا ہو گئی کہ زکات لے کر نکلتے تھے لیکن کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.6- تحدید ذرایع معاش

ہر اخلاقی نظامِ فکر کی طرح اسلام نے معیشت و معاش کے میدانوں میں کچھ صورتوں کو ناجائز ٹھیرایا ہے اور دیگر کی اجازت دی ہے تاکہ معاشرہ ایک صالح ڈگر پر گام زن ہو سکے اور آگے بڑھ سکے- رسولوں اور اہل ایمان کو عملِ صالح سے پہلے حلال کمانے اور کھانے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ جسم وروح کی پاکیزگی یک ساں برقرار رہ سکے- عبادت کی قبولیت تک کو رزقِ حلال سے مشروط کر دیا گیا ہے-[1]

يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

[المؤمنون: 51]

"اے پیغمبرو، کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح، تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اس کو خوب جانتا ہوں-"

اسلام کا اسلوب یہ ہے کہ وہ پابندیاں زیادہ نہیں لگاتا، کھانے پینے کے معاملے میں چند چیزوں کو حرام قرار دیا گیا اور ان کے ماسوا جو بھی لقمہ بنایا جائے، کوئی حرج نہیں- اسی طرح مالی معاملات میں بھی کچھ صورتیں شجر ممنوعہ ٹھیرا دی گئی ہیں- یہ دو قسم کی ہیں:

ایک تو معاشی استحصال کی تمام صورتوں سے بہ راہ راست روک دیا گیا جس میں سُود، دھوکا فراڈ، ذخیرہ اندوزی، رشوت ستانی اور جُوے جیسے ذرایع شامل ہیں جو معاشرے کو معاشی و اخلاقی ہر دو لحاظ سے پراگندہ کرتے ہیں-[2]

---

[1] ملبسه حرام ومشربه حرام فانىّ يستجاب بذلك (الحديث)

[2] بے حیائی اور عریانی کی ترویج سے کمائی کرنا ویسے ہی حرام قرار دے دیا گیا ہے جیسا کہ خود ان چیزوں کو: ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله (لقمٰن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جن چیزوں کو اسلام نے حرام قرار دے دیا ہے، مثلاً نشہ آور اشیا، ان کی تجارت سے نفع کمانا بھی حرام قرار پایا- ان کے علاوہ کیسے کمایا جائے؟ اس بارے میں انسان کو عام اجازت دی گئی ہے، بس شرط یہ ہے کہ حرام ذرایع سے اجتناب کیے رکھے- (حلال و حرام کی مزید تفصیل اگلے یونٹ میں آئے گی-)

5.7-اخراجات کے اصول

دولت کے ارتکاز کو روکنے، نیز معاشرے کے تمام طبقات بلا جبر و اکراہ اس منزل کی طرف لے جانے کے لیے جہاں زکات لے کر سب نکلیں لیکن لینے والا کوئی نہ ملے، اسلام ایک تو حصولِ معاش کے ساتھ ساتھ مصارف پر بھی قابلِ ذکر پابندیاں عائد کرتا ہے- پروفیسر مظفر حسین کے الفاظ میں " دولت کے اخراج کے لیے اسلام فرد کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں میں پابند کرتا ہے- اسلامی معیشت میں کیا خرچ کیا جائے؟ کس طرح خرچ کیا جائے اور کس پر خرچ کیا جائے؟ تینوں سوالات کے جواب موجود ہیں-"[1] کیا خرچ کیا جائے، کا جواب تین درجات میں ہے:

دولت کی ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد پہلا درجہ لازم ہے، جو زکات ہے- دوسرے درجے میں حسبِ توفیق خرچ کرنا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ [البقرة 2: 177]

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بل کہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو

[1] اسلامی معاشیات، پروفیسر مظفر حسین ملاٹھوی، 50، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں او
رمسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے-"

اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا بے حد مستحسن ہے اور عبادت میں شمار ہے بل کہ اس کے برعکس کنجوسی ایک ناپسندیدہ امر مانا گیا ہے: **ان اللّٰہ یحب لیریٰ اثر نعمتہ علیٰ عبدہ-**

تیسرا درجہ، درجۂ کمال ہے جس کی ترغیب بے انتہا دی گئی ہے اور خود نبی ﷺ کا فقر اسی درجے کا فقرِ اختیاری تھا کہ اپنی بنیادی ترین ضروریات کے سوا سب صدقہ کر دیا کرتے تھے-

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ [البقرۃ: 219]

"پوچھتے ہیں ہم راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو: جو کچھ تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو-"

یوں اسلامی معیشت بہ تدریج لوگوں کے دل و دماغ سے مال کی محبت نکال کر معاشرے میں امیر و غریب کا فرق کم سے کم ترین کرنے کی مسلسل کوشش کرتی ہے- یہ وہ کام ہے جو جبر سے کچھ عرصے کے لیے تو ہو سکتا ہے، ہمیشہ کے لیے ممکن نہیں-

انفرادی اور اجتماعی سطح پر میانہ روی کی تلقین کی گئی ہے؛ فضول خرچی کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اور اعتدال کے ساتھ معاملات کو انجام دینا اسلام کا مزاج ہے- میدانِ معیشت میں بھی اسراف و تبذیر سے بچ کر چلنا اور جائز ضروریات پر خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لینا اعتدال کی راہ ہے-

عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے، سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھنا، دنیا سے جائز حدود میں رہ کر اعتنا کرنا اور تعمیرِ ارض کے کام کو انجام دینا خود خدائی منشا ہے- اسلامی معیشت اور اسلامی خزانے کے منہ ہمیشہ ان حقیقی انسانی ضروریات کے لیے کھلے رہتے ہیں- دوسری طرف قومی سطح پر میلوں ٹھیلوں کا غیر ضروری انعقاد، حکام کے ہاں ہشام و خدام کی فراوانی اور بلا ضرورت تعمیرات، اقربا پروری اور بیت المال کا بے جا استعمال فضول خرچی کی مثالیں ہیں جن کو اسلامی نظام معیشت میں کہیں جگہ حاصل نہیں ہو سکتی اِلا یہ کہ حکم ران اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہدایات سے انحراف کرنے والے ہوں-

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی

1. اسلامی اور مغربی مفکرین کے حوالے سے علم معاشیات کی تعریف اور مکاتب فکر بیان کریں۔
2. علم معیشت کی اقسام پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔
3. اسلامی معاشیات کے بنیادی اصولوں اور خصوصیات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔
4. اسلام میں ممنوع ذرائع معاش اور ارتکازِ دولت کی حوصلہ شکنی پر بحث کریں۔
5. کفالت عامہ کے تصور پر نوٹ لکھیں۔

ماخذ و مصادر

- معاشیاتِ اسلام، سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- قرآنی اصول معاشیات، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن
- ہمارا معاشی نظام، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی
- اقتصادیات اسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر2

اسلام میں حلال و حرام کا امتیاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 42
یونٹ کے مقاصد 42
1- حلال و حرام کا معیار 43
2- رزق حلال کی اہمیت 44
3- مالِ حرام سے اجتناب کی تاکید 46
4- مال حرام کی ممانعت: احادیث کی روشنی میں 47
5- حلال ذرائع معاش 51
5.1- تجارت 52
5.2- زراعت 54
5.3- صنعت و حرفت اور دیگر جائز پیشے 56
6- حرام معاشی ذرائع 59
6.1- سودی کاروبار 59
6.2- جوا کا کاروبار 62
6.2.1 تحریم میسر کی حکمتیں 62
6.3- شراب کی خرید و فروخت 63
6.4- جسم فروشی 66
6.5- رقص 68
6.6- رشوت ستانی 69
6.6.1- ہدیہ، تحفہ یا رشوت؟ 72

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6.7-چوری 73
6.8-ذخیرہ اندوزی 74
6.9-مجسمہ اور بت سازی 75
7-صَرفِ دولت میں حلال و حرام کی رعایت 76
خود آزمائی 78
ماخذ و مصادر 78

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

اسلام ایک جامع، مکمل اور فطری نظام زندگی ہے- چناں چہ اسلام نے عالم انسانیت کی رہ نمائی صرف عقائد و عبادات ہی میں نہیں بل کہ اخلاق و معاملات، معاشرت، معیشت، سیاست و نظام حکومت، اور نظام عدل و انصاف وغیرہ تمام شعبہ حیات میں بھی کی ہے اور ایک مسلمان سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان تمام شعبوں میں اللہ اور اس کے رسول کے صادر کردہ احکامات کا پابند ہو- اسباب معیشت یعنی حصول رزق کے مختلف ذرائع ملازمت، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت وغیرہ کو اختیار کرنا چوں کہ انسان کی فطری ضروریات میں سے ہے اس لیے اس شعبہ میں بھی اسلامی شریعت کی رہ نمائی ناگزیر تھی اور یہی وجہ ہے کہ شرعی علوم کا ایک بڑا حصہ معاملات اور معیشت کی نذر ہے- اسلامی شریعت میں معاشی و اقتصادی مسائل کے متعلق جو ہدایات دی گئی ہیں ان میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ حلال و حرام ذرایع معیشت میں امتیاز برتا جائے اور محض مادی ترقی یا دنیوی آسایشوں کے حصول کو مقصد نہ بنالیا جائے کہ ہر طرح کے ذرایع کو اختیار کرتے ہوئے صرف دولت جمع کرنے پر توجہ ہو- دوسرے لفظوں میں اسلام نے معاشی جد و جہد کو حلال و حرام کا پابند کیا ہے- یہ ایک ایسا اصول ہے جس سے دور جدید کی معاشیات قطعاً نا آشنا ہے-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ قابل ہو سکیں گے کہ:

1. حلال و حرام میں فرق و امتیاز کے متعلق اسلام کی بنیادی تعلیمات جان سکیں-
2. رزق حلال کی اہمیت سے واقف ہو سکیں-
3. رزق حرام کے سنگین اثرات و نتائج سے آگاہی حاصل کر سکیں-
4. یہ معلوم کر سکیں کہ قرآن و حدیث کی رو سے کون سے ذرایع آمدن حلال اور جائز ہیں؟
5. ان ذرایع سے آگاہ ہو سکیں جنھیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-حلال وحرام کا معیار

1. سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ اسلام میں کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف شارع یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے- کوئی انسان محض اپنی مرضی یا خواہش سے کسی شے کو حلال یا حرام نہیں کر سکتا- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ (النحل 116:16)

"اور یہ جو تمھاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام، تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھا کرو- جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہر گز فلاح نہیں پایا کرتے-"

2. رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ سلم بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں کسی شے کو حلال یا حرام کہہ سکتے ہیں- قرآن مجید میں تحلیل و تحریم کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب بھی کی گئی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: 157) "(پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حِصہ ہے) جو اِس پیغمبر نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر اُنھیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے- وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں، حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے-"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3. شریعت میں حلال اور حرام واضح بیان کر دیے گئے ہیں جنھیں بہ آسانی جانا جا سکتا ہے- ان کے علاوہ جن امور میں شبہہ ہو ان سے اجتناب بہتر ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الْحَلالُ بَيِّنٌ ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ ، أَلا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلا إِنَّ حِمَى اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ (صحيح بخاری)

" حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنھیں بہت سے لوگ نہیں جانتے- تو جس نے شبہے والی چیزوں سے اجتناب کیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا- اور جو شبہات والے امور میں پڑ گیا تو وہ اس چرواہے کے مانند ہے جو کسی کی چراگاہ کے قریب جانور اچرواتا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کے اندر چلا جائے- یاد رکھو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کی زمین میں اس کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں-"

2-رزق حلال کی اہمیت

کتاب و سنت میں طلبِ حلال کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور حرام سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے- اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کی قبولیت کے لیے رزق حلال پر اکتفا اور حرام مال سے بچنے کی پابندی لازمی شرط ہے-

حلال کی اہمیت کے پیش نظر ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مخاطب ہو کر حلال کا اہتمام کرنے کی ہدایت دی ہے- چناں چہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون 23: 51)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو"۔

دوسرے مقام پر تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے انھیں یہی حکم دیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرۃ 2:168)

"اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔"

اسی طرح ایک اور جگہ اہل ایمان کو یوں اس کی تاکید فرمائی:

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (النحل 16:114)

" پس اللہ نے جو تم کو حلال طیب رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر اسی کی عبادت کرتے ہو۔"

قرآن مجید میں حصول رزق حلال کو خدا کے فضل کی تلاش سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعۃ 62:10)

" پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال کا اہتمام کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (سنن ترمذی)

"جس نے پاکیزہ رزق کھایا اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی تکلیف سے محفوظ رہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

اسلام کی رُو سے رزق حلال کی تلاش و جستجو اور اس کے لیے محنت و کاوش کرنا جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

أما إنَّهُ إن كانَ يسعى على والديهِ أو أحدِهِما فَهوَ في سبيلِ اللَّهِ وإن كانَ يسعَى على عيالٍ يَكْفِهِم فَهوَ في سبيلِ اللَّهِ وإن كانَ يسعى على نفسِهِ فَهوَ في سبيلِ اللَّهِ (سنن بيهقی)

"اگر کوئی شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کے لیے محنت کرتا ہے تو وہ گویا جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہے؛ اسی طرح اگر وہ اپنی ذات کے لیے سعی و کاوش کرتا ہے تو وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں ہے۔"

ان شرعی نصوص سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ رزق حلال کا اللہ تعالیٰ کی بندگی، اعمال صالحہ اور شکر گزاری سے گہرا تعلق ہے اور اس سے انحراف کرنا شیطان کی پیروی کے مرادف ہے۔ اس بنا پر طلب حلال ہر مسلمان پر لازم ہے۔

3۔ مالِ حرام سے اجتناب کی تاکید

شریعت میں جہاں طلب حلال کی ترغیب دی گئی ہے، وہیں دوسری طرف حرام مال سے بچنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (النساء4:29)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دُوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے-"

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرة2:188)

"اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دُوسرے کے مال باطل طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دُوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے-"

باطل طریقوں سے وہ تمام ذرایع مراد ہیں جنھیں شریعت میں ممنوع قرار دیا گیا ہے- اس لیے ایسے کسی بھی ذریعے سے مال کمانا یا اپنی دولت میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے-(ان ذرایع کی تفصیل آگے بیان ہو گی-)

4-مال حرام کی ممانعت: احادیث کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل و تشریح کی حیثیت رکھتے ہیں- آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حرام مال سے اجتناب کے متعلق بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے اور مختلف اسالیب سے اس کے تباہ کن اثرات و نتائج سے باخبر کیا ہے-ان میں سے چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

1. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا، وإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ تَعَالَى: ((يَأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُواْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا))، وَقَالَ تَعَالَى: ((يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ)) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّماءِ يا رَبِّ.. يا رَبُّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَهُ؟ (صحيح مسلم)

"بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ نے مومنوں کو بھی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو دیا ہے- اللہ نے فرمایا: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو- اور مومنوں سے فرمایا: اے ایمان والو! جو ہم نے تمھیں رزق دیا اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ- پھر نبی کریمؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے جس سے اس کے بال اُلجھے ہوئے اور جسم غبار آلود ہو جاتا ہے- وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دستِ دعا دراز کرتا ہے- کہتا ہے: اے رب! اے رب! جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور اس کی پرورش بھی حرام غذا سے ہوئی ہوتی ہے، تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہو گی؟"

عزیز طلبہ! یہ حدیث مبارکہ بہت ہی قابل غور ہے کہ اس سے رزق حلال کی اہمیت اور حرام مال کی تباہ کاریوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی روزی کے متعلق یہ پروا نہیں کرتا کہ وہ اسے کہاں سے حاصل کر رہا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کو فراموش کر دیتا ہے، اس کی دعائیں بھی رد کر دی جاتی ہیں- پھر حالت سفر میں تو دعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ تین لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی جن میں سے ایک مسافر ہے- لیکن حرام مال کی نحوست اتنی شدید ہے کہ اس کی وجہ سے حالت سفر میں بھی دعا رد کر دی جاتی ہے!

2. حضرت سعد بن ابی وقاص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے لیے دعا کیجیے کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں (یعنی میری تمام دعائیں قبول ہوا کریں-) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

أطِبْ مَطعَمَكَ تكُنْ مُستجابَ الدَّعوةِ والَّذي نَفْسُ مُحمَّدٍ بيدِه إنَّ العبدَ لَيقذِفُ اللُّقمةَ الحرامَ في جوفِه ما يُتقبَّلُ منه عمَلُ أربعينَ يومًا وأيُّما عبدٍ نبَت لحمُه مِن السُّحتِ والرِّبا فالنَّارُ أَوْلى به (طبرانی ،المعجم الاوسط)

"اپنی غذا پاکیزہ رکھو، تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے- اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، جو شخص ایک حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے، خدا چالیس روز تک اس کے اعمال قبول نہیں فرماتا اور جس کا جسم رشوت اور سود سے پرورش پاتا ہے تو اس کے لیے دوزخ ہی زیبا ہے-"

3. سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ ، فِي ثَمَنِهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ ، لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلاةً مَا دَامَ عَلَيْهِ (مسند احمد)

"جس نے دس درہم میں ایک کپڑا خریدا جن میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہتا ہے، اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا-"

آج کے دور میں جب کہ اکثر لوگ اپنی آمدن میں حلال و حرام کی تفریق سے بے نیاز ہو چکے ہیں، یہ حدیث بہت زیادہ توجہ کے قابل ہے- ہم سب کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے کہ کیا واقعی ہم اپنے مال کو حرام کی آمیزش سے پاک رکھنے کی کوشش کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اپنی نمازوں کی فکر کرنا چاہیے کہ ان کی قبولیت کا انحصار حرام سے اجتناب میں ہے-

4. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

لا تَغْبِطَنَّ جَامِعَ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ ، أَوْ قَالَ : مِنْ غَيْرِ حَقِّهِ ، فَإِنَّهُ إِنْ تَصَدَّقَ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ ، وَمَا بَقِيَ كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ (مستدرک حاکم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"حلال یا اپنے حق کے بغیر مال جمع کرنے والا اس پر رشک نہ کرے کیوں کہ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہیں ہو گا اور جو باقی رہ جائے گا، وہ جہنم کے لیے اس کا زادِ راہ ہو گا۔"

معاشرے میں ایک رجحان یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ حرام طریقوں سے مال کما کر اس میں سے کچھ روپیا نیکی یا فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے اور پھر اس سے حصول شہرت اور نمود و نمایش بھی مقصود ہوتی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر نیک نیتی سے بھی ایسا مال راہ خدا میں خرچ کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

5. حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِحَرَامٍ (مسند ابو يعلىٰ)

"وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو۔"

6. سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ رُوحَ القُدُسِ نفثَ في رُوعِي، أنَّ نفسًا لَن تموتَ حتَّى تستكمِلَ أجلَها، وتستوعِبَ رزقَها، فاتَّقوا اللهَ ، وأجمِلُوا في الطَّلَبِ ، ولا يَحمِلَنَّ أحدَكم استبطاءُ الرِّزقِ أن يطلُبَه بمَعصيةِ اللهِ ، فإنَّ اللهَ تعالى لا يُنالُ ما عندَه إلَّا بِطاعَتِهِ (الالبانى، الصحيح الجامع)

" روح القدس (جبریلؑ) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق حاصل نہ کر لے اور اپنی مدت پوری نہ کر لے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو اور رزق کی تاخیر تمھیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم خدا کی نافرمانی کے ذریعے اسے تلاش کرنے لگو کیوں کہ خدا کے پاس جو بھی ہے اسے صرف اس کی اطاعت اور نیکی ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔' '

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ انسان کا رزق خدا کے ہاں طے شدہ ہے اور وہ اسے مل کر رہے گا، اب یہ انسان پر ہے کہ وہ اسے حلال طریقے سے حاصل کرتا ہے یا ناجائز طریقوں سے- اس میں انسانی نفسیات کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے کہ انسان جب رزق میں تاخیر دیکھتا ہے تو وہ حرام کمانے کی کوشش کرتا ہے- ایسے موقعے پر اس حدیث کو یاد کر لینا چاہیے کہ رزق تو مل ہی جائے گا لیکن حرام طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے انسان خدا کے غضب اور ناراضی کا مستحق ٹھہرے گا، اس لیے اسے خدا پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے جائز طریقوں سے ہی حصول رزق کی کوشش کرنا چاہیے- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنَّ الرِّزقَ لَيطلبُ العبدَ أكثرُ مما يطلبُه أجلُه (صحيح الجامع)

"بے شک رزق بندے کو اس سے زیادہ تلاش کرتا ہے جتنا اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے-"

اور دوسری روایت میں ہے:

الرِّزقُ أشدُّ طلبًا للعبدِ من أجَلِه (صحيح ابن حبان)

"رزق موت سے بھی زیادہ شدت سے انسان کی تلاش میں ہوتا ہے-"

5- حلال ذرائع معاش

شرعی تعلیمات کی رُو سے اصولی طور پر حصول معاش کا ہر وہ طریقہ جائز ہے جس کی ممانعت وارد نہ ہوئی ہو- جائز معاش کی بنیادی شرطیں دو ہیں:

ایک یہ کہ جو چیز حاصل کی جا رہی ہے، وہ فی نفسہ حلال ہو اور اسے حرام قرار نہ دیا گیا ہو؛ جیسے سؤر، شراب وغیرہ فی نفسہ حرام ہیں، اس لیے انھیں کسی طور حاصل کرنا جائز نہیں ہے، خواہ حلال کے پیسوں یا محنت مزدوری کر کے ہی انھیں حاصل کیا جائے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا اصول یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہ جائز ہو، اس کے حصول کا طریقہ بھی جائز ہونا چاہیے- مثلاً روپیا پیسا، جائیداد وغیرہ چیزیں اصلاً حلال وطیب ہیں لیکن اگر انھیں ناجائز اور حرام طریقے سے حاصل کیا جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہیں جیسے کوئی چوری یا ڈاکے کے ذریعے انھیں حاصل کرلے تو یہ اس کے لیے حرام ہوں گی-

علامہ رشید رضا مصری نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حلال سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اپنی ذات میں جائز ہیں جب کہ طیب سے مراد یہ ہے کہ ان کے حصول کا ذریعہ بھی جائز ہو، ورنہ وہ حلال ہونے کے باوجود جائز نہیں رہیں گی کیوں کہ وہ طیب یعنی پاکیزہ نہیں رہیں، جیسے غصب اور لوٹ کا مال-

شریعت میں کسی خاص پیشے یا ذریعہ معاش کو اختیار کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا تاہم جن ذرایع کا ذکر شرعی تعلیمات میں آیا ہے، ان کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے-

5.1- تجارت

ذرایع معاش میں تجارت سب سے بہتر اور مفید طریقہ ہے- اس کی حلت واضح طور پر قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ2:285)

" اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام-' '

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بھی تجارت فرماتے رہے- اسی طرح حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور اکثر مہاجرین کا ذریعہ معاش تجارت ہی تھا- حضرت علیؓ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انھیں اس کا موقع کم ملا تاہم گاہے بہ گاہے انھوں نے بھی تجارت فرمائی- سرخیل فقہا امام ابو حنیفہؒ بڑے تاجروں میں تھے- امام بخاریؒ بھی تجارت کیا کرتے تھے-

حضرت رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

عمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ (مسند احمد)

" آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر وہ تجارت جو صحیح طریقہ پر ہو' "-

تجارت میں سچائی اور امانت و دیانت کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے- جو تاجر ایسا کرتے ہیں، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بہت بڑی بشارت دی ہے- آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ (سنن ترمذی)

" سچا اور امانت دار تاجر قیامت میں انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا- "

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر تجارت کی بنیاد جھوٹ اور دھوکے پر ہو گی تو اس میں برکت نہیں رہے گی- رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

البَيِّعَانِ بالخيارِ ما لم يتفرَّقَا ، أو قال : حتى يتفرَّقَا ، فإن صَدَقَا وبَيَّنَا بُورِكَ لهما في بَيْعِهِما ، وإنْ كَتَمَا وكَذَّبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بيَعْهِمَا (بخاری و مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت تک (بیع ختم کر دینے کا) اختیار ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں---پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جاتی ہے-‘ ‘

تجارت میں فریقین کی باہمی رضامندی اور دھوکا دہی سے اجتناب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ صرف حلال چیزوں ہی کی تجارت کی جائے- حرام اشیا کی خرید و فروخت بھی حرام ہی ہو گی الا یہ کہ ایسا ناگزیر ہو جیسے الکحل والی دواؤں کی بیع بہ امر مجبوری رَوا ہے جب کہ عمومی طور پر نشہ آور چیزوں کا لین دین جائز نہیں ہے-

5.2-زراعت

زراعت بھی ایک جائز ذریعہ معاش ہے- چناں چہ انصار صحابہ رضی اللہ عنھم کی اکثریت کا وسیلہ معیشت یہی تھا- سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

ما من مسلِمٍ يغرسُ غرسًا أو يزرعُ زرعًا فيأْكُلُ منْهُ طيرٌ أو إنسانٌ أو بَهيمةٌ إلَّا كانَ لَهُ بِهِ صدقةٌ (صحيح بخارى)

” کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرندہ یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں، وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے“-

اس حدیث کو امام مسلمؒ نے یوں بیان کیا ہے:

أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ دخل على أمِّ مبشرٍ الأنصاريةِ في نخلٍ لها . فقال لها النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ : (من غرس هذا النخلَ ؟ أمسلمٌأم كافرٌ ؟) فقالت بل مسلمٌ . فقال : (لا يَغرسُ مسلمٌ غرسًا ، ولا يزرع زرعًا ، فيأكل منه إنسانٌ ولا دابةٌ ولا شيءٌ ، إلا كانت له صدقة (صحيح مسلم)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ام مبشر نامی انصاری صحابیہ کا لگایا ہوا کھجور کا درخت دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا: یہ درخت کس نے لگایا ہے، کافر نے یا مسلمان نے؟ انھوں نے عرض کیا: مسلمان نے- تو آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ میں لکھا جاتا ہے"- (صحیح مسلم)

ان احادیث میں لفظ" او یزرع زرعا" موجود ہے یعنی کچھ بھی زراعت کرے چاہے باغ لگائے یا کھیتی کرے- تو اس سے جو بھی آدمی، جانور، فائدہ اٹھائیں اس کے مالک کے ثواب میں بہ طور صدقہ لکھا جاتا ہے- شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں باغ بانی اور زراعت اور زمین کو آباد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے-

زراعت کے سلسلے میں یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ایسی چیزیں کاشت کر کے پھر انھیں بیچنا جائز نہیں ہو گا جو حرام ہیں، جیسے گانجا اور دیگر نشہ آور چیزیں- اصول یہ ہے کہ جو چیز حرام ہے، اس کی ترویج بھی حرام ہے اور اسے ذریعہ معاش بنانا جائز نہیں- یہ ایسے ہی کہ کوئی شخص سؤروں کی افزایش کر کے انھیں غیر مسلموں کو فروخت کرتا پھرے- شریعت نے حرام سے بچنے کی اس قدر تاکید کی ہے کہ ایسے شخص کو کوئی حلال چیز بیچنا بھی جائز نہیں ہے جس کے متعلق یقینی معلوم ہو کہ وہ اس کا استعمال حرام کے لیے کرے گا، اسی اصول کے پیش نظر شراب بنانے والے کو انگور فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے-

موجودہ حالات میں خصوصاً پاکستان کے زرعی معاشرے کے لحاظ سے بھی یہ ایک اہم ذریعہ معاش ہے جسے اختیار کیا جاسکتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.3-صنعت و حرفت اور دیگر جائز پیشے

جائز معاشی ذرایع میں یہ بھی ہے کہ انسان تجارت یا زراعت کے عمومی طریقوں علاوہ صنعت و حرفت، ملازمت یا کسی بھی جائز طریقے سے محنت مشقت کر کے اپنی روزی کمانے کی کوشش کرے اور سوال کرنے یا مانگنے سے گریز کرے-

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آیا، وہ کچھ مانگ رہا تھا- آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمھارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟" کہنے لگا: کیوں نہیں، ایک کملی سی ہے، اس کا ایک حصہ اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچھا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں- آپ نے فرمایا: "یہ دونوں میرے پاس لے آؤ-" چناں چہ وہ لے آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انھیں اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: "کون یہ چیزیں خریدتا ہے؟" ایک شخص نے کہا: میں انہیں ایک درہم میں لیتا ہوں- آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟" آپؐ نے دو یا تین بار فرمایا- ایک (اور) شخص نے کہا: میں ان کے دو درہم دیتا ہوں- چناں چہ آپؐ نے دونوں چیزیں اسے دے دیں اور دو درہم لے لیے اور وہ دونوں اس انصاری کو دے دیے اور اس سے فرمایا: "ایک درہم کا طعام خریدو اور اپنے گھر والوں کو دے آؤ اور دوسرے سے کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ-" جب وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ ٹھونک دیا اور فرمایا: "جاؤ! لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ دن تک میں تمھیں نہ دیکھوں-" چناں چہ وہ شخص چلا گیا، لکڑیاں کاٹتا اور فروخت کرتا رہا- پھر آیا اور اسے دس درہم ملے تھے- کچھ کا اس نے کپڑا خریدا اور کچھ سے کھانے پینے کی چیزیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "یہ اس سے بہتر ہے کہ مانگنے سے تیرے چہرے پر قیامت کے دن داغ ہوں- بلاشبہہ مانگنا روا نہیں ہے، سوائے تین آدمیوں کے: از حد فقیر محتاج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاک نشین کے، یا بے چینی میں مبتلا قرض دار کے، یا دیت میں پڑے خون والے کے (جس پر خون کی دیت لازم ہو)-" (سنن ابو داؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو سوال کرنے کے بجائے محنت کرنا چاہیے اور ہر ممکن ذریعہ اختیار کر کے اپنے معاش کا بندوبست کرنا چاہیے-اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی جائز کام یا پیشے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنا چاہیے-

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ (بخاری و مسلم)

" وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے، چاہے وہ اسے کچھ دے دے یا نہ دے-' '

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ (صحیح بخاری)

" کسی آدمی کے لیے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے-' '

سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے زرہیں بناتے تھے-اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ وہ بڑھئی کا کام کرتے تھے-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كَانَ زَكَرِيا - عليه السلام - نَجارًا (صحيح مسلم)

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں تمام وہ ذرائع معاش اور پیشے شامل ہیں جن میں انسان محنت و مشقت کرتا اور اپنی توانائیاں صرف کرتا ہے۔

اسی طرح حدیث شریف کے مطابق انبیاے کرام علیہم السلام بکریاں بھی چراتے رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَعَثَ اللّٰه نَبِيًّا إِلاَّ رَعٰى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ (صحيح بخارى)

"اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی چرائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں چند قیراط اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے تھے، حضرت آدم علیہ السلام کاشت کاری کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام سلائی کا کام کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (مستدرک حاکم)

اسلامی تعلیمات کی رُو سے ایسے پیشے اختیار کرنا فرض کفایہ ہے جن کی عدم موجودگی سے افرادِ معاشرہ اپنی ضروریات پوری کرنے میں مشقت کا شکار ہو جائیں۔ اس لیے اتنے لوگ اس شعبے سے وابستہ ہونا چاہییں جن سے افراد معاشرہ کی ضروریات بہ طریق احسن پوری ہو سکیں اور اگر کوئی بھی انھیں نہیں اپنائے گا تو سبھی گنہ گار ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6-حرام معاشی ذرایع

اسلامی نظام معیشت کا ممتاز اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں محض مال و دولت جمع کرنے کی ترغیب ہے نہ ہر شخص کو اس بات کی کھلی چھوٹ ہے کہ وہ ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اپنی تجوری بھرتا رہے بل کہ شریعت اسلامیہ میں ایسے ذرایع معاش کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جن سے دوسروں کا استحصال ہوتا ہو یا وہ اپنی اصل نہاد میں پاکیزہ نہ ہوں اور ایسے امور پر مشتمل ہوں جنھیں گناہ قرار دیا گیا ہے- اس کے باوصف بہت سے لوگ حلال و حرام کے فرق کو پس پشت ڈال کر صرف مال اور جائیداد اکٹھا کرنے میں مشغول ہیں-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لاَ يُبَالِي المَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الحَلاَلِ أَمْ مِنَ الحَرَامِ (صحيح بخاری)

"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہو گی کہ اس نے حلال طریقہ سے مال کمایا ہے یا حرام طریقہ سے-"

آج شاید ہم اسی عہد میں ہیں کہ معاشرے میں حرام معاملات کی کثرت نظر آتی ہے- ذیل میں چند ایسے ذرایع معاش کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے تا کہ ان سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو سکے-

6.1-سودی کاروبار

شریعت اسلامیہ میں سود قطعی طور پر حرام ہے- سود کو قرآن کریم نے اتنا سنگین گناہ قرار دیا ہے کہ کسی اور گناہ کو اتنا سنگین گناہ قرار نہیں دیا- شراب نوشی، خنزیر کھانے، زناکاری، بدکاری وغیرہ کے لیے قرآن کریم میں ایسی سخت وعید نہیں آئی جو سود کے لیے آئی ہے- اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ (البقرة 2: 279/278)

" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو، اگر تمھارے اندر ایمان ہے - اگر تم سود کو نہیں چھوڑو گے، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو یعنی ان کے لیے اللہ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے - ' '

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دِرْہَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَہُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زَنْيَة (مشكاة المصابيح)

" جانتے بوجھتے سود کا ایک درہم کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے - "

لہٰذا ایمان والوں کو ہر اس پیشے سے دور رہنا ہے جس میں سود کی آمیزش ہو - واضح رہے کہ سودی کام پہ کسی کی مدد کرنا بھی ویسے ہی ہے جیسے سودی کاروبار کرنا، اس لیے سود پہ کسی طرح کا تعاون بھی پیش کرنا جائز نہیں ہے - حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ، وقال: ہم سواء (صحیح مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے، اور سود پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔' '

ایک حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امت کو سات ہلاک وبرباد کرنے والی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سات چیزوں میں شرک، جادو، قتل ناحق، میدان جنگ سے فرار ہونا، تہمت طرازی، یتیم کا مال ناحق کھانے کے ساتھ سود خوری کا ذکر صریح الفاظ میں آیا ہے۔(بخاری و مسلم)

فی زمانہ سود کا چلن عام ہے اور قریباً ہر شخص کسی نہ کسی طرح اس میں ملوث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَيَأْتِيَنّ علَى النّاسِ زَمَانٌ لاَ يَبْقَى أحَدٌ إلاّ أكَلَ الرّبَا، فَإنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ (سنن نسائی)

" لوگوں پر ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا کہ کوئی بھی سود سے نہ بچ سکے گا اور کوئی شخص سود خوری سے بچ بھی گیا تو بھی سود کے دھویں اور غبار سے نہیں بچ سکے گا۔' '

سود کی حرمت اور شناعت و قباحت پر بے شمار نصوص کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ اس لیے ہمیں ہر حال میں سود سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے اور یہ حقیقت ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ سود سے بہ ظاہر تو مال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن دراصل مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (البقرۃ 276:2)

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔' '

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6.2-جوا کا کاروبار

جوا ایک مذموم کھیل ہے-اس کھیل میں ایک شخص کو زبردست خسارہ ہوتا ہے جب کہ دوسرا فریق بغیر کسی محنت ومشقت کے بہت سارا مال ومتاع جیت لیتا ہے- اس میں لوگ نہ جانے کیا کیا ہار جاتے ہیں،مال و متاع،گھر اور بعض جواری تو بیوی تک ہار کر شرمندگی اٹھاتے ہیں- اگر جوا کھیلنے والے یہی شرمندگی اگر ابتدا ہی میں محسوس کر لیں تو پھر کبھی اس شرم ناک کھیل کے قریب نہ جائیں-جوا ایک طرح کا نشہ ہوتا ہے جو بہ مشکل ختم ہوتا ہے-یہ نشہ اس وقت تک شیطان بن کر اس کے سر پر سوار رہتا ہے جب تک کہ اس کی لٹیا نہ ڈوب جائے-جوا ایک طرح کا دھوکا اور فریب کاری ہے-اسلام میں فریب کاری تو ممنوع ہی ہے،جُوے کی حرمت بھی منصوص طور پر ثابت ہے-

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ5:90)

”اے ایمان والو!یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے،یہ سب گندے شیطانی کام ہیں،ان سے پرہیز کرو،اُمید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہو گی-‘ ‘

6.2.1 تحریم میسر کی حکمتیں

تحریم میسر یعنی جوا کی حرمت کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

1. اسلام چاہتا ہے کہ اکتساب مال کے سلسلہ میں مسلمان سنن الٰہی کا متبع ہو اور نتائج کو اسباب کے ذریعہ حاصل کرے اور جوا جس کی ایک قسم لاٹری ہے، انسان کو بخت واتفاق اور خالی آرزوں پر بھروسا کرنا سکھاتا ہے جب کہ اسلام عمل،جدوجہد اور ان اسباب پر بھروسا کرنا سکھاتا ہے جنھیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے-

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

2. اسلام انسان کے مال کو محترم ٹھہراتا ہے اوراس کے لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ یاتو جائز طریقہ پر لین دین ہو یا کوئی شخص اپنی رضامندی سے ہبہ یا صدقہ کرے -رہاقمار کے ذریعہ مال حاصل کرناتووہ باطل طریقہ پر مال کھانے کے مترادف ہے-
3. اس سے جواکھیلنے والوں کے درمیان بغض وعداوت پیداہوتی ہے- اگرچہ وہ زبانی طورپر رضامندی کااظہار کرتے ہوں ،کیوں کہ ان کامعاملہ ہمیشہ غالب اور مغلوب کے درمیان رہتا ہے اور جب مغلوب خاموشی اختیار کرتاہے تواس کی خاموشی غیظ وغضب لیے ہوئے ہوتی ہے کیوں کہ وہ نقصان اٹھاچکاہوتاہے-
4. بازی ہار جانے کی صورت میں مغلوب دوبارہ جواکھیلنے پر آمادہ ہوجاتاہے اس امید پر کہ شاید اب کی بار نقصان کی تلافی ہوگی-اسی طرح غالب کو غلبہ کی لذت دوبارہ بازی لگانے اور مزید نفع بٹورنے پر آمادہ کرتی ہے-
5. بنابریں یہ شوق جس طرح فرد کے لیے خطرہ کاباعث ہے اسی طرح سماج کے لیے بھی خطرہ کاشدید باعث ہے،یہ ایساشوق ہے جس میں محنت اور قوت کی بربادی ہے-

غرض یہ کہ یہ کھیل جوے بازوں کوبالکل معطل کرکے رکھ دیتاہے جوزندگی کی محنت سے توفائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کوادانہیں کرتے-قمارباز ہمیشہ اپنے رب کی عائد کردہ ذمہ داریوں سے غفلت برتتاہے نیزاپنے نفس اپنے خاندان اوراپنی ملی ذمہ داریوں سے بھی بے پرواہ ہوجاتاہے-ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے دین،اپنی عزت اوراپنے وطن کو بھی اپنے مفاد کی خاطر بیچ دیں-

6.3-شراب کی خرید وفروخت

شراب کو"ام الخبائث" یعنی تمام خباثتوں کی جڑکہاگیاہے کیوں کہ آدمی شراب کی حالت میں کچھ بھی کرسکتاہے- وہ زناکاری کاارتکاب کرسکتاہے، کسی کی حرمت پرڈاکہ زنی کرسکتاہےاور خودکشی بھی کرسکتاہے- مشہورواقعہ ہے کہ ایک آدمی کوتین کاموں میں سے کسی ایک کااختیاردیاگیا:چاہے وہ شراب نوشی کرے یازناکری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے یا ایک آدمی کو موت کی گھاٹ اتار دے-اس نے تین کاموں میں شراب نوشی کو پسند کیا اور جب شراب پی لی تو نشہ کی حالت میں زنا کا بھی ارتکاب کر لیا اور آدمی کو بھی قتل کر دیا- یہ حقیقت ہے کہ اس سے بہت ساری خرابیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں- انسان کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور کئی بیماریاں بھی لاحق ہو جاتی ہیں-

قرآن مجید میں شراب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح پا سکو-" (المائدۃ 5:190)

رسول اکرم ﷺ نے بھی اللہ کی طرف سے شراب کی حرمت کا واضح اعلان فرما دیا ہے- آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

كلُّ مُسكِرٍ خَمرٌ وَكُلُّ مُسكِرٍ حَرامٌ (صحيح مسلم)

"ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے-' '

نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ الخمرَ ، و حَرَّمَ المَيْتَةَ و ثمنَها ، و حَرَّمَ الخِنْزِيرَ و ثَمَنَهُ (صحيح الجامع)

"اللہ نے شراب حرام کیا ہے، مردار اور اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا، سوَر اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے-' '

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لعن اللهُ الخمرَ ، وشارِبَها ، وساقِيَها ، وبائِعَها ، و مُبْتَاعَهَا ، وعاصرَهَا ، ومُعْتَصِرَها ، وحامِلَها ، و المحمولَةَ إليهِ ، وآكِلَ ثَمَنِها (صحيح الجامع)

"اللہ تعالی نے شراب پہ، اس کے پینے والے، پلانے والے، اسے نچوڑنے والے، جس کے لیے نچوڑی گئی، اس کے بیچنے والے، خریدنے والے، اٹھانے والے، جس کی طرف اٹھائی گئی ہو، اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔"

شراب پینے سے جہاں اسلامی نقطہ نظر سے بہت ساری خرابیاں ہوتی ہیں، وہیں طبی نقطہ نظر سے بھی آدمی متعدد خرابیوں اور بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، مثلاً:

- محنت کرنے کی صلاحیت ولیاقت ختم ہونے لگتی ہے۔
- مالی حالت خراب تر ہو جاتی ہے۔
- خون کی رفتار کافی تیز ہو جاتی ہے۔
- دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے۔
- آدمی اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے اور اسے کسی چیز کا علم نہیں رہ جاتا۔
- آدمی کے اندر گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔
- خاندانی انتشار بڑھ جاتا ہے۔
- دل سے متعلق امراض نمودار ہو جاتے ہیں اور اسی شراب کے استعمال سے کینسر بھی ہو جاتا ہے۔

عقلی اعتبار سے سوچا جائے تو بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس طرح کی مضر چیز کا کاروبار جائز نہیں ہونا چاہیے۔ اسی لیے شریعت میں اسے حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ شراب ہی کے مانند دیگر نشہ آور اشیا کی خرید و فروخت بھی حرام ہے جیسے چرس، گانجا، ہیروئین، کوکین وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (صحيح مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور اور ہر نشہ آور شے حرام ہے-“

6.4-جسم فروشی

موجودہ زمانے میں جسم فروشی بھی ایک منظم دھندا بن چکی ہے لیکن یہ ایک بدترین کام ہے، اسلام نے اس فعل کو ناجائز اور حرام بتلایا ہے-جو بھی اس کا ارتکاب کرے گا، اس پر اسلامی قانون کی رُو سے حد جاری کی جائے گی- اگر وہ شادی شدہ ہے تو سنگ سار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے – ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ(النور 2:24)

”زناکار عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ-“

دوسری جگہ اس عمل کی قباحت کو بیان کرتے ہوئے اس کے قریب پھٹکنے سے بھی روکا گیا ہے چہ جائے کہ اس کا ارتکاب کیا جائے-اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا(بنی اسرائیل 32:17)

”زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت بُرا فعل اور بڑا ہی بُرا راستا ہے-“

اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ (سنن أبوداود)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"جب آدمی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان خارج ہو جاتا ہے گویا اس کے اوپر سایا کی طرح رہتا ہے اور جب اس سے باز آجاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ جاتا ہے۔"

آج دنیا کے مختلف ممالک میں جسم فروشی کو باقاعدہ قانونی تحفظ حاصل ہے اور بہت سے لوگوں نے اسے پیشہ بنا رکھا ہے لیکن اسلام میں یہ جس قدر قبیح جرم ہے، اسے ذریعہ معاش بنانے کی کوئی گنجایش باقی نہیں رہتی۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ ولیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ (صحيح مسلم)

"کتے کی قیمت ناپاک ہے۔ زانیہ کی اجرت ناپاک ہے اور پچھنا / سینگی لگانے والے کی کمائی گھٹیا ہے۔"

واضح رہے کہ کتے اور پچھنا لگانے والے کی قیمت و اجرت میں رخصت ہے جیسا کہ بعض دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے لیکن زانیہ کی اجرت کی اباحت یا رخصت کسی نص میں نہیں آئی، اس لیے وہ ناپاک اور حرام ہے۔

دوسری روایت میں ارشادِ نبویؐ ہے:

شَرُّ الْكَسْبِ مَهْرُ الْبَغِيِّ (صحيح مسلم)

"سب سے بدترین کمائی زانیہ کی اجرت ہے۔"

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ (صحيح بخارى)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی شیرینی (جو بہ طور اجرت دی جاتی تھی) سے منع فرمایا۔"

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا اور جسم فروشی انتہائی ناپاک اور شرم ناک فعل ہے اور اسے کمائی کا ذریعہ بنالینا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی اس سے روپیا پیسا کماتا ہے تو اس کی وہ آمدن قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

6.5۔ رقص

شرعی تعلیمات کی رُو سے رقص کو پیشہ بنانا بھی درست معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ یہ جذبات کو ابھارتا ہے۔ اسلام ایسی چیز کی اجازت نہیں دیتا جس سے جذبات میں جنسی ہیجان پیدا ہوتا ہے، مثلاً فحش گانے، حیا سوز ایکٹنگ اور اس قسم کے دوسرے بے ہودہ کام۔ اگرچہ آج کے دور میں لوگوں نے اس طرح کی چیزوں کا نام فن (Art) رکھ دیا ہے اور اس کو ترقی میں شمار کر کے کرتے ہیں لیکن الفاظ کا یہ نہایت گم راہ کون استعمال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے نکاح کے علاوہ ہر قسم کے جنسی تعلق کو حرام قرار دیا ہے اور ہر اس قول و عمل کو جو ناجائز تعلقات کا باعث بن سکے، حرام ٹھیرایا ہے۔ قرآن مجید نے زنا کی حرمت بیان کرنے کے لیے جو معجزانہ اسلوب اختیار کیا ہے، اس میں یہی راز مضمر ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل 32:17)

"زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت بُرا فعل اور بڑا ہی بُرا راستا ہے۔"

یعنی زنا کی ممانعت پر اکتفا نہیں فرمایا بل کہ اس کے قریب جانے کی بھی ممانعت فرمادی۔ اس لیے رقص و سرود کو کمائی اور روزی کا پیشہ بنانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6.6-رشوت ستانی

رشوت کی عمومی تعریف یہ ہے کہ کسی صاحب اقتدار یا سرکاری ملازم کو مال پیش کیا جائے تا کہ وہ اس کے حق میں یا اس کے حریف کے خلاف فیصلہ یا اس کا کام کرے، یا اس کے حریف کے کام کو مؤخر کر دے-

الفیومی نے رشوت کی تعریف یوں کی ہے:

الرشوة بالكسر: ما يعطيه الشخص للحاكم أو غيره ليحكم له، أو يحمله على ما يريد (المصباح المنير)

"رشوت، را کے زیر کے ساتھ ہے- اس سے مراد وہ چیز ہے جو کسی حاکم کو دی جائے کہ وہ اس شخص کے حق میں فیصلہ کر دے یا معاملے کو اس کی مرضی کے مطابق کر دے-"

ابن الاثیر کہتے ہیں:

الرشوة: الوصلة إلى الحاجة بالمصانعة، وأصله من الرشاء الذي يتوصل به إلى الماء

"رشوت کے معنی ہیں: کسی سازش سے اپنے مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرنا- اس کی اصل الرشاء یعنی وہ رسی ہے جس کے ذریعے پانی تک پہنچا جاتا ہے-"

رشوت بھی صاحب غرض اور رشوت خور کے مابین ایک رسی کا کام دیتی ہے-

کویت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق رشوت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

والرشوة في الاصطلاح: ما يعطى لإبطال حق أو لإحقاق باطل، وهو أخص من التعريف اللغوي، حيث قيد بما أعطي لإحقاق الباطل، أو إبطال الحق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"وہ مال جو کسی حق کو باطل یا باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے دیا جائے- یہ لغوی تعریف سے زیادہ خصوصیت کی حامل ہے کیوں کہ اس میں حق کے ابطال یا باطل کو حق بنانے کی قید لگائی گئی ہے-"

ان تمام تعریفوں کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی کا حق نہیں ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے یا کسی دوسرے کو اس کے حق سے محروم کرنے کے لیے کسی صاحب اختیار یا عہدے دار کو مال دیا جائے اور اپنی خواہش کے مطابق فصلہ کرالیا جائے-

رشوت بھی کسب معاش کے باطل طریقوں میں شامل ہے- اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ2:188)

"اور ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو-"

قرآن مجید میں یہود کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ وہ رشوت خوری میں مبتلا تھے- ارشاد ربانی ہے:

وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (المائدۃ5:62)

"تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور حرام کے مال کھاتے ہیں- بہت بُری حرکات ہیں جو یہ کر رہے ہیں-"

مفسرین کے مطابق اس آیت میں "السُحت" سے مراد رشوت ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھی رشوت کی سخت مذمت منقول ہے- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

لعنَ رسولُ اللهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ الرَّاشي والمُرْتَشي في الحكمِ (سنن ترمذی)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فیصلے میں رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے-"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ان دونوں کے ساتھ ساتھ رائش پر بھی لعنت کی گئی ہے:

لعن الراشي والمرتشي والرائش (طبرانی، ابن حبان)

رائش سے مراد وہ شخص ہے جو درمیان میں ایجنٹ بنتا ہے اور رشوت خور افسروں یا حکام سے لوگوں کو ملواتا ہے تاکہ وہ رشوت دے کر اپنے کام نکلوا سکیں- یہ بھی مستحق لعنت ہے کیوں کہ اس نے ایک حرام کام میں تعاون کیا ہے اور قرآن مجید میں گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون سے منع کیا گیا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ 2:5)

"اور تم نیکی اور اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو"

قرآن وحدیث کی روشنی میں رشوت ستانی کی حرمت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا، اس لیے رشوت خوری سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے، ورنہ رزق حرام کی نحوستوں سے انسان محفوظ نہیں رہ سکتا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6.6.1-ہدیہ، تحفہ یا رشوت؟

بعض لوگوں نے رشوت کا نام بدل کر ہدیہ یا تحفہ رکھ لیا ہے- کئی لوگ اسے اوپر کی آمدنی کہہ کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں- لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ نام بدلنے سے معاملے کی حقیقت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی- اگر کوئی شخص زہر کو شربت سمجھ کر پی لے گا تو اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا- ایسا نہیں کہ وہ بچ جائے-

جہاں تک سرکاری مناصب پر رہتے ہوئے لوگوں سے تحائف لینے کا معاملہ ہے تو یہ تحائف انھی عہدوں اور منصبوں کی وجہ سے دیے جاتے ہیں، اس لیے ان کا لینا جائز نہیں ہے- شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے- حضرت ابو حُمَید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ (مسند احمد)

"عاملوں کے تحفے خیانت ہیں-"

یعنی اگر کوئی شخص کسی سرکاری عہدے پر فائز ہے اور اپنی تنخواہ کے علاوہ لوگوں سے تحفے لیتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے-

عہدِ نبویؐ میں ایک مرتبہ ایک عامل لوگوں سے زکات وصدقات وغیرہ اکٹھا کر کے واپس آیا تو کہنے لگا: یہ میرا ہے اور یہ بیت المال کا- تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَوْ لَا؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ (بخاری و مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"یہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھتا، پھر دیکھا جائے کہ اسے تحفے دیے جاتے ہیں یا نہیں؟ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے جو شخص کوئی چیز لے گا وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو تحفہ کسی عہدے اور منصب کی وجہ سے ملتا ہے کہ اگر وہ اس منصب پر نہ ہو تو وہ تحفہ بھی نہ ملے تو یہ رشوت اور خیانت کے زمرے میں آتا ہے جسے لینا جائز نہیں ہے۔

رشوت ایک معاشرتی ناسور ہے۔ اس میں کئی مفاسد ہیں جن سے معاشرتی امن درہم برہم ہو جاتا ہے:

- رشوت سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے اور مستحق اور قابل لوگ اپنے حقوق سے محروم رہ جاتے ہیں۔
- نااہل لوگ رشوت کے ذریعے اعلیٰ مناصب پر فائز ہو جاتے ہیں جس سے ادارے تباہ ہو جاتے ہیں۔
- معاشرے میں حرص اور لالچ کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ ہر شخص رشوت دے کر عہدہ و منصب اور جاہ و منزلت کا خواہاں ہوتا ہے۔
- لوگوں کے مابین مخاصمت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور یوں بدامنی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

6.7۔ چوری

دوسروں کا مال چرا لینا بھی کسب معاش کے حرام اور ناجائز طریقوں میں شامل ہے۔ اسلام میں چوری کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (المائدۃ5:38)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور چور مرد ہو یا عورت، ان کا ہاتھ کاٹ دو- یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور خدا کی طرف سے عبرت ناک سزا- اور اللہ غالب حکمت والا ہے-"

قابل غور ہے کہ جس جرم کی سزا پر ہاتھ کاٹنے کی عبرت ناک سزا مقرر ہو، اسے پیشہ بنالینا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اسلام میں چوری کے ذریعے مال لوٹنا ہی حرام نہیں ہے بل کہ ایسی چیزوں کا خریدنا بھی جائز نہیں ہے جن کے متعلق معلوم ہو کہ وہ چوری شدہ ہیں، یعنی مال مسروقہ کی خرید و فروخت حرام ہے- ارشادِ نبویؐ ہے:

مَنِ اشْتَرَى سَرِقَةً وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهَا سَرِقَةٌ ، فَقَدْ شَرَكَ فِي عَارِهَا وَإِثْمِهَا (سنن بيهقى)

"جس نے چوری کا مال جانتے بوجھتے خریدا تو وہ بھی اس کے گناہ اور عار میں شریک ہے-"

اس حدیث کی سند کو بعض اماموں نے ضعیف بتلایا ہے لیکن یہ مسئلہ بجائے خود صحیح ہے کہ جانتے بوجھتے چوری کا مال خریدنا جائز نہیں ہے- اس لیے چوری کرنا یا چوری کا مال خریدنا دونوں ہی حرام ہیں-

6.8- ذخیرہ اندوزی

کسب معاش کے حرام ذرایع میں ایک ذخیرہ اندوزی بھی ہے- اسلام یہ اجازت تو دیتا ہے کہ لوگ خرید و فروخت اور کاروبار میں مسابقت اور مقابلے میں شریک ہوں لیکن اگر لوگ خود غرضی اور لالچ میں مبتلا ہو کر اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی روش اختیار کر لیں تو اس کی اجازت اسلام میں نہیں ہے- غذائی اجناس یا دیگر اشیاے ضرورت کو ذخیرہ کر لینا کہ انھیں مہنگا کر کے فرخت کیا جاسکے اور زیادہ سے زیادہ منافع کمایا جاسکے، شرعاً مذموم ہے-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ (صحيح مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ذخیرہ اندوزی وہی کرتا ہے جو گنہ گار ہے۔"

لیکن ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ یہ کام لعنت کا باعث ہے اور لعنت کے کام میں برکت نہیں رہتی۔ حدیثِ نبویؐ ہے:

الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ (سنن ابن ماجه)

"بازار میں مال درآمد کرنے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے"

علما کی تشریحات کے مطابق ذخیرہ اندوزی کی حرمت دو باتوں سے مشروط ہے:

ایک یہ کہ کسی ایسی جگہ ایسے وقت ذخیرہ کیا جائے جب کہ وہاں کے باشندوں کو اس سے تکلیف پہنچے۔

دوسرے اس سے مقصود قیمتیں چڑھانا ہو تاکہ خوب نفع کمایا جاسکے۔

6.9- مجسمہ اور بت سازی

اسلام میں مجسمہ سازی کو ممنوع ٹھیرایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ القِيَامَةِ المُصَوِّرُونَ (صحيح بخاری)

"خدا کے ہاں قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب مصوروں کو دیا جائے گا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت عذاب ان کو دیا جائے گا جو تصویریں بناتے اور اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصویر اور مجسمہ سازی کی حرمت کے ساتھ ساتھ انھیں گھر میں رکھنے کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تدخُل الملائکۃُ بیتاً فیہ کلبٌ ولا تماثیل (صحیح مسلم)

"جس گھر میں کتا یا مجسمے (تماثیل) ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے-"

پس مجسمے بنانا یا انھیں گھروں میں رکھنا جائز نہیں ہے تو ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہی ہونا چاہیے-

نوٹ: کیمرے کے ذریعے فوٹو گرافی کے متعلق علما کا اختلاف ہے- بعض علما اسے بھی ممنوع مصوری میں شامل کرتے ہیں اور بعض اسے مصوری سے الگ سمجھتے ہیں اور اس کی رخصت دیتے ہیں-

7-صَرفِ دولت میں حلال و حرام کی رعایت

جس طرح مال کمانے کے لیے حلال کی پابندی اور حرام سے اجتناب ضروری ہے، اسی طرح دولت خرچ کرتے ہوئے بھی حلال و حرام کا خیال رکھنا واجب ہے-دولت خرچ کرنے کے متعلق اہم اور بنیادی اصول یہ ہے کہ اس میں میانہ روی سے کام لیا جائے اور اسراف و تبذیر سے گریز کیا جائے- قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ (الاعراف7:31)

"اور کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو-"

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا-إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (بنی اسرائیل17: 26-27)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”فضول خرچی نہ کرو- فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں-“

اسراف اور تبذیر میں فرق یہ ہے کہ جائز چیزوں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے جب کہ حرام جگہ خرچ کرنا تبذیر ہے- امام ابن کثیرؒ نے عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے نقل کیا ہے کہ حق کے خلاف ہر قسم کا صرف و خرچ تبذیر ہے-

مجاہدؒ کا قول ہے کہ ایک شخص نے حق کی طرف سب کچھ خرچ کر ڈالا تو یہ اسراف نہیں اور اگر اپنا تھوڑا سا مال بھی ناحق صرف کر دیا تو یہ تبذیر ہے- قتادہؒ کے مطابق تبذیر نام ہے مال کو اللہ کی نافرمانی، ناحق اور فساد کے مواقع میں صرف کرنے کا-

(تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان)

اس تشریح کا حاصل یہ ہے کہ مال کو جائز معاملات میں خرچ کرنا چاہیے اور حرام امور جیسے فحاشی، عریانی، شراب نوشی میں صرف کرنے سے گریز کرنا چاہیے- خرچ کرتے ہوئے فضول خرچی اور بخل دونوں رویوں سے اجتناب بھی لازم ہے- صرف و خرچ میں میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیے-

مال کمانے اور اسے خرچ کرنے کے متعلق آخرت میں جواب دہی کے احساس کو ہمیشہ قلب و ذہن میں مستحضر رکھنا چاہیے- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ (سنن ترمذی)

”قیامت کے دن ابن آدم کے قدم ہٹ نہیں سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ کن کاموں میں بسر کی؟ اس کی جوانی کے متعلق

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہ کیسے گزاری؟اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایااور کہاں خرچ کیااور یہ کہ جو علم تھا اس پر کس قدر عمل کیا؟"

آخرت میں خدا کے حضور جواب دہی کا یہ احساس ہی در حقیقت حلال و حرام میں تمیز کی اصل اساس ہے۔

خود آزمائی

1. اسلام میں حلال و حرام کے متعلق بنیادی تصور اور اس کی انفرادیت پر بحث کیجیے۔
2. شریعت کی رو سے حلال ذرایع آمدن پر نوٹ لکھیے۔
3. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کسب معاش کے حرام ذرایع کون سے ہیں؟تفصیل سے روشنی ڈالیے۔
4. رزق حرام کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟مفصل تحریر کیجیے۔

ماخذ و مصادر

- اسلام میں حلال و حرام (ڈاکٹر یوسف القرضاوی)
- اسلام کا اقتصادی نظام (مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 3

اسلام کا قانون محنت و اجرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 82
یونٹ کے مقاصد 83
1-چند بنیادی اصطلاحیں 84
1.1-اجرت 84
1.2-اجیر 84
1.2.1-اجیر خاص 84
1.2.2اجیر مشترک 84
1.3مستاجر 84
2-اسلام اور محنت کی عزت افزائی 85
3-معاملہ اُجرت: ایک معاہدہ 86
4-معاہدہ قرار دینے کے فائدے اور ذمہ داریاں 89
5-معاہدۂ اجرت کے صحیح ہونے کے قانونی شرائط 92
5.1-عقل وبلوغ 94
5.2-رضامندی 94
5.3-تعیین اجرت 94
5.4-کام اور وقت کی تحدید 95
6-فسخ معاہدہ 95
7-فسخ کے معاہدہ کے اسباب 96
7.1-پہلی رائے: عذرِ مطلق 96
7.2-دوسری رائے: عذرِ منفعت 97
8-ہڑتال اور کارخانہ بندی 98
9-حکومت کی مداخلت 98
10-اجرت کا تعین 99

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

11-اجرت کے اقسام اور مقدار 100
11.1-اجرت بہ لحاظ تعیین شرح 100
11.1.1-اجرتِ وقت 100
11.1.2-اجرتِ عمل 100
11.2-اجرت بہ لحاظ کارکردگی 101
11.3-اجرت بہ لحاظ ادائیگی 103
11.3.1-اجرت متعارفہ 103
11.3.2-اجرتِ صحیحہ 103
12-اجرتِ صحیحہ میں اضافے کی صورتیں 104
13-اسلامی معیارِ اُجرت 105
14-تعیین اُجرت کے متعلق اسلامی ہدایات 106
14.1 تعیین اجرت: قرآنی تعلیمات 106
14.2 تعیین اجرت اور احادیث و آثار 110
15-معیارِ زندگی کا مسئلہ 119
16-اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں اور فرائض 120
16.1-ضروریات زندگی کی فراہمی 120
16.2-اجیر و مستاجر کے حقوق و فرائض کا تعین 123
16.3-نگران محکمے کا قیام 125
16.4-مستقل فنڈ کا قیام 127
16.5-غیر سودی قرضوں کا انتظام 129
خود آزمائی 132
ماخذ و مصادر 132

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

کسی بھی معاشی نظام کی بنیاد میں دو چیزیں بے حد اہمیت کی حامل ہوتی ہیں: ایک سرمایہ یا وسائل اور دوسرے محنت اور مہارت- معاشی سرگرمیوں میں عموماً ایک شخص سرمایہ لگاتا ہے اور محنت و مہارت کے لیے دوسرے انسانوں کی مدد لیتا ہے اور یوں ایک فریق کی دولت اور دوسرے کی محنت و مہارت سے کوئی شے یا پروڈکٹ وجود میں آتی ہے جسے منڈی میں فروخت کیا جاتا ہے- اس طرح معیشت کا پہیا چلتا اور ملکی و قومی وسائل میں اضافہ ہوتا ہے- تاہم معاشی ترقی میں استحکام اور تسلسل کے لیے ضروری ہے کہ پیداوار میں شریک ہر فریق مطمئن ہو اور اسے اس کا پورا پورا حق دیا جائے- نہ تو صاحب دولت و سرمایہ کا حق متاثر ہو جس کے نتیجے میں وہ بد دل ہو کر سرمایہ کاری چھوڑ دے اور نہ محنت کش یا مزدور سے کوئی زیادتی رَوا رکھی جائے کہ اسے خون پسینا ایک کرنے کے باوجود نان جویں کے لیے ترسنا پڑے اور وہ معاشرے میں دوسرے یا تیسرے درجے کا شہری بن کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو-

فی زمانہ دنیا میں دو بڑے معاشی نظام رائج ہیں: ایک سرمایہ داری یا کیپٹل ازم اور دوسرا اشتراکیت یا سوشلزم- ان دونو نظاموں نے محنت اور سرمایے کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن دونوں کوئی متوازن حل پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں- سرمایہ داری نظام میں بے قید ملکیت کے نتیجے میں سرمایہ دار طبقے کے حقوق تو محفوظ ہوئے ہیں لیکن محنت کش اور مزدور طبقہ مطمئن نہیں ہے، اگرچہ اس کے حقوق کے لیے قانون سازی کی گئی ہے تاہم اسے مکمل سکون و اطمینان حاصل نہیں ہو سکا- دوسری جانب اشتراکیت پسندوں نے محنت کو اصل مان کر جب اجرت متعین کرنے کی کوشش کی تو انفرادی ملکیت پر اس کی زد پڑی-

ان کے برعکس اسلام کا معاشی نظام محنت و اجرت کے مسئلے کا ایسا معتدل، متوازن اور جامع لائحہ عمل پیش کرتا ہے جس میں کسی فریق کا کوئی حق متاثر ہوتا ہے اور نہ کسی کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے- علاوہ ازیں اسلامی شریعت کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ جہاں وہ کسی مسئلے کا قانونی حل پیش کرتی ہے، وہیں اخلاقی اور روحانی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرتی- محنت و اجرت کے سلسلے میں بھی یہی اسلوب ہے- چناں چہ جہاں محنت کش اور مزدور کو اس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ دینے کی تلقین کی گئی ہے اور اسے ایک قانونی معاہدے کی حیثیت دی گئی ہے، تو دوسری جانب اجیر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عزت نفس اور اس کی ذہنی و روحانی تسکین کا بھی پورا لحاظ رکھا گیا ہے- اس کے ساتھ ساتھ شریعت نے صاحب مال اور مزدور، ہر دو کو یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرائی ہے کہ مال و دولت یا دنیوی آسایشوں کا حصول ہی انسانی زندگی کا اصل مقصد نہیں ہے بل کہ یہ زندگی عارضی ہے جسے گزار کر خدا کے حضور پیش ہونا ہے اس لیے حرص و لالچ کے بجاے قناعت پسندی کی روش اپنانا چاہیے- شرعی تعلیمات کا یہ پہلو ایسا منفرد ہے کہ اس کی کوئی مثال کسی دوسرے نظام قانون میں نہیں ملتی-

زیر نظر یونٹ میں محنت و اجرت کے متعلق اسلامی قانون کی بنیادی شقوں کو بیان کیا گیا ہے جس سے اس مسئلے کے متعلق اصولی رہ نمائی حاصل ہو جاتی ہے- یہ یونٹ مولانا مجیب اللہ ندوی کی کتاب اسلامی قانون محنت و اجرت سے ماخوذ ہے- اس موضوع کے بارے میں مزید جزئیات اور تفصیلات جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے سے آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1. اسلام کے قانون محنت و اجرت کے متعلق بنیادی باتیں جان سکیں-
2. اجرت کی اقسام اور مقدار کے بارے میں شرعی ہدایات سے آگاہ کر سکیں-
3. اسلامی تعلیمات میں محنت کی عظمت کے تصور کی وضاحت کر سکیں-
4. آجر اور اجیر کے باہمی تعلق کو اسلامی تناظر میں سمجھ سکیں-
5. مزدور اور آجر کے مابین معاہدہ اجرت کی تفصیلات سے روشناس ہو سکیں-
6. یہ جان لیں کہ معاہدہ اجرت کو کن صورتوں میں فسخ کیا جا سکتا ہے؟
7. مستاجر اور محنت کش طبقات کے بارے میں اسلامی حکومت کے فرائض اور ذمہ داریوں سے واقفیت حاصل کر سکیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-چند بنیادی اصطلاحیں

زیر نظر موضوع سے متعلق چند اہم معاشی اور فقہی اصطلاحیں درج ذیل ہیں جنھیں اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے:

1.1-اجرت

مزدور کی جسمانی یا دماغی محنت کے بدلے میں جو رقم یا جو چیز دی جائے، اجرت کہلاتی ہے-

1.2-اجیر

اجیر سے مراد اجرت کے بدلے محنت کرنے والا مزدور اور محنت کش ہے-اس کی دو قسمیں ہیں:

1.2.1-اجیر خاص

اس سے مراد مزدور ہے جو کسی ایک شخص یا ادارے کے لیے مزدوری کرتا ہے-

1.2.2اجیر مشترک

اجیر مشترک مختلف پیشہ ور افراد ہیں جیسے سنار، بڑھئی، دھوبی، لوہار وغیرہ-

1.3مستاجر

وہ شخص جو کسی مزدور یا محنت کش سے کام لیتا ہے، کارخانہ دار-اسے آجر بھی کہا جاتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2-اسلام اور محنت کی عزت افزائی

محنت کش طبقے کے مسائل کے سلسلے میں سب سے بنیادی چیز محنت کی حیثیت کا تعین ہے- جہاں تک محنت کی عزت افزائی کا سوال ہے اس کو دنیا کے موجودہ ہر نظام نے اہمیت دی ہے مگر محنت کی یہ عزت افزائی انسان کو محض معاشی ضروریات کا مجموعہ سمجھ کر کی گئی ہے، اس لیے محنت کش طبقہ کو اس سے ذہنی آسودگی حاصل نہیں ہو سکتی- اسلام نے محنت افزائی کے لیے ایک منفرد اسلوب اختیار کیا ہے جس میں اخلاقی و معاشرتی پہلوؤں سے محنت کو انتہائی بلند مقام عطا کیا گیا ہے جس سے محنت کشوں کو حقوق کے ساتھ ساتھ مکمل احترام و اکرام بھی حاصل ہوتا ہے-

انسان اپنی روزی کمانے کے لیے جو اور جیسی بھی محنت کرے، خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا دماغی، اسلام اس کی اجازت دیتا ہے اور اجازت ہی نہیں دیتا بل کہ محنت کرنے پر ابھارتا ہے اور جو لوگ اپنا پسینا بہا کر اپنی روٹی حاصل کرتے ہیں، ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو بغیر محنت کے دوسروں کے سہارے اپنا پیٹ پالتے ہیں-

معمولی محنت کے کام کرنے والوں کو جنھیں آج کی مہذب دنیا میں بھی معاشرے میں وہ بلند مقام حاصل نہیں ہے جو دوسرے طبقوں کو حاصل ہے، اسلام ان کو وہی مقام عطا کرتا ہے جو مملکت کی بڑی سے بڑی شخصیت کو حاصل ہوتا ہے- اور یہ حق ان کو محض نظری اور قانونی طور پر نہیں دیا گیا ہے بل کہ اسلام کے اصلی نمایندوں نے اپنے عمل اور اپنی سیرت سے اس کا ثبوت دیا ہے- انبیاے کرام علیہم السلام جو اپنے اخلاق و کردار اور عزت و شرافت کے اعتبار سے پوری انسانیت کا جوہر ہیں، انھوں نے خود محنت اور مزدوری کی ہے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کمائی ہے، دوسروں کی بکریاں چرا کر اور گلہ بانی کر کے اپنی روزی کا سامان کیا ہے- آج انبیاے کرام کے ماننے والے پیشہ اور محنت اور مزدوری کو ذلیل چیز شمار کرتے ہیں مگر ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کی سیرت میں یہ بھی ملتا ہے کہ وہ مزدوری کرنے والوں کے ہاتھ کے گھٹے کو خوش ہو کر بوسہ دیتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

البتہ اسلام نے محنت کو بے لگام نہیں چھوڑ دیا- وہ پیشہ، محنت اور مزدوری میں آزادی کا قائل ہے مگر اس کے ساتھ ایسی محنتوں پر وہ پابندی بھی لگاتا ہے جو معاشی یا اخلاقی حیثیت سے معاشرے کے لیے مضر ہو- اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام انسان کو پائیدار اور مستقل اخلاقی قدریں دیتا ہے اور ان قدروں کی پامالی وہ کسی حالت میں پسند نہیں کرتا- چوں کہ وہ معاش کو بھی ان قدروں کا پابند بنانا چاہتا ہے، اس لیے وہ نہ تو مغرب کی بے قید معیشت اور محنت کی اس بے قید تعریف کو تسلیم کرتا ہے کہ جس کام سے آدمی کو مادی یا غیر مادی معاوضہ حاصل ہو وہ محنت بار آور ہے اور نہ اشتراکیت کی بے اخلاقی جبری محنت کو پسند کرتا ہے بل کہ اسلام صرف اس محنت کو بارآور محنت کہتا ہے جو اجرت و منفرد کے اعتبار سے تو آزاد ہو مگر اس کی آزادی اخلاقی حدود کے اندر ہو-

قرآن مجید میں مزدوروں کی حیثیت، ان کی محنت کی حد اور اجرت کی تعیین اور ان کے ساتھ مالک کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے، اس کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے خصوصیت سے سورہ بقرہ اور سورہ قصص میں- اجرت کی تعیین کے بیان میں اس کی پوری تفصیل آئے گی-

احادیثِ مبارکہ میں بھی محنت اور محنت کشوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے جن میں سے متعدد احادیث پچھلے یونٹ میں درج کی گئی ہیں- انھیں ذہن میں تازہ کر لیجیے-

3- معاملہ اُجرت: ایک معاہدہ

اسلامی قانون اجرت میں مستاجر یا مالک، اور مزدور کی حیثیت دو معاہدہ کرنے والوں کی ہوتی ہے- جس طرح ایک خریدار دکان دار سے خرید فروخت کا ایک معاملہ کرتا ہے، خریدار قیمت دیتا ہے اور دکان دار مال، ان میں سے کوئی کسی پر احسان نہیں کرتا- اسی طرح ایک اجیر، مستاجر سے اُجرت کا معاملہ کرتا ہے تو گویا دونوں آپس میں ایک معاہدہ کرتے ہیں- اجیر اپنی محنت پیش کرتا ہے اور اس کے بدلے میں مستاجر محنت کی مزدوری دیتا ہے- اس میں کسی کی طرف سے ممنونیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا- چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے بکریوں کی چرائی کا معاملہ کیا تو، گو حضرت شعیبؑ نے یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں تم پر کوئی زیادتی کروں مگر پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی حضرت موسیٰؑ نے یہ واضح کر دیا تھا کہ "میرے اور آپ کے درمیان یہ معاہدہ ہے ان دونوں میں سے جس مدت کو میں پورا کر دوں مجھ پر زیادتی نہ کی جائے۔"

حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں نے زیادتی نہ کرنے کا ذکر اس لیے کیا کہ زیادتی عموماً آجر ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس بنا پر حضرت شعیب علیہ السلام نے بہ حیثیت آجر کے یہ بتا دیا کہ ظلم و زیاتی کرنا میرا منصب نہیں، مجھے ان شاء اللہ بھلا آدمی پاؤ گے۔ حضرت موسیٰ نے بہ حیثیت اجیر یہ وضاحت کر دی کہ میں محض معاہدہ کا پابند ہوں، اس کے علاوہ میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں۔ مقصد یہ کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے، اس کی پابندی دونوں پر لازم ہے۔

علامہ کاسانیؒ اس سے متعلقہ آیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقص اللّٰہ علینا من شرائع من قبلنا من غیر نسخ یصیر شریعة لنا

"اگلی شریعتوں کے جو واقعات اللہ تعالیٰ نے نقل کیے ہیں اور ان کو منسوخ قرار نہیں دیا ہے تو ان کا اتباع ہمارے اوپر بھی فرض ہے اور وہ ہمارے لیے بھی شرعی احکام ہیں۔" (بدائع الصنائع 5/173)

امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

احتج الائمة الاربعة بشرع من قبلنا ان صح ذٰلک (الطرق الحکمیة، ص256)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ائمہ اربعہ نے اگلی شریعت کے احکام سے استدلال کیا ہے، بہ شرطے کہ وہ صحیح طریقہ سے ثابت ہو جائیں۔"

یعنی یہ اسلامی قانون کی ایک دفعہ ہے کہ اجیر و مستاجر دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔ مستاجر کام لینے میں نہ تو زیادتی کر سکتا ہے اور نہ مزدوری کے طے کرنے میں۔ اسی طرح اجیر یا مزدور نہ کام میں بد دیانتی کر سکتا ہے اور نہ بلاوجہ مالک کو پریشان کر سکتا ہے۔ اس دفعہ کے تحت اسلامی حکومت ایسے قوانین وضع کر سکتی ہے جن کے ذریعے فریقین میں سے کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جب کسی سے اجرت اور مزدوری پر کام لیتے تھے تو اس کو اپنا ممنون احسان اور نیاز مند بنانے کی کوشش نہیں کرتے تھے بل کہ ان کو بالکل ایک معاہدہ کرنے والے کی حیثیت دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خدمت گاروں کو اپنا بھائی قرار دیا ہے: هُم اِخوَة ۔ کتاب و سنت کی اسی تعلیم کی بنا پر تمام ائمہ فقہ و حدیث متفقہ طور پر اجیر کی یہ حیثیت تسلیم کرتے ہیں اور اجارہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الاجارة عقد على المنافع بعوض

"اجارہ ایک معاہدہ ہے جو کسی معاوضے کے بدلے کسی منفعت پر کیا جائے۔"

تمام ائمہ نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ:

ان العقد فی الاجارة تعلق بالمنفعة دون الرقبة (الافصاح،ص229)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"مزدوری کے معاہدے کا تعلق فائدے اور کام سے ہے، مزدوروں کی ذات سے نہیں ہے-"

یعنی آجر اور مستاجر مزدوروں سے اس معاہدے کی پابندی تو کرا سکتے ہیں جو ان سے کیا گیا ہے مگر ان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان مزدوروں کو انھوں نے خرید لیا ہے، یا وہ ان کے بندۂ بے زر ہیں-

معاہدہ اجرت وہ مسلمہ حق ہے جسے اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے محنت کش طبقہ کو دیا تھا جس کے حصول کے لیے موجودہ دور میں مزدوروں کی انجمنیں دوڑ دھوپ کر رہی ہیں مگر اب تک اس کا کوئی خاطر خوہ نتیجہ نہیں نکلا- ایک مغربی ماہر معاشیات مسٹر ٹاسگ لکھتے ہیں:

> "مزدوروں کا مطالبہ ہے کہ اجرت ہمیشہ کے لیے آجر کی مرضی سے نہ طے ہونی چاہیے بل کہ معاہدہ کے ذریعہ سے طے ہونی چاہیے، جس میں ان کے ذاتی عمل کا بھی مؤثر حصہ ہو-" (اصول معاشیات، 1/418)

4- معاہدہ قرار دینے کے فائدے اور ذمہ داریاں

اجرت کے معاملہ کو معاہدہ قرار دینے میں کیا فائدے ہیں اور اس کی وجہ سے اجیر و مستاجر دونوں پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے-

1. اجرت کے معاملے کو معاہدہ قرار دینے کا سب سے بڑا فائدہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، آجر و اجیر دونوں کو مساوی درجہ دینا ہے تاکہ معاشی اعتبار سے بھی ان کو وہی مرتبہ حاصل ہو جو ایک مستاجر کو حاصل ہوتا ہے-
2. معاہدہ قرار دینے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دونوں فریق معاملہ کرتے وقت ایک دوسرے کی ضرورت اور معاشی حالت کا پورا خیال رکھیں، صرف اپنی غرض میں باؤلے نہ ہو جائیں- اگر ان میں سے کوئی فریق ایسا کرے گا تو حکومت مداخلت کرے گی- چناں چہ قرآن میں اجرت کے سلسلہ میں ایک بنیادی شرط لگی ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے،وہ یہ کہ اجرت بہ طور معروف دی جائے۔ معروف کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو وہ اجرت ایسی زیادہ ہو کہ اجرت دینے والے کی قدرت سے باہر ہو اور نہ اتنی کم ہو کہ اجرت پانے والے کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں- قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ2:233)

"اور بچے والے پر قاعدے اور دستور کے مطابق ان کا کھانا کپڑا ہے- کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جاسکتا-"

حدیث میں اجرت معروف کے ساتھ مزدوروں کے لیے اخوان (بھائی) اور اولاد کے الفاظ بھی منقول ہوئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مستاجر کو اجیروں کی اجرت دینے میں وہی جذبہ رکھنا چاہیے جو ایک بھائی اپنے بھائی کے ساتھ اور ایک باپ اولاد کے ساتھ رکھتا ہے- اسی طرح اجیروں کو کام کرنے اور اجرت طلب کرنے میں وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو ایک بھائی دوسرے بھائی کے مقابلے میں اختیار کرتا ہے- محض فائدہ اور خود غرضی ہی دونوں کو جمع کرنے اور جدا کرنے کا سبب نہ ہو-

دودھ پلانے والی عورتوں کے سلسلے میں قرآن مجید میں جو لفظ معروف وارد ہوا ہے، اس کی تشریح کرتے ہوئے امام ابو بکر جصاص ؒ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھانے اور کپڑے کی تعیین آدمی کی حالت کے پیش نظر ہو گی- اگر وہ خوش حال ہے تو اسی اعتبار سے اس کو دودھ پلانے والی کو کھانا اور کپڑا دینا پڑے گا- اگر وہ غریب ہے تو اسی اعتبار سے وہ اس کو اجرت دے گا- اسی طرح لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلاَّ وُسْعَهَا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر عورت اجرت مثل یعنی عام طور سے جتنی اجرت پر دوسری عورتیں دودھ پلاتی ہیں، سے زیادہ اجرت مانگے تو اس کو اجرت مثل سے زیادہ اجرت نہ دی جائے گی اور اگر بچہ والا اجرت مثل سے کم اجرت دے تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو پوری اجرت ادا کرے-

اس اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کے معاملے میں حکومت کو دخل دینے کا پورا حق ہے کیوں کہ اگر یہ حق نہ ہو تو پھر اجرت مثل یا معروف اجرت کا تعین کون کرے گا اور توازن کے بعد بھی اگر کوئی زیادتی ہو رہی ہو تو اس کو کون طاقت دور کر سکتی ہے؟

معروف اور اجرت مثل کی تعیین کے سلسلے میں حکومت مزدوروں کی ضرورت کے ساتھ مستاجروں کے مالی فائدے اور منافع سامنے رکھ سکتی ہے- اگر ایک مل مالک کو سال میں ایک لاکھ کا فائدہ ہوتا ہے اور وہ صرف پچاس ہزار روپیا اجرت میں تقسیم کرتا ہے اور اس سے مزدور مطمئن نہیں ہیں یا ان کی واقعی اور بنیادی ضرورتیں پوری نہیں ہوتی ہیں تو مزدور اس سے مزید اجرت کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور اگر وہ نہ دے تو حکومت اس میں مداخلت کر کے ان کی اجرت میں اضافہ کرا سکتی ہے کیوں کہ یہ اجرت معروف کے خلاف بھی ہے اور پھر ارشادِ نبویؐ میں دونوں کو بھائی قرار دیا گیا ہے اور یہ بات بھائی چارہ کی اسپرٹ کے خلاف ہے کہ ایک بھائی تو عیش و آرام کرے اور اس کے دوسرے بھائی جن کی محنت سے اس کو یہ عیش و آرام حاصل ہے، اپنی بنیادی ضرورتوں کے لیے بھی مجبور ہو-

3. معاہدے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جس طرح ایک خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو چیز لے رہا ہے اسے اچھی طرح دیکھ بھال لے اور غور و فکر کر کے لے اور دکان دار قیمت کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے، اسی طرح ایک اجیر و مستاجر کو بھی حق ہے کہ وہ دونوں اجرت اور محنت کو دیکھ کر اور اس کا اندازہ کر کے فیصلہ کریں- مثلاً اگر آجر نے مزدور سے کہا کہ فلاں جگہ سے اتنی مٹی ڈھو کر میرے گھر پر لا دو یا تمھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کارخانہ میں اتنی دیر تک مشین چلانا ہو گی اور اتنی جرت ملے گی- اجیر نے منظور کر لیا مگر اس نے جب مٹی کھودنا شروع کی تو وہ بہت سخت نکلی اور اس محنت کے اعتبار سے اجرت کم مقرر ہے، تو اس کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس معاہدہ کو فسخ کر دے یا پھر مالک سے مزید اجرت طلب کرے- اس صورت میں وہ اجرت معروف اور مثل کا مستحق ہو گا-

4. اسی طرح اگر آجر نے ایک مزدور کو رکھا، اس نے کام شروع کیا تو اس نے اندازہ کیا کہ یہ کام اس سے نہ ہو سکے گا تو پھر اس کو چاہیے کہ اس سے دوسرا ہلکا کام لے اور اگر اس کے پاس دوسرا کام نہیں ہے تو پھر وہ اس کو علاحدہ کر سکتا ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی فریق یہ سمجھتا ہے کہ دوسرا فریق اس پر زیادتی کر رہا ہے تو وہ حکومت کی طرف رجوع کر سکتا ہے-

5. معاہدہ کا پانچواں فائدہ یہ ہے کے اجیر اور مستاجر دونوں انسانی حیثیت سے بھائی ہیں اور مستاجر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اجیر سے ویسا ہی معاملہ کرے- مستاجر کی یہ ذہنیت نہ ہونی چاہیے کہ اجیر کوئی کم تر درجہ کے انسان ہیں، اور وہ برتر ہیں- اس بھائی چارہ کا اثر اجرت کی ادائیگی میں بھی ہونا چاہیے جیسا کہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ "تم ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو-" اور پھر اسی کے ساتھ معاشرتی حیثیت سے بھی ان کو سوسائٹی میں برابر کا درجہ ملنا چاہیے- محنت مزدوری کرنے کی وجہ سے انھیں معاشرتی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا- ان کے موٹے موٹے معاشرتی حقوق یہ ہیں:

- ان کے ساتھ کھانے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہیے-
- ان کو سلام میں کرنے میں سبقت کرنی چاہیے-
- ان کی خوشی و غم میں اس طرح شریک ہونا چاہیے جس طرح وہ تمھاری خوشی و غم میں شریک ہوتے ہیں-
- ملنے جلنے میں ان سے مساوی برتاو رکھنا چاہیے، وغیرہ-

5- معاہدۂ اجرت کے صحیح ہونے کے قانونی شرائط

عام طور پر دنیا میں اجیر و مستاجر کے درمیان جو معاہدہ طے ہوتا ہے، اس کی بنیاد صرف مادی فائدہ پر ہوتی ہے- یعنی عام طور پر اجیر کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ مستاجر اور آجر سے ہمارا تعلق صرف یہ ہے کہ اس سے ہمیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیادہ سے زیادہ اجرت وصول ہونی چاہیے، اس کو فائدہ ہو یا نقصان- اسی طرح آجر اور مستاجر یہ سوچتا ہے کہ اجیر کی محنت سے ہمیں اسی وقت تک سروکار ہے جب تک ان کی محنت ہمارے لیے مفید ہے- اگر ان کی محنت ہمارے لیے بارآور نہ ہو تو پھر ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے- گویا جیسے ایک مشین بے کار ہونے کے بعد پھینک دی جاتی ہے، اسی طرح وہ بھی پھینک دینے کے قابل ہیں- وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ اصل فائدہ اس کو مزدوروں کی محنت کی وجہ سے نہیں بل کہ اپنے سرمایے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے فائدہ کا اصل حق اس کو ہے اور ضمنی فائدہ کے مستحق مزدور ہیں-

اسلامی نظام اجرت میں بھی اگرچہ قانونی اعتبار سے اصل چیز منفعت ہی ہے مگر ہر ہر قدم اور ہر ہر موقع پر یہ بات پیش نظر رکھی گئی ہے کہ مالک و مزدور کا تعلق محض ایک مشین اور مشین چلانے والے کا نہ ہو بل کہ ایسا تعلق ہو جو ایک انسان کو انسان کے ساتھ اور ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ ہونا چاہیے- جس طرح مستاجر کے سینے میں دل ہے، اسی طرح مزدور کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے- جس طرح اس کے دل میں نازک احساسات و جذبات پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح مزدور کے دل میں بھی احساسات و جذبات پیدا ہوتے ہیں- اس لیے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اسی تعلق رکھنا اور معاملہ کرنا چاہیے-

مستاجر کو خاص طور پر یہ سوچنا چاہیے کہ سرمایہ بغیر محنت بالکل بے کار ہے اور محنت بھی سرمایہ کی محتاج ضرور ہے مگر بغیر سرمایہ کے وہ بالکل بے کار نہیں ہے، البتہ سرمایہ بغیر محنت بار اور ہو ہی نہیں سکتا- لیکن یہ تعلق کیسے پیدا ہو اور پھر کیسے باقی رہے، اس کے لیے اخلاقی ہدایت بھی دی گئی ہیں اور قانونی ہدایات بھی دی گئی ہیں- اخلاقی ضوابط کا ذکر ہو چکا ہے- اب یہ بتایا جائے گا کہ اس معاہدے کے صحیح ہونے کے کون ایسے قانونی شرائط ہیں، جن کی رعایت سے اجیر و مستاجر کے درمیان کش مکش کی کم سے کم صورت پیش آسکتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.1- عقل وبلوغ

معاہدہ کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اجیر و مستاجر دونوں عقل و ہوش رکھتے ہوں دونوں کا بالغ ہونا ضروری ہے- اس بنا پر بالکل نادان بچوں، پاگل اور بے عقل بالغوں کے درمیان اجرت کا معاہدہ نہیں ہو سکتا- بچوں کے ولی اگر چاہیں تو ان کو اپنے کام میں شریک کر سکتے ہیں مگر وہ بہ راہ راست نہ تو اجیر ہو سکتے ہیں اور نہ مستاجر-

5.2- رضامندی

دونوں کی رضامندی بھی صحت معاہدہ کے لیے ضروری ہے، یعنی نہ تو سرمایہ دار اپنے سرمایے کا دباؤ ڈال کر ان سے کم اجرت پر کام لینے کی کوشش کرے اور نہ اجیر اپنی محنت کے ذریعے کوئی دباؤ ڈال کر آجر سے زیادہ اجرت حاصل کرنے کی کوشش کرے، مثلاً مظاہرہ یا ہڑتال کی دھمکی وغیرہ کے ذریعے-

5.3- تعیین اجرت

معاہدے میں اجرت متعین اور معلوم ہونی چاہیے- یعنی یہ طے ہو جانا چاہیے کہ روزانہ یا ماہانہ کتنی اجرت ملے گی؟ اس طرح طے کرنا صحیح نہیں ہے کہ مناسب اجرت دے دی جائے گی- اگر بغیر طے کیے ہوئے کسی سے کام کرالیا تو یہ معاہدہ اجرت صحیح نہیں ہے اور اس کو اجرت مثل دینی پڑے گی، البتہ اگر پہلے سے کسی کام کی اجرت عام طور پر متعین ہے یا جیسا کام اور جتنا کام وہ لے رہا ہے، اتنے کام کی اجرت پہلے سے مقرر ہے تو بغیر طے کیے ہوئے بھی معاملہ ہو سکتا ہے مگر اس صورت میں آجر کو اتنی ہی اجرت دینی اور اجیر کو اتنی ہی اجرت لینی پڑے گی جتنی کہ اس کام پر عام مزدوروں کو دی جاتی ہے- مقام کے لحاظ سے اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے، مثلاً ایک مزدور کو کراچی میں جتنی مزدوری ملتی ہے، اتنی کسی چھوٹے شہر میں نہیں ملتی تو کراچی کے مزدوروں کو چھوٹے شہر کے مزدوروں کی مزدوری نہیں دی جا سکتی اور نہ چھوٹے شہر کے مزدور بڑے شہر کی مزدوری کا مطالبہ کر سکتے ہیں، بہ شرطے کہ معاشی اخراجات میں دونوں جگہوں میں فرق موجود ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.4-کام اور وقت کی تحدید

اجرت کے ساتھ کام کی نوعیت، جگہ اور وقت بھی معلوم ہونا چاہیے، مثلاً جو کام لینا ہے، اسے وہ کام اور جگہ بتا دینی چاہیے، یا پھر وقت یا کام کی مقدار بتا کر اجرت طے کرنی چاہیے-یعنی اگر آپ ایک مزدور رکھتے ہیں تو اس کو بتا دینا چاہیے کہ تم کو اتنی اجرت ملے گی، روزانہ اتنا کام کرنا ہو گا اور یہ کام تم کو فلاں کار خانہ اور فلاں مقام پر کرنا ہو گا، یعنی کراچی میں، لاہور میں یا ملتان میں اور کپڑے کے کار خانے میں یا جوتے کی فیکٹری میں-

کام کی مقدار بتا کر بھی اجرت طے کی جاسکتی ہے، یعنی اس طرح طے ہو کہ اتنا کام کر لو گے تو اتنی اجرت ملے گی جیسا کہ عام طور پر ٹھیکا میں ہوتا ہے لیکن اگر اجرت کے مقابلے میں کام زیادہ ہو گا یا سخت ہو گا تو اتنے کام کی عام طور پر جو اجرت ملتی ہے وہ دینی پڑے گی-اسی کو اجرت مثل کہا جاتا ہے-اسی طرح ماہوار تنخواہ پر بھی مزدور رکھا جاسکتا ہے مگر اس میں بھی کام کی نوعیت اور مقام بتانا ضروری ہے-

اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو یہ معاہدہ فاسد سمجھا جائے گا-معاہدہ فسخ ہو جانے کی صورت میں اجیر نے جتنے دن کام کیا ہے اس کی اجرت اسے ملے گی-

6-فسخ معاہدہ

موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ ممالک میں پیشے کے انتخاب کے ساتھ ساتھ مزدوروں کا یہ حق بھی عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اجرت کا تعین بالکلیہ آجر کی مرضی پر نہ ہو بل کہ اس میں مزدوروں کی رضامندی کو بھی شامل ہونا چاہیے مگر اس حق کے تسلیم کیے جانے کے باوجود عملاً مزدوروں کے ساتھ وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو آج سے سوڈیڑھ سو سال پہلے ہوتا تھا-سرمایہ دار جب چاہتا ہے، اپنے اغراض کے تحت ان کی اجرت گھٹا بڑھا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کو کار خانے سے نکال دینے کی دھمکی دیتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس اسلام آجر کو خواہ کوئی فرد ہو یا حکومت، یہ حق نہیں دیتا کہ وہ جب چاہے اجرت کے معاہدے کو توڑ دے اور اپنے معاشی اغراض کے تحت کارخانہ بند کر کے ہزاروں مزدوروں کو بے کار کر دے اور جب چاہے ان کو اخراج کی دھمکی دے دیا کریں- اسلامی قانون کے ماہرین اور فقہانے اس مسئلے پر مستقل بحث کی ہے اور اس کے شرائط و حدود مقرر کیے ہیں-

7- فسخ کے معاہدہ کے اسباب

معاہدہ اجرت کب ختم ہو سکتا ہے؟ اس بارے میں فقہا کی دو آرا ہیں:

7.1- پہلی رائے: عذرِ مطلق

ایک گروہ کہتا ہے:

تفسخ الاجارة بالاعذار (الهداية 313/3، طبع لكهنؤ)

"معاہدہ عذر کی بنا پر فسخ کیا جا سکتا ہے-"

یعنی اجیر یا مستاجر کو کوئی شدید عذر لاحق ہو جائے گا خواہ وہ عذر اس کی ذات سے متعلق ہو یا مقصود علیہ یعنی جس کام کے لیے یہ معاہدہ ہوا ہے اس سے متعلق ہو- مثلاً مستاجر اتنا سخت بیمار پڑ جائے کہ وہ کام کی نگرانی نہ کر سکے یا جو کارخانہ وہ چلا رہا تھا، اس پر کوئی ناگہانی افتاد پڑ جائے مثلاً اس میں آگ لگ جائے، مشین ایسی خراب ہو جائے کہ اس کو نہ چلایا جا سکے تو ان صورتوں میں اس کو حق ہو گا کہ وہ معاہدۂ اجرت کو فسخ کر دے-

اسی طرح اجیر کو بھی حق ہے کہ وہ کسی عذر شدید کی بنا پر معاہدہ توڑ دے، مثلاً وہ کام کے لائق نہیں رہا، یا شدید بیمار پڑ گیا، یا اس کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہو رہی ہیں-

یہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کی رائے ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

7.2-دوسری رائے: عذرِ منفعت

دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ محض ذاتی عذر، بیماری یا بے کاری کی وجہ سے معاہدہ فسخ نہیں ہو سکتا بل کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عذر اس منفعت اور عمل سے متعلق ہو جس کے لیے یہ معاہدہ کیا گیا ہے:

لا يجوز لاحد منهما فسخها الا ان يمنع استيفاء المنفعة بعيب فى المقصود عليه

"دونوں میں سے کسی کو اس وقت تک معاہدہ فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، جب تک مقصود علیہ یعنی جس مقصد کے لیے یہ معاہدہ ہوا ہے اس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جائے-" (ابن ہبیرہ، الافصاح، ص232)

یہ رائے ائمہ ثلاثہ: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمھم اللہ کی ہے-

ان دونوں رایوں میں محض اتنا فرق ہے کہ پہلی رائے میں عذر کو ذرا وسعت دی گئی ہے، یعنی عذر ذاتی ہو یا منفعت اور کام سے متعلق ہو، دونوں صورتوں میں معاہدہ ختم کرنے کا اختیار ہے اور دوسری رائے میں عذر کو صرف منفعت اور مقصود علیہ سے متعلق رکھا گیا ہے-

یعنی جب ان مواقع اور ذرایع میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے جن پر اس معاہدے کی بنیاد ہے جیسا کہ اوپر مثال میں واضح کیا گیا ہے- جن فقہا کے ہاں عذر کو قدرے وسعت دی ہے، ان کے یہاں بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کثیر منافع کے مقابلے میں جب آجر کو کچھ کم نفع کی توقع ہو تو وہ کارخانہ بند کر کے مزدوروں کو بے کار کر دے یا ان کی چھانٹی شروع کر دے یا اجرت کم کر دے بل کہ عذر کا مطلب اور مفہوم یہ ہے:

هو عجز العاقد عن المضى فى الموجبة الا بتحمل ضرر زائد لم يستحق به هذا هو معنى العذر عندنا (الهداية 313/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"عذر معاہدہ کرنے والے کی اس مجبوری کا نام ہے جس میں اس معاہدے کی تکمیل سے اتنا شدید نقصان اٹھانا پڑے جو اس معاہدے کے منشا کے خلاف ہو- ہمارے نزدیک عذر کا یہی مطلب ہے-"

واضح رہے کہ ان دونوں آرا میں کوئی بنیادی اختلاف یا فرق نہیں ہے بل کہ اس کا تعلق محض حالات سے ہے- جس طرح کے حالات اور مواقع ہوں ان کے مطابق اسلامی حکومت ان دونوں میں سے کوئی راے اختیار کر سکتی ہے-

فقہا فسخ اجارہ کے سلسلہ میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص کوئی مکان کرایہ پر لے اور اس میں کوئی ایسا عیب نکل آئے جس سے اس کے اندر رہنے میں تکلیف ہو تو اُس کو اس معاہدہ کو ختم کرنے کا اختیار ہے- اس پر مزدوروں اور مالکوں کے مسئلے کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ فریقین میں سے جس کو مضرت کا پہلو نظر آئے وہ ایک متعین مدت کے اندر معاہدہ کو فسخ کر سکتا ہے- اس کے تعین کے لیے حکومت قانون بنا سکتی ہے-

8- ہڑتال اور کارخانہ بندی

ان قانونی حقوق اور اخلاقی حدود کے بعد نہ تو مزدور کو یہ حق پہنچتا ہے کہ عذر کا کوئی بہانہ بنا کر وہ جب چاہے اسٹرائیک کر دے اور نہ کارخانہ دار کو یہ حق ہے کہ وہ جب چاہے اپنا پھاٹک بند کر کے ہزاروں مزدوروں کو بے کار کر دے-

9- حکومت کی مداخلت

معاہدہ یا اعذار کے سلسلے میں اجیر اور مستاجر کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہو گا تو حکومت کا فرض ہو گا کہ وہ اس میں مداخلت کرے اور حکومت فیصلہ کرنے میں بہ ہر صورت وہی راہ اختیار کرے گی جس میں لا ضرر ولا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرار یعنی نہ نقصان اٹھایا جائے اور نہ نقصان پہنچایا جائے، کا پہلو نمایاں ہو گا بل کہ اس میں نفع عام ہو گا جیسا کہ اسلامی قانون کے ہر معاشی مسئلے میں اس کا خیال رکھا گیا ہے۔(حکومت کی ذمہ داریوں کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔)

10-اجرت کا تعین

اجیر اور مستاجر کے درمیان کش مکش ایک بڑا سبب اجرت اور کام کی عدم تعیین ہے۔اس لیے اسلامی قانون میں معاہدہ اجرت کی تکمیل کے لیے یہ شرط ہے کہ اجرت، منفعت اور کام سب معلوم ہونا چاہیے اور خاص طور سے اجرت کی تعیین کے بغیر تو یہ معاہدہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ السلام سے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں انھوں نے کام اور اجرت دونوں کی تصریح کر دی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

من استأجر أجيرا فليعلمه أجره (كتاب الآثار للشيبانی)

"جو شخص کسی کو اجرت پر رکھے تو آجر کو چاہیے کہ اس کو مزدوری بتادے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

نَهى عَنِ اسْتُجّار الأجير حَتَّى يُبَيَّنَ لَهُ أَجْرَهُ (سنن بيهقی)

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کی مزدوری بتائے بغیر اس سے کام لینے کو منع فرمایا ہے"

اس بنا پر تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ:

و ان من صحتها ان تكون المنفعة والعوض معلومين (الافصاح،ص 226)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"معاہدہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ منفعت یعنی کام اور اجرت دونوں معلوم ہو-"

11-اجرت کے اقسام اور مقدار

ماہرین معاشیات نے مختلف پہلوؤں سے اجرت کی تقسیم بیان کی ہے- ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے-

11.1-اجرت بہ لحاظ تعیین شرح

تعین شرح کے لحاظ سے معاشیین نے اجرت کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے:

1. اجرتِ وقت
2. اجرتِ عمل

11.1.1-اجرتِ وقت

اجرت وقت سے مراد وہ اجرت ہے جس میں شرح کی تعیین معیار اور وقت کے لحاظ سے کی جائے، مثلاً دس ہزار روپے ماہانہ یا پچیس سو روپے ہفتہ-

11.1.2-اجرتِ عمل

اس کے مقابلے میں اگر مزدوروں کو اجرت کام کی مقدار کے مطابق دی جائے تو وہ اجرتِ عمل کہلائے گی، مثلاً ایک تھان کپڑے کی بنائی دو سو روپے، ایک جلد ساز کو فی کتاب ڈیڑھ سو روپے، یا ایک صفحہ کی کتابت کا پچاس روپے وغیرہ-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

11.2-اجرت بہ لحاظ کارکردگی

اجرت کی تعیین اور تقرر میں ایک فرق کارکردگی کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے، یعنی اجرت بہ لحاظ وقت دی جائے یا بہ لحاظ مقدارِ کار، اس میں مزدور کی محنت، مہارت اور کارکردگی کو بڑا دخل ہوتا ہے-جو مزدور محنتی سمجھدار ماہر اور جفاکش ہوتے ہیں، ان کو ہر شخص زیادہ مزدوری دے کر کام لینا پسند کرتا ہے-اس کے برخلاف سست، کاہل، بددیانت مزدوروں کو کم سے کم اجرت ملتی ہے-اس طرح جہاں مقدار کار کے لحاظ سے اجرت دی جاتی ہے، وہاں بھی پہلا مزدور دوسرے کے لحاظ میں زیادہ اجرت حاصل کرتا ہے-جو اجرت کارکردگی کے لحاظ سے دی جاتی ہے اس کو معاشیات کی اصطلاح میں **اجرتِ مہارت یا اجرتِ کارکردگی** کہتے ہیں-

اسلام نے تعیین اجرت میں جسمانی قوت کے ساتھ اخلاق واوصاف کا لحاظ بھی ضروری قرار دیا ہے-اگر کوئی مزدور جسمانی اور اخلاقی اوصاف میں نمایاں ہو تو اس کو زیادہ اجرت دینے کی اجازت ہے اور جو ان اوصاف میں جس قدر کم ہو اس کو اسی اعتبار سے اجرت کم دی جائے گی مگر اس کمی کی ایک حد ہے جس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے-

اسلام جفاکشی، محنت، دیانت داری، مہارت اور حسن کاری کو جس قدر پسند کرتا ہے اور کاہلی، سستی، کام چوری اور بددیانتی کو جس قدر ناپسند کرتا ہے، اس کا اندازہ درج ذیل آیات اور احادیث سے ہوگا-

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی نے جب ان سے حضرت موسیٰؑ کو اجیر رکھ لینے کی درخواست کی تو بہ طور دلیل یہ کہا:

يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ (القصص 26:28)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" اچھا مزدور وہ ہے جو قوی اور امانت دار ہو- "

اس سے دو وصف معلوم ہوتے ہیں: یعنی جس میں قوت جسمانی کے ساتھ امانت کا وصف بھی ہو تا کہ وہ جس کام پر لگایا جائے اس کو دیانت داری سے انجام دے-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

الخازن الأمين الذي يؤدي ما أمر به طيبة به نفسه (سنن نسائی)

" خازن اور امین وہ شخص ہے کہ جو کام اس کے سپرد کیا جائے، وہ اس کو نہایت خندہ پیشانی سے انجام دے-"

مہارت اور حسن کاری کو بھی اسلام پسند کرتا اور اس کی ہمت افزائی کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اس میں خوش نمائی اور پائیداری ہو- چناں چہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی صنعت گری کا یہ وصف بتلایا ہے:

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِی أَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (النمل 27:88)

" اللہ کی یہ صنعت گری ہے کہ اس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے-" "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

'إِنَّ اللّٰه تَعَالٰی يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلاً أَن يُّتقنه (صحيح بخاری)

" خدا کو یہ بات پسند ہے کہ تم جب کوئی کام کروں تو اس میں خوبی اور مضبوطی کا خیال رکھو- "

کتاب و سنت کی ان ہدایات سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1. اگر مزدور کو جسمانی قوت اور اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے کم و بیش اجرت دی جائے تو یہ اسلامی قانون اجرت کے منافی نہ ہو گا۔
2. کارکردگی، مہارت اور حسن کاری کے لحاظ سے بھی اجرت مقرر کی جاسکتی ہے۔

11.3-اجرت بہ لحاظ ادائیگی

علمائے معاشیات نے اجرت کی ایک تقسیم ادائیگی کے لحاظ سے بھی کی ہے۔اس اعتبار سے اجرت کی دو قسمیں ہیں:

1. اجرتِ متعارفہ
2. اجرتِ صحیحہ

11.3.1-اجرت متعارفہ

اس سے مراد زَر کی وہ مقدار ہے جو مزدور کو اس کی محنت کے معاوضہ میں ادا کی جائے، مثلاً 500 روپیہ روزانہ یا پندرہ ہزار روپے ماہوار۔

11.3.2-اجرتِ صحیحہ

اور اس رقم سے مزدور جو ضروریات زندگی، خوراک، لباس، مکان، علاج اور تعلیم حاصل کرتا ہے، وہ اس کی اجرتِ صحیحہ کہلائے گی۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ مزدور کے لیے اصل چیز مقدارِ زَر نہیں بل کہ مقدار ضروریات ہے۔ ہر شخص کسبِ معاش کے لیے محنت کرتا ہے اور معاش چند سکوں اور کاغذ کے پرزوں کا نام نہیں ہے بل کہ وہ اشیا کے اس مجموعے کا نام ہے جنھیں وہ سکے دے کر خریدتا ہے اور ان سے اپنی احتیاجات پوری کرتا ہے۔ محنت کے معاوضے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رقم قبول کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ اسے اس کی مقبولیت کا علم ہے- وہ جانتا ہے کہ اس کے ذریعے جب چاہے وہ اپنی مطلوبہ چیزیں خرید سکتا ہے- اگر کسی وجہ سے زَر کی مقبولیت جاتی رہے تو کوئی مزدور کبھی اپنی محنت کا معاوضہ زر کی شکل میں قبول کرنے پر تیار نہ ہو گا- مختصر یہ کہ اجرت کے سلسلے میں محنت کش طبقے کے پیش نظر اصل مقصد زیادہ سے زیادہ ضروریاتِ زندگی حاصل کرنا ہوتا ہے، مقدارِ زر سے اس کو کوئی خاص سروکار نہیں ہوتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اگر زر کی تھوڑی سی مقدار سے زیادہ ضروریات پوری ہوں تو مزدور معاشی حیثیت سے مطمئن ہو گا- اس کے برعکس اگر اسے مقدارِ زر تو زیادہ حاصل ہو مگر اس سے ضروریات پوری نہ ہوں تو مزدور کبھی خوش اور مطمئن نہیں ہو سکتا- اس سے معلوم ہوا کہ مزدوروں کے نقطہ نظر سے دراصل جو چیز زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ اجرت متعارف نہیں بل کہ اجرتِ صحیحہ ہے کیوں کہ خالی کا تمام دارومدار اسی پر ہے-

12- اجرتِ صحیحہ میں اضافے کی صورتیں

اجرت صحیحہ میں اضافے کی تین صورتیں ممکن ہیں:

1. ایک یہ کہ اشیا کا نرخ معین رہے اور اجرتِ متعارفہ بڑھ جائے-
2. دوسری صورت یہ کہ اجرت متعارفہ متعین رہے اور ضروریات زندگی ارزاں ہو جائیں-
3. تیسری صورت یہ کہ اجرتِ متعارفہ میں اضافہ بھی ہو اور نرخ ضروریات میں بھی تخفیف ہو- موجودہ ماہرین معاشیات کے نزدیک مزدوروں کے حق میں یہ صورت سب سے زیادہ فائدہ بخش اور قابل اطمینان ہے- ایک طرف تو اجرتِ متعارفہ میں برابر اضافہ جاری ہے، دوسری طرف ضروریات روز بہ روز ارزاں ہوتی جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کی اجرتِ صحیحہ میں دوگنا اضافہ ہو جاتا ہے-

موجودہ دور میں قریب قریب ہر ملک کا خواہ وہ سرمایہ دار ممالک ہوں یا اشتراکی، حال یہ ہے کہ وہاں ایک طرف اجرتِ متعارفہ میں برابر اضافہ ہوتا جارہا ہے، دوسری طرف ضروریات زندگی روز بروز گراں ہوتی جارہی ہیں- چناں چہ دس یا بارہ ہزار پانے والا محنت کش جب بازار میں اپنی ضروریات خریدنے جاتا ہے تو اس کو مہینا بھر آلو اور روٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر گزر کرنا پڑتا ہے اور اس میں سے پیٹ کاٹ کر وہ کسی طرح اپنی دوسری ضرورتیں پوری کرتا ہے- ماضی کے مقابلے میں آج کے محنت کش کی اجرت متعارفہ میں تین گناہ اضافہ ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں ہے جتنا کہ آج سے تیس چالیس برس پہلے کا محنت کش ہوا کرتا تھا- اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اجرت متعارفہ میں اگر چار گنا اضافہ ہوا ہے تو ضروریات کی قیمت چھے گنا بڑھ گئی ہیں، اس لیے اجرت متعارفہ میں اضافے کے باوجود اس کی اجرت صحیحہ میں کمی ہوئی ہے اور اس کے اطمینان کے لیے ضروری ہے کہ اجرت صحیحہ میں اضافہ ہو-

اجرت متعارفہ کے اضافے سے مزدوروں کو عارضی طور پر کچھ راحت اور آسانی ہو جاتی ہے مگر اس سے مستقل طور پر ان کی پریشانی دور نہیں ہوتی- اس کی ایک ہی صورت ہے کہ اشیاے ضرورت کی قیمتوں میں تخفیف ہو-

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اشیا کی قیمتوں میں مسلسل ارزانی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ سرمایہ دار اور کارخانہ دار کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ چیزوں کے نرخ میں اضافہ ہو تاکہ ان کا منافع زیادہ سے زیادہ ہوتا چلا جائے-

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا حل یہ ہے کہ جب تک انسان کی مادی ذہنیت اور نفع اندوزی کے بے قید اور بڑھتے ہوئے جذبے کی اصلاح نہ ہو جائے اس وقت تک اشیا کے نرخ میں کوئی مستقل ارزانی پیدا ہونا مشکل ہے- قیمتوں کی تعیین کے سلسلے میں بعض دوسری چیزیں بھی رکاوٹ بنتی ہیں، مثلاً: سامان تعیش کی فراوانی؛ ذخیرہ اندوزی؛ حکومت کے کارکنوں کی مسرفانہ زندگی؛ جنگی فضا اور سامان جنگ کی وسعت میں تیزی سے اضافہ وغیرہ-

13- اسلامی معیارِ اُجرت

اسلامی نقطۂ نظر سے بھی مزدوروں کی اجرت کا معیار اجرتِ متعارفہ (Nominal Wage) نہیں بل کہ اجرت صحیحہ (Real Wage) ہے۔ یعنی ان کو اتنی اجرت ملنی چاہیے جس سے ان کی بنیادی ضرورت پوری ہو سکیں بہ شرطے کہ آجر اور مستاجر کے منافع میں بھی اس کی گنجایش ہو- ان کی بنیادی ضرورتیں غذا، لباس اور مکان ہی نہیں بل کہ اس میں علاج اور تعلیم بھی شامل ہے- اگرچہ علاج اور تعلیم کی ذمہ داری خود حکومت پر ہو گی اور وہی اس کی پالیسی بنائے گی اور اس کو عملاً نافذ کرے گی مگر مزدوروں کی اجرت میں اتنی وسعت تو بہ ہر حال ملحوظ رکھی جائے گی کہ اگر وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہیں تو اپنے بچوں کو اپنی مرضی کے مطابق سرکاری درس گاہوں کے بجاے پرائیویٹ اداروں میں تعلیم دلوائیں اور سرکاری شفاخانوں کے بجاے پرائیویٹ ڈاکٹر کو بلا کر اپنے گھر پر علاج کرائیں- اس کے لیے ان کو پورا موقع بھی موجود ہونا چاہیے اور جیب میں پیسا بھی-

14- تعیین اُجرت کے متعلق اسلامی ہدایات

شریعت اسلامیہ میں اجرت کی تعیین کے متعلق اصولی رہ نمائی کی گئی ہے جس کی روشنی میں فقہا اور مجتہدین نے تفصیلی ضوابط اخذ کیے گئے ہیں- ان کی توضیح ذیل میں کی جاتی ہے-

14.1 تعیین اجرت: قرآنی تعلیمات

قرآن پاک میں نکاح، وصیت اور رضاعت کے بیان میں جہاں جہاں معاوضہ یا اُجرت دینے کا ذکر ہے وہاں قرآن پاک نے لفظ " معروف" کا استعمال کیا ہے، یعنی اُجرت اور مزدوری معروف طریقہ پر دی جائے، مثلاً دودھ پلانے کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے ہدایت دی ہے:

وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ2: 233)

" اگر تم کسی دوسری عورت سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا چاہتے ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم معروف طریقہ پر ان کو اجرت دو-"

اس ٹکڑے میں ان کو معروف طریقہ پر اجرت دینے کا ذکر ہے جس کے معنی بہت وسیع ہیں- اس آیت سے پہلے ماؤں کے دودھ پلانے کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے کہ:

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ2: 233)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"کسی آدمی کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی۔"

اس کے بعد پھر ہدایت دی:

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ

" نہ تو ماں کو بچہ کی وجہ سے کوئی تکلیف دی جائے گی اور نہ باپ بچہ کی وجہ سے کسی زحمت میں ڈالا جائے گا۔"

بالکل یہی دونوں شرطیں اس دودھ پلانے والی کے لیے بھی ہیں، جو اس کی ماں نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے آٹھ برس تک حضرت شعیبؑ کی بکریاں چرائی تھیں۔ حضرت شعیبؑ اور ان کے درمیان جو گفت گو ہوئی تھی اس کو قرآن نے نقل کیا ہے۔

حضرت شعیبؑ نے کہا کہ اگر آپ نے ہماری بکریاں آٹھ برس تک چرائیں، تو میں اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دوں گا۔ اس کے بعد حضرت شعیبؑ نے کہا:

فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (القصص 28:27)

" اگر تم دس برس پورے کر دو تو یہ تمھارا احسان ہو گا اور میں تمہارے اوپر کوئی سختی اور زیادتی کرنا نہیں چاہتا ان شاء اللہ تم مجھے اچھا آدمی پاؤ گے۔"

ایک مستاجر یا مالک کے طرزِ عمل اور مزدور کے کام کی مقدار اور اس کی اجرت کے تعین کے سلسلے میں حضرت شعیبؑ نے خود ہی صراحت سے کہہ دیا کہ یہ کام کرنا ہو گا اور کام یا اجرت کی ادائیگی میں کوئی زیادتی نہیں کروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گا- ان شاء اللہ تم مجھے اچھا آدمی پاؤ گے- لیکن ایک اجیر کا بھی حق ہے کہ وہ بھی اپنی حیثیت واضح کر دے، چناں چہ حضرت موسیٰؑ نے ان کے جواب میں کہا:

ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ

(القصص 28:28)

" میرے اور آپ کے درمیان یہ طے شدہ معاہدہ ہے تو میں دونوں مدت میں سے جس مدت تک چاہوں گا، کام کروں گا اس سلسلے میں میرے اوپر کوئی جبر نہ کیا جائے- اور ہم جو بات طے کر رہے ہیں، اللہ اس کا اصل نگراں ہے-"

ان آیات سے فقہا نے بے شمار مسائل اجرت اخذ کیے ہیں- جس طرح قرآن پاک نے نکاح، وصیت رضاعت اور اجرت کے سلسلے میں ہر جگہ "معروف" کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی اجرت معروف طریقہ پر دی جائے- اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے بھی اجرت کے سلسلے میں اور بعض دوسرے مواقع پر بھی لفظ "معروف" استعمال فرمایا ہے-

اجیر کے بارے میں فرمایا کہ طَعَامُه وَكِسوَتُه بِالمَعرُوف اس کا کھانا کپڑا عام معروف طریقہ پر دیا جائے- اسی معروف اور عرف وعادت کے تحت فقہا نے بے شمار احکام میں تطبیق اور تعیین سے کام لیا ہے۔ علامہ جصاصؒ اپنی کتاب "احکام القرآن" میں لفظ معروف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاذاشطت المرأة وطلبت من النفقة اكثر من المعتاد والمتعارف لمثلها لم تعط و كذالک اذا قصر الزوج عن مقدار نفقته مثلها فی العرف و العادة لم يحل ذلک و أُجبر على نفقة مثلها (احكام القرآن 1/ 404)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" اگر کوئی عورت زیادتی کرے اور اجرت مثل سے زیادہ طلب کرے تو اس کو اجرت مثل (یعنی اس کے لیے عام طور سے جتنے اخراجات دیے جاتے ہیں-) سے زیادہ نہیں دیے جائیں گے-اسی طرح اگر شوہر اس سے کم اجرت اور اخراجات دے جتنا عام طور پر رواج ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے اور اسے اتنی اجرت اور خرچ دینے پر مجبور کیا جائے گا-"

پھر اسی آیت کے ٹکڑے: لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ2: 233) (کسی شخص پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے گا-) کے تحت کہتے ہیں کہ اگر دودھ پلانے والی اجرتِ مثل سے زیادہ مانگے تو اس کو اجرت مثل سے زیادہ اجرت نہیں دی جائے گی-اور اگر بچے والا اجرت مثل سے کم اجرت دے تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ پوری اجرت دے-

ان آیات سے حسب ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

1. آجر اور مستاجر دونوں کی حیثیت مساویانہ ہے-دونوں اپنی رضامندی سے معاہدہ کرتے ہیں اور دونوں پر اس معاہدہ کی امانت دارانہ پابندی ضروری ہے-
2. کام کے لینے میں اور کام کے کرنے میں دونوں کی صلاحیت اور قوت کا لحاظ ضروری ہے-اگر دونوں یا کوئی ایک فریق اپنے اوپر زیادتی محسوس کرتا ہے تو اسے معاہد فسخ کرنے کا حق ہے-
3. اجرت کے دینے اور اجرت لینے میں بھی دونوں کی حیثیت اور ضرورت کا لحاظ کیا جائے گا-
4. کوئی مستاجر کسی اجیر کو بازار کی عام اجرت یا اس طرح کے کاموں کی جو اُجرت حکومت نے مقرر کر دی ہے، نہ اس سے کم اجرت دے گا اور نہ اس کو کسی اور طریقہ سے استحصال کا موقع دیا جائے گا اور حکومت پوری اجرت دلائے گی-اسی طرح اجیر کو بھی اتنے مطالبہ کا حق نہیں دیا جائے گا کہ مستاجر کے کام کو فائدے کے بجائے نقصان میں تبدیل کر دے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

14.2 تعیین اجرت اور احادیث و آثار

اس سلسلے میں قرآن مجید کی ہدایات کے ساتھ حسبِ ذیل احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ بھی ہماری رہ نمائی کرتے ہیں:

ایک بار حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کسی عجمی غلام کو برا بھلا کہا- غلام نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شکایت کی آپ نے حضرت ابو ذر کو تنبیہ فرمائی کہ تم میں اب تک جاہلیت کی بُو باقی ہے- انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! کیا اس بڑھاپے میں؟ فرمایا: ہاں- اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا:

هم إخوانُكم ، جعلهم اللهُ تحتَ أيديكم ، فمَنْ جعلَ اللهُ أخاه تحتَ يدِه ، فلْيُطْعِمْه ممَّا يَأْكُلُ ، ولْيُلْبِسْه مما يَلْبَسُ (صحيح بخارى)

" تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں، خدا نے ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے- تو جس کے ماتحت خدا نے اس کے کسی بھائی کو کر دیا ہو، اسے چاہیے کہ جو وہ خود کھائے، وہ ان کو کھلائے اور جو خود پہنے ان کو پہنائے-"

اس کے بعد حضرت ابو ذر کا یہ حال ہو گیا کہ ان کے پاس ایک چادر بھی آ جاتی تھی تو نصف اپنے غلام کو دے دیا کرتے تھے اور نصف خود استعمال کرتے تھے-

دوسری حدیث میں ہے کہ جن سے تم کام لیتے ہو، ان کی غذا اور لباس کی ذمہ داری بھی تمھارے اوپر ہے-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

تصدَّقُوا قال رجلٌ عندِي دينارٌ قال تصدَّقْ بِهِ على نفسِكَ قال عندي دينارٌ آخرُ قال تصدقْ به على زوجِكَ قال عندي دينارٌ آخر قال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصدق به على ولدِكَ قال عندي دينار آخر قال تصدقْ بِهِ على خادِمِكَ قال عندي دينار آخر قال أنتَ أبْصَرُ۔(مسند احمد)

" صدقہ کرو تو ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ میرے پاس ایک دینار ہے- آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمایا: اسے اپنے اوپر خرچ کرو- کہ اپنی بیوی کے اوپر صرف کرو- پھر پوچھا کہ ایک اور دینار ہے- فرمایا: اپنے بچوں پر صرف کرو- انھوں نے کہا کہ ایک دینار اور ہے- فرمایا: اپنے خادم پر صرف کرو- انھوں نے آخر میں کہا کہ میرے پاس ایک دینار اور ہے- آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ اس کو اپنی صواب دید سے جہاں چاہو خرچ کرو-"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جہاں اس کے مال میں بچوں کا حق مقرر کیا، اسی کے ساتھ ان لوگوں کا حق بھی مقرر فرمایا جو ان کے یہاں محنت مزدوری کرتے ہیں-

ایک بار حضرت عمر بن العزیزؒ نے عمال حکومت کو ہدایت دی کہ جو لوگ مقروض ہوں، ان کے قرض حکومت کے بیت المال سے ادا کر دیے جائیں- عمال حکومت نے انھیں لکھا کہ ایسے لوگ بھی اس فہرست میں آتے ہیں جن کے پاس مکان بھی ہے، سواری بھی ہے، گھر کے اندر ساز و سامان بھی موجود ہے اور کھانے پینے کی چیزیں بھی- کیا ایسے لوگوں کا قرض ادا کرنا صحیح ہوگا؟ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ یہ چیزیں ہر مسلمان کے لیے لازمہ حیات ہیں- ان چیزوں کے باوجود اگر وہ مقروض ہیں تو

فاقضوا عنه فانه غارم (كتاب الاموال، ص556)

" ان کا قرض ادا کرو کہ یہ قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں-"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کے ایک باشندے کے لیے خواہ مزدور ہو یا کسان، یہ چیزیں بہ ہر حال فراہم ہونی چاہئیں اور آجر کو اجرت دیتے وقت اس کا لحاظ کرنا پڑے گا- اس لیے کہ اگر اس کی اجرت میں اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا تو یہ ضرورتیں کیسے پوری ہو سکتی ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاج و تعلیم کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیات، آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھا جائے تو اس کی اہمیت خود بہ خود سامنے آجائے گی۔

قرآن مجید نے مرض کو اتنی اہمیت دی ہے کہ بیماری کی حالت میں بہت سے احکام کی پابندی مثلاً جمعہ اور جماعت کو پابندی اٹھالی ہے، حتیٰ کہ جہاد، جو افضل العبادات ہے اس کی ذمہ داری اس حالت میں ساقط کر دی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود مریضوں کی عیادت اور تیمارداری فرماتے تھے اور لوگوں کو اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

من هديه ﷺ فعل التداوى فى نفسه و الامر من اصابته مرض (زاد المعاد)

" آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسوہ یہ تھا کہ آپ نے خود اپنا علاج کرایا ہے اور دوسروں کو بہ وقت بیماری اس کا حکم دیا ہے۔"

اسلامی معاشرہ کے افراد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو چھ چیزیں ضروری قرار دی ہیں، ان میں ایک عیادت مریض بھی ہے۔ایک بار آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا ہے؟ تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟

حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عمرؓ کی زبان سے ہر ہر سوال کے جواب میں "ہاں" نکلی۔آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب چیزیں جس شخص میں جمع ہو جائیں، وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔(صحیح مسلم)

ایک بار حضرت ابی بن کعبؓ بیمار پڑے تو آپ نے ایک طبیب کو بھیجا جس نے آپ کا علاج کیا۔(مسند احمد)

ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی اناڑی ڈاکٹر علاج کرے اور مریض کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو اس سے تاوان لیا جائے گا۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ (سنن ابوداؤد)

" جو شخص پہلے سے علاج میں مہارت حاصل کیے بغیر کسی کا علاج کر دے (اور اس کو نقصان پہنچے) تو اس سے تاوان لیا جائے گا-"

غالباً اسی ارشادِ نبویؐ کو سامنے رکھ کر خلفا نے معالجوں کی نگرانی کو بھی اپنے ذمہ لے لیا تھا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر اتنی سختی سے عمل کیا کرتے تھے کہ جو عامل یا حاکم غلاموں اور خادموں کی عیادت نہیں کرتا تھا اس کو معزول کر دیتے تھے-

اگر کوئی شخص کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جائے مثلاً جزام، دق وغیرہ تو اگر اس کی استطاعت ہے تو اسے گھر سے باہر رہ کر علاج کرانا چاہیے- اگر اس کی جیب میں پیسا نہیں تو حکومت اس کا خرچ برداشت کرے گی اور اس کو گھر سے باہر رہ کر علاج کی سہولت بہم پہچائے گی-

گھر سے باہر رہنے کی جو بات کہی گئی ہے وہ اس لیے کہ اس مرض سے دوسرے نہ متاثر ہوں- امام ابن قیمؒ نے یہ بات جذام یعنی کوڑھ کے سلسلہ میں لکھی ہے مگر اس پر دوسرے متعدی و مہلک امراض کہ قیاس لیا جا سکتا ہے- جذامی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

وان لم يكون له مال خرج من المنزل اذا لم يكن فيه شى ء ينفق عليه من بيت المال (الطب النبوى)

اسی طرح تعلیم کے سلسلے میں قرآن کی ہدایتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات اور خلفاے راشدین کے اسوے سامنے ہوں تو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ انسان کی بنیادی ضرورتوں میں ایک خاص ضرورت تعلیم بھی ہے-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علم کے حصول کو ایک فرض قرار دیا ہے- ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ (صحیح مسلم)

"علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہؓ کو تعلیم کے لیے متعدد مقامات پر روانہ فرمایا تھا۔ خلفاے راشدین نے تعلیم کو حکومت کی ایک ذمہ داری قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خود بیت المال سے انھوں نے اس کا انتظام کیا تھا۔ صرف مدینہ کے بارے میں یہ مذکور ہے:

ثلثة فی المدینة یعلمون الصبیان وکان عمر بن الخطاب یرزق کل احد منهم خمسة عشر درهما فی کل شهر

تین آدمی مدینہ میں بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمرؓ نے پندرہ درہم ماہانہ ان کی تنخواہ مقرر کر دی تھی۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اسلامی نظامِ اجرت میں مزدوروں کو اتنی اجرت بہ ہر حال ملنی چاہیے جس کے ذریعے وہ محض اپنے جسم و جان کا رشتہ ہی نہ قائم کر سکیں بل کہ اس کے ذریعے: (1) غذا (2) لباس (3) مکان (4) علاج اور (5) تعلیم کا انتظام بھی کر سکیں۔

لیکن یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ مزدوروں کو ایک متوازن اُجرتِ صحیحہ اسی وقت مل سکتی ہے، جب ملک کی عام معاشی حالت میں ٹھہراو اور اس کی صنعت و تجارت میں توازن ہو۔ اگر یہ چیز نہیں ہو گی تو پھر اجرت صحیحہ میں پائیداری نہیں پیدا ہو سکتی اور مزدوروں میں لامحالہ بے چینی پیدا ہو گی۔ اسی طرح اگر مزدوروں کی اجرت صحیحہ کی مقدار میں برابر اضافہ ہوتا رہے اور وہ تعیشات میں مبتلا ہو جائیں تو بھی کارکردگی پر اس کا اثر پڑے گا جس سے ملک کی صنعت و تجارت اور معاشرت سب کو نقصان پہنچے گا۔

اسلام نے اجرت صحیحہ کو قائم رکھنے اور لوگوں کو تعیشات سے بچانے کے لیے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ اخلاقی بھی ہیں اور قانونی بھی۔ وہ ایک طرف انسانوں میں خوف خدا اور خوف آخرت کے ذریعہ ایسی اخلاقی ذہنیت پیدا کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش کرتا ہے کہ ان میں مفاد پرستی، نفع اندوزی، خود غرضی اور ہوا وہوس کے بجائے اخوت و ہمدردی اور قناعت پسندی کے جذبات پیدا ہوں- دوسری طرف ملک کے اندر ایک معتدل نظام حکومت قائم کر کے دولت کی غلط تقسیم کو مٹاتا ہے اور قانوناً ایسے تمام ذرائع معاش بند کر دیتا ہے جس سے انسانی اخلاق اور معاشرت پر برا اثر پڑتا ہو، مثلاً: ذخیرہ اندوزی (Hoarding) سٹہ بازی (Speculation) اور مضر صحت لہو ولعب، دولت کا بے جا صرف- اور آجروں میں وہ ایسی ذہنیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اجیروں پر ظلم وستم اور حق تلفی کرنے کے بجائے ان کو اپنے جیسا انسان سمجھ کر ان سے معاہدہ کرتے وقت یہ کہیں:

"میں نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی زیادتی ہو- اس سلسلے میں تم ان شاء اللہ مجھے اچھا آدمی پاؤ گے-"

ان کے دلوں میں خدا کا اور آخرت کا خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے- آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جن تین آدمیوں کے خلاف خود مدعی ہوں گا ان میں:

رجلٌ استأجرَ أجيرًا فاستوفى منهُ ولم يُعْطِه أجرَه (صحيح بخاری)

"ایک وہ شخص ہے جس نے کوئی مزدور رکھا اور اس مزدور نے اس کا کام پورا کر لیا مگر اس نے اس کی اجرت (بالکل) نہیں دی (یا پوری نہ دی)-"

ان کے سامنے ان ظالم آجروں کے بجائے جو مزدوروں کو اجرت مارنے کی فکر ہیں لگے رہتے ہیں، ان آجروں کی مثالیں سامنے ہوں گی جو اجرت کے امین ہوتے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

"تین آدمی ایک غار میں پھنس گئے تھے- ان تینوں نے اپنے اپنے نیک کاموں کا واسطہ دے کر اس مصیبت سے نجات کی دعا کی- تیسرا شخص جس کی دعا کے بعد یہ لوگ اس مصیبت سے نجات پا گئے، وہ ایک آجر تھا جس نے کسی مزدور کو اجرت پر رکھا تھا اور اتفاق سے وہ مزدور کام پورا کرنے کے بعد اپنی اجرت لیے بغیر چلا گیا- اس آجر نے اس کی اجرت کو ہڑپ کر جانے کے بجائے تجارت میں لگا دیا اور اس میں اس کو کافی نفع ہوا- بہت دنوں بعد وہ مزدور واپس آیا اور اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجرت طلب کی تو آجر نے کہا کہ یہ تمام جانور اور مال و اسباب جو نظر آرہا ہے وہ سب تمھاری اجرت ہی کا ہے تو وہ اس کو مذاق سمجھا- مگر جب اس نے اس کو یقین دلایا تو وہ یہ سارا سامان لے کر گھر واپس آگیا-"

اسلام ان کارکنوں اور مالکوں کو جو مزدوروں، اجیروں اور ملازموں پر زیادتی کرتے ہیں، یہ وعید سناتا ہے:

لا یدخلُ الجنةَ سیئُ الملَکةِ (سنن ترمذی)

"اپنے ماتحتوں سے بُرا برتاؤ کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا-"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں یہ فرمایا کہ:

اتقوا اللهَ فیما ملَکَتْ أیمانُکُمْ (سنن ابو داؤد)

"اللہ نے جن کو تمھاری ماتحتی میں دیا ہے، ان کے بارے میں اللہ سے ڈرو-"

مقصد یہ ہے کہ ان کے حقوق کا پورا خیال رکھو- اگرچہ یہ حدیث غلاموں اور ذاتی ملازموں کے بارے میں وارد ہوئی ہے مگر اس کے باوجود اس کے مفہوم و مدلول کی عمومیت میں کوئی فرق نہیں آتا- یہی وجہ ہے کہ شیخ تورپشتیؒ نے اس حدیث کے تحت ان محنت کش جانوروں کو بھی داخل کیا ہے جن سے آدمی کام لیتا ہے- اس لیے اس عمومیت میں مزدور اور اجیر بہ درجۂ اولیٰ شامل ہوں گے-

اس سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت اجرت پر کام کرنے والا پیشہ ور مظلوم طبقہ یہی تھا- اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بار بار اس طبقہ کا تذکرہ فرمایا ہے-

اسلام مزدوروں اور اجیروں کے ذہن میں بھی یہ بات بٹھاتا ہے کہ انھوں نے آجر سے معاہدہ کر کے جو کام اپنے ذمہ لیا ہے اس کی تکمیل محض مفاد پرستی، نفع اندوزی اور خود غرضی کے جذبہ سے نہ ہونی چاہیے بل کہ معاہدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ان کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لیے "القوی الامین" یعنی چست اور دیانت دار ثابت ہوں اور یہ سمجھ کر کام کریں کہ یہ معاہدہ انھوں نے محض آجر سے نہیں بل کہ خدا سے کیا ہے جو معاہدہ شکنی یا اس میں بد دیانتی کو اخلاقی اور قانونی دونوں طرح کا جرم قرار دیتا ہے- معاہدہ کرتے وقت تم کو یہ سوچ کر معاہدہ کرنا چاہیے کہ:

وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (القصص 28: 28)

"جو کچھ ہم (معاہدہ میں) طے کر رہے ہیں، خدا اس کا نگران ہے-"

اس لیے اگر ہم آجر کی نگاہوں اور اس کی نگرانی سے بچ گئے تو خدا کی نظروں سے نہ بچ سکیں گے-

اسلام صنعت کاروں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسا سامان نہ بنائیں جن سے ان کو تو فائدہ ہو مگر انسانی زندگی کے لیے مفید نہ ہو- وہ ان کے سامنے یہ اصول پیش کرتا ہے کہ:

من حُسنِ إسلامِ المَرءِ تَركُه مَا لا يَعْنِيه (سنن ترمذی)

" آدمی کے اسلام کی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ بے ضرورت کام چھوڑ دے-"

سٹہ بازوں اور ذخیرہ اندروزوں کو اسلام یہ وعید سناتا ہے:

المحتكرُ ملعونٌ

" ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے-"

مَن غشَّ فليس مِنَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" جو کاروبار میں ملاوٹ کرتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں-"

اسلام دولت پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگی بسر کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے:

إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓاْ إِخْوَٰنَ ٱلشَّيَٰطِينِ (بنی اسرائیل27:17)

"جو عیش و عشرت کی مسرفانہ زندگی بسر کرتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں-"

اس کے بجائے وہ ایک خدا پرست کی صفت یہ بتاتا ہے:

وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمْ يُسْرِفُواْ وَلَمْ يَقْتُرُواْ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان67:25)

" جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں-ان دونوں کے بیچ میں ایک درمیانہ راستا ہے-"

غرض یہ کہ اسلام اس طریقے سے اجیر و مستاجر کی کش مکش کو ختم کرتا ہے-اشیا کی قیمتوں میں یک سانی پیدا کرتا ہے-اجرت صحیحہ کے معیار میں زیادتی مسرفانہ تعیشات کو مٹا کر ایک ایک سادہ اور معتدل زندگی کو رواج دیتا ہے-

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام مطلق زیب و زینت اور سامان تفریح کو پسند نہیں کرتا بل کہ اس کو اس حد سے آگے نہیں بڑھنے دینا چاہتا جو ملک کی معاش، اخلاق اور صحت پر اثر انداز ہو-ورنہ اعتدال و سلامت روی کے ساتھ زیب و زینت اور زیبایش و آرایش کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بل کہ اس کی ترغیب دیتا ہے-رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:

مَن أنعَمَ اللهُ عليه نِعمةً، فإنَّ اللهَ يُحِبُّ أنْ يُرى أثرُ نِعمتِه على خَلقِه(مسند احمد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" اللہ جب کسی کو نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کی مخلوق پر ظاہر ہو۔"

مگر "لاتسر فوا" کی قید کے ساتھ یعنی ایسی زیب وزینت جس میں اسراف، دکھاوا اور غیر معتدل تعیش نہ ہو۔

15-معیارِ زندگی کا مسئلہ

اس تفصیل کے بعد اس چیز کے بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مزدوروں کی اجرتِ صحیحہ کی مقدار اور ان کا معیارِ زندگی کیا اور کیسا ہو؟ اسلام نے کچھ حدود مقرر کر دیے ہیں اور ان حدود کے اندر اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنا معیار زندگی جتنا چاہیں اونچا کریں۔ وہ جو قانون بھی بناتا ہے اس میں یک سانیت ہوتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے معیارِ زندگی کیا ہونا چاہیے اس سلسلے میں مشہور عالم معاشیات پروفیسر الیاس برنی صاحب کی رائے یہ ہے:

"اس مسئلے میں از حد اختلاف رائے پھیلا ہوا ہے کہ معاشی نقطۂ نظر سے زندگی کا کون سا معیار بہتر ہے۔ آیا ہم کو چند سیدھی سادی ضروریات پر قناعت کرنا اچھا ہو گا یا دنیا کی نعمتوں اور تعیشات سے دل بھر کر لطف اٹھانا؟ حُکما کے ایک طبقہ نے تو نفس پروری اور عشرت پرستی کو زندگی کی غرض و غایت قرار دیا ہے۔ اور دوسرے نے نفس کشی اور ریاضت کو اعلیٰ مقصد ٹھیرایا ہے۔ سچ پوچھیے تو یہ فرقے افراط و تفریط میں جا پھنسے ہیں۔ خدا کے بے شمار عطیات سے خواہ مخواہ دست کش رہنا بھی کفرانِ نعمت ہے اور تمام عمر تن پروری کی نذر کر دینا بھی گم راہی ہے۔ دنیا کی لذتوں کا اعتدال سے لطف اٹھانا، پھر بھی نفس پر قابو رکھنا گو دشوار ہے لیکن زندگی کا سب سے کام یاب طریق یہی ہے اور اسلام نے اپنے پیروؤں کو اسی طریق کی ہدایت کی ہے۔ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے قطع نظر کر کے یہی طریق اعتدال معاشی نقطۂ نظر سے اصولاً و تجربتاً بہترین ثابت ہو رہا ہے۔" (علم المعیشت، ص 47)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

16-اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں اور فرائض

اسلام نے جہاں اخلاقی سطح پر ہدایات دی ہیں وہیں حکومت اور ریاست کی سطح پر بھی ان کے حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا ہے-اس ضمن میں حکومت کی اہم ذمہ داریاں اور فرائض درج ذیل ہیں:

16.1-ضروریات زندگی کی فراہمی

حکومت کی پہلی ذمہ داری یہ ہو گی کہ وہ ملک کے ہر باشندے کی بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کرے اور ان کے جان ومال کی حفاظت کرے-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکومت کی اس ذمہ داری کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا تھا:

انا ولی من وارث

" میں اس کا والی ہو جس کا کوئی وارث نہ ہو-"

یعنی جو لوگ ذرایع رزق سے بہرہ ور ہیں، وہ تو اپنی کفالت کے خود ذمہ دار ہیں مگر جو کسی وجہ سے ان سے محروم ہیں، ان کی کفالت حکومت کے ذمہ ہے- آپ نے خانہ حیثیت سے فرمایا تھا جو ہے کیا آپ سرکاری آمدنی سے ایسے لوگوں کی کفالت فرماتے تھے اور آئندہ کے لیے یہ ہدایت فرمادی:

" حکومت اس کی کفیل ہے جس کا کوئی کفیل نہ ہو-"

اسی بناپر فقہانے یہ کلیہ بنایا ہے کہ:

الامام یعصم النفس و المال

" مال کی حفاظت امام یعنی حکومت پر ہے-"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موجودہ دور میں محنت کشوں کے حقوق کے متعلق بہت زیادہ کوتاہی پائی جاتی ہے- بعض ممالک میں ان کی فلاح و بہبود کے لیے فنڈ قائم ہیں لیکن وہ انھی کے پیسوں سے کٹوتی کر کے قائم کیے جاتے ہیں- حکومتیں اپنے سرکاری عہدوں پر فائز لوگوں کی دیکھ بھال تو کرتی ہیں لیکن عام محنت کشوں یا بے روزگاروں کے بارے میں کوئی خاص منصوبہ بندی نہیں کی جاتی-

اسلامی حکومت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ حکومت کے ایک کارکن کے لیے تو لاکھوں روپے کے کوارٹر اور بنگلے تیار کیے جائیں اور وہیں پر پھاوڑا چلانے والے مزدوروں کو شام کے وقت آسودگی سے پیٹ بھر کھانے کی اجرت بھی نہ مل سکے- اسلامی حکومت کے کارکنوں اور ذمہ داروں کا موقف و منصب قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے:

لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص 28:83)

" یہ لوگ زمین پر بڑائی اور بگاڑ نہیں چاہتے-"

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (الحج 22:41)

" وہ تو ہیں ہی ایسے کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دے دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکات دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے-"

غرض حکومت اس لیے قائم نہیں ہوتی کہ اس کے کارکن عیش کریں اور عوام پر اپنا اقتدار جمائیں بل کہ اس کا مقصد برائی کو دبانا، فساد کو مٹانا اور بھلائی کو رواج دینا ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے اسلامی حکومت کی سب سے بڑی برائی اور اس کا سب سے بڑا بگاڑ یہ ہے کہ ملک کے کچھ لوگ تو دادِ عیش دیں اور بیش تر لوگ اپنی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہوں اور اس کہ کسی کو فکر نہ ہو-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام کارکنان نے حکومت کے ذہن میں یہ بات بیٹھ آتا ہے کے یہ عہدہ اور حکومت کی کرسی عیش و آرام کا ذریعہ نہیں بل کہ ایک ذمہ داری اور بوجھ ہے- ایک بار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی عہدہ طلب کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

يا أبا ذرٍّ ! إنك ضعيفٌ .وإنها أمانةٌ .وإنها يومَ القيامةِ ، خزيٌ وندامةٌ . إلا من أخذها بحقِّها وأدَّى الذي عليهِ فيها (صحيح مسلم)

" اے ابوذر! تم کم زور آدمی ہو اور یہ ایک امانت ہے- یہ قیامت کے دن آدمی کے لیے رسوائی اور ندامت کا سبب بنے گی، البتہ جس نے اسے حق کے ساتھ حاصل کیا اور اس کی ذمہ داریوں کو پورا کیا وہ بچ جائے گا-"

خلفاے راشدین میں سے ہر ایک نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا تھا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مشہور قحط عام الرمادۃ پڑا تھا تو ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ان کے خادم اسلم کہتے ہیں کہ اگر خدا نے اس سے جلد نجات نہ دے دی ہوتی تو حضرت عمر ہلاک ہو جاتے!

عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد جب ان کی اہلیہ سے لوگوں نے ان کے فضل و کمال کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:

"خدا کی قسم! وہ تم سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ کثرت سے روزے رکھتے تھے لیکن خدا کی قسم میں نے خدا کے کسی بندے کو ان سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا نہیں پایا!"

پھر فرمایا:

كان رحمه الله قد فرغ بدنه ونفسه للناس فكان يقعد لحوائجهم يومه، فإذا أمسى وعليه بقية من حوائجهم وصله بليلته

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”خدا اُن پر رحمت کرے، انھوں نے اپنے جسم و جان کو پورے طور پر عوام کے کاموں میں لگا دیا تھا- ان کا معمول تھا کہ وہ دن بھر عوام کی ضرورتوں میں لگے رہتے تھے- جب شام ہو جاتی اور کچھ کام باقی رہ جاتا تو رات کو اسے پورا کرتے تھے-“

پھر فرماتی ہیں کہ ایک دن انھوں نے حسب معمول اپنا کام شام کو ختم کر لیا تو گھر کا چراغ منگوایا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر بیٹھ گئے اور صبح تک روتے ہی رہے- میں نے پوچھا کہ رات کیا خاص بات پیش آ گئی تھی کہ آپ اس قدر بے چین تھے تو آپ نے جواب دیا:

أجل إني قد وجدتني وليت أمر هذه الأمة أسودها وأحمرها فذكرت الغريب القانع الضائع، والفقير المحتاج، والأسير المقهور وأشباههم في أطراف الأرض، فعلمت أن الله تعالى سائلني عنهم وأن محمدا صلى الله عليه وعلى آله وسلم حجيجي فيهم، فخفت على نفسي (كتاب الخراج، ص9)

”آج مجھے اس خیال نے غم میں ڈال دیا کہ میں اس امت کا جس میں سیاہ و سفید ہر طرح کے لوگ ہیں، ذمہ دار بنایا گیا ہوں- تو میں نے جب یہ خیال کیا کہ ملک کے اطراف و جوانب میں نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے تنگ دست مسافر، ضرورت مند، غریب اور مظلوم قیدی اور ان کے جیسے لوگ ہیں (جن کی ضرورتیں میں پوری نہ کر سکا ہوں گا تو جب) اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے بارے میں مجھ سے جواب طلب کریں گے تو میں خدا کو کیا جواب دوں گا اور آپؐ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا؟ یہ خوف تھا جو آج مجھ پر طاری رہا!“

16.2- اجیر و مستاجر کے حقوق و فرائض کا تعین

حکومت کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اجیر اور مستاجر کے باہمی حقوق اور فرائض متعین کرے- یوں تو اجیر و مستاجر کو اجرت کے سلسلے میں معاہدہ اجرت کی پوری آزادی ہو گی مگر اجیر کو یہ حق ہو گا کہ وہ جو محنت اپنے لیے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پسند کرے اختیار کرے اور جس شرط پر چاہے مستاجر سے معاہدہ کرے- اسی طرح مستاجر کو یہ حق ہو گا کہ وہ جس مزدور کو چاہے اپنے یہاں کام پر رکھے اور جو اجرت چاہے مقرر کرے- مگر اس آزادی کے باوجود حکومت چند باتیں اصولی طور پر طے کرے گی جن کی پابندی دونوں کو لازمی ہو گی:

1. ان کو کم از کم اتنی اجرت دی جائے کہ ان کی ضروریات آسانی کے ساتھ پوری ہو سکیں-
2. ان کے کام کا وقت متعین ہو مگر اس وقت میں بھی ان سے اتنا کام اور ایسا کام نہ لیا جائے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور وہ کام عام حالات میں آدمیوں سے نہ لیا جاتا ہو یا جن کی وجہ سے ان کی صحت اور قوتِ کار پر جلد برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو-
3. مدتِ ملازمت میں بیماری کی دیکھ بھال اور علاج کی ذمہ داری مستاجر پر ہو گی-
4. مزدور سے سہواً یا اچانک کوئی غلطی یا نقصان ہو جائے تو اس پر کوئی باز پرس نہیں کی جا سکتی- اگر اس نے قصداً کوئی نقصان کیا ہے تو مستاجر کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس سے اس کا تاوان وصول کرے- اگر وہ تاوان ادا نہ کر سکے تو یہ حکومت کا فرض ہو گا کہ وہ مزدور کی طرف سے خود تاوان ادا کرے-
5. اگر کام کے درمیان میں مزدور کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کی تلافی مستاجر کو کرنی پڑے گی- اس کی کوئی متعین صورت نہیں بتائی جا سکتی- اس کی تعیین حالات اور حادثہ کی کیفیت و کمیت کے مطابق ہی متعین ہو گی-
6. کسی مزدور کو کم اور کسی کو زیادہ اجرت دینے کا مستاجر کو حق ہو گا مگر کمی کی حد مقرر ہو گی-
7. اگر مزدور کام میں سستی کرے یا دل نہ لگائے تو مستاجر کو اس کی اجرت میں کمی کر دینے کا حق ہو گا اور اس کے لیے نقصان دہ ہو تو وہ علاحدہ بھی کر سکتا ہے مگر علاحدہ کرنے سے پہلے اس کو سمجھانے بجھانے اور کام کی رغبت پیدا کرنے کی تدبیریں اختیار کرنا ضروری ہوں گی، کیوں کہ ممکن ہے کہ یہ چیز کسی عذر یا بدلی کی وجہ سے ہو-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

8. محض نفع کی کمی یا معمولی نقصان کی بنا پر مزدور کو علاحدہ نہیں کیا جا سکتا- اس کے لیے ضروری ہو گا کہ یا تو وہ خود اس کو راضی کرے یا حکومت کے سامنے اس کو علاحدہ کرنے کے وجوہ بیان کر کے اس کے لیے اجازت حاصل کرے-

16.3- نگران محکمے کا قیام

اجیر اور مستاجر کے معاہدے کے متعلق اصول طے کر دینا کافی نہیں ہے بل کہ حکومت کو اس کی نگرانی کے لیے ایک ایسا محکمہ بھی قائم کرنا چاہیے جو ہر وقت اس بات کی نگرانی کرتا رہے کہ مزدوروں پر کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی یا مزدوروں اور مالکوں میں کوئی کش مکش تو نہیں پیدا ہو رہی ہے- اس محکمے کے متعلق حسب ذیل کام ہوں گے:

1. یہ دیکھنا کہ کوئی مستاجر، اجیر پر زیادتی تو نہیں کر رہا- یہ زیادتی دو طرح کی ہو سکتی ہے: ایک اجرت کی کمی کی، دوسرے کام کی زیادتی- ان دونوں صورتوں میں محکمہ کے ذمہ داروں کا کام یہ ہو گا کہ وہ وہ اس کا تصفیہ کریں- قاضی ابو یعلیٰ محتسب کے فرائض کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و اذا تعدیٰ مستاجر علی اجیر فی نقصان اجر او استزاد عمله کفه عن تعدیه

"جب کوئی مستاجر اجیر پر کام کی زیادتی یا اجرت کی کمی کے سلسلے میں زیادتی کرے تو یہ زیادتی سے روکے-"

اگر مستاجر اجیر کی شکایت کو غلط قرار دے دے یا اس سے انکار کرے تو اس کا انکار کرنا کافی نہیں بل کہ اس کا انکار اس وقت معتبر ہو گا جب مزدور کے حالات اور دوسرے ذرائع سے اس کا غلط ہونا ثابت ہو جائے:

و کان الانکار معتبرا بشواهد حاله

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

”انکار مزدور کے حالات کے اندازے کے بعد معتبر ہو گا-“

2. اسی طرح اگر کوئی اجیر کام میں کوتاہی کرے یا اجرت معاہدہ یا حکومت کے مقرر کردہ معیار سے زیادہ اجرت مانگے تو اس کو وہ اس سے روکے گا اور اسے تنبیہ بھی کرے گا:

و لو قصر الاجیر فی حق المستاجر فنقصه من العمل او استزاده فی الاجر منعه منه (الاحکام السلطانیة، ص 686)

”اجیر اگر مستاجر کے حق میں کوئی کوتاہی کرے یعنی کام کم کرے یا مقررہ معیار سے اجرت زیادہ مانگے تو اس کو بھی اس سے روکا جائے گا-“

اگر اس محکمہ کے ذمہ داروں کی تنبیہ اور ہدایت کے بعد بھی وہ باز نہ آئیں یا آپس میں کش مکش کریں تو فوراً یہ معاملہ سول کورٹ کے سپرد کر دیا جائے گا اور وہ اس بارے میں اپنی صواب دید کے مطابق فیصلہ کرے گی:

فان اختلفوا و تناکروا کان الحاکم بالنظر بینهما احق

”جب آپس میں اختلاف اور کش مکش زیادہ ہو تو یہ معاملہ حکومت کی عدالت کے سپرد ہو گا-“

سول کورٹ فیصلہ کرنے میں اسلام کا یہ مسلمہ اصول پیش نظر رکھے گی:

لَا یَظلِمُونَ ولا یُظلَمُون

”نہ وہ خود ظلم کرتے ہیں اور نہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے-“

حدیث میں ہے:

لَا ضَرَرَ وَلاَ ضِرَار

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"نقصان اٹھانا صحیح ہے اور نہ نقصان پہنچانا-"

اسی کے پیش نظر فقہانے یہ اصول بنایا ہے: **الضَرَرُ یُزَال**

"یعنی نقصان کو حتی الامکان دور کیا جائے گا-"

اسی طرح حکومت کے مذکورہ طے کردہ اصولوں میں سے جس کسی اصول کی مخالفت کوئی فریق کرے گا تو حکومت اس میں مداخلت کرکے اس کا منصفانہ تصفیہ کرے گی-وہ تماشائی بن کر دونوں کا جھگڑا نہیں دیکھتی رہے گی-

3. اس محکمہ کے سپرد صرف انھی مزدوروں کے حقوق کی نگرانی نہیں ہوگی جو کسی کارخانے یا سرکاری محکمہ میں ملازم ہے بل کہ ذاتی ملازموں، اہل پیشہ اجیروں، صناعوں، معلموں، طبیبوں اور محنت کش جانوروں کے حقوق کی حفاظت بھی اس کے دائرہ اختیار میں ہوگی-

قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ نجی ملازموں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر کوئی آقا اپنے ملازم یا خادم سے اتنا کام لے جس کو وہ ہمیشہ نہ کرسکے تو پھر مزدوروں کے نگران کا فرض ہے کہ وہ اس سے آقا کو بہ طور نصیحت روکے-یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب نگران خود محسوس کرے اور اگر ملازم کوئی شکایت کرے تو پھر سختی کے ساتھ ممانعت کرے-"
(الاحکام السلطانیہ، ص289)

16.4-مستقل فنڈ کا قیام

موجودہ دور میں اکثر ممالک میں مزدوروں اور محنت کشوں کے لیے اگرچہ ایسی اسکیمیں موجود ہیں کہ جب وہ مستقل طور سے بے کار ہو جائیں تو ان کو مدد مل سکتی ہے لیکن یہ اس وقت تک ہے جب تک ان کی پینشن فنڈ یا انشورنس فنڈ میں رقم موجود ہے-اس کے بعد ان کے لیے کوئی مستقل انتظام موجود نہیں ہوتا- اس کے برعکس اسلام نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محتاجوں اور ضرورت مندوں کے لیے مستقل بندوبست کیا ہے- چناں چہ اسلامی ریاست کے بیت المال میں ایک حصہ ان محنت کشوں، مزدوروں اور ضرورت مندوں کے لیے مختص ہوتا ہے جو کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتے یا ان کی آمدن اتنی کم ہے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے سے قاصر ہیں- یہ فنڈ ایک تو مستقل طور پر موجود رہتا ہے اور دوسرے یہ مزدوروں کی اجرت یا کم آمدنی والوں کی قلیل تر آمدنی سے کاٹ کر فراہم نہیں کیا جاتا بل کہ سرمایہ داروں کے بڑے ہوئے منافع سے فراہم کیا جاتا ہے- گویا ان محنت کشوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کی جیب سے نہیں بل کہ دولت مندوں اور آسودہ حال لوگوں کی جیب سے لے کر کیا جاتا ہے- حدیثِ نبویؐ ہے:

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ (صحيح بخاری)

"(زکات و صدقات) کا مال مسلمانوں کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا-"

اور اس کا مقصد یہ ہے کہ دولت چند سرمایہ داروں کے ہاتھ میں سمٹنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ لوگوں میں پھیلے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ [الحشر: 7]

"تاکہ دولت سرمایہ داروں میں ہی گردش نہ کرتی رہ جائے-"

ان ہدایات کے پیش نظر اسلامی بیت المال کا ایک مستقل فنڈ محض مزدوروں، غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کے لیے مخصوص ہو گا- حکومت دوسرے ذرائع سے بھی ان کی مدد کرے گی مگر یہ فنڈ ان کا سوشل انشورنس فنڈ ہو گا جس سے وہ جس وقت چاہیں بہ طور حق اپنی جائز ضرورت پوری کر سکتے ہیں اور اس فنڈ کی ساری آمدن ان کی جیب سے نہیں بل کہ سرمایہ داروں کی جیب سے حاصل کی جائے گی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

16.5- غیر سودی قرضوں کا انتظام

اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ملک کے ہر ضرورت مند انسان کی جائز ضرورت کے لیے بلا سودی قرض کا انتظام کرے، خواہ وہ ضرورت غم و مسرت کی ہو یا معاشی و معاشرتی ہو- اسلام اس کے لیے معاشرے کو بھی تیار کرتا ہے اور حکومت پر بھی اس کی ذمہ داری ڈالتا ہے- حکومت کے بیت المال کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ عام لوگوں کے حادثات میں کام آئے- ہدایہ میں ہے:

لان مال بیت المال معد لنوائب المسلمین

"بیت المال کا روپیا مسلمانوں کی ناگہانی ضرورتوں کے لیے ہے-"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ كان يُؤْتَى بالرجلِ المُتَوَفَّى ، عليهِ الدَّيْنُ ، فيَسألُ : (هل ترك لدَيْنِهِ فضلًا) . فإن حُدِّثَ أنَّهُ ترك لدَيْنِهِ وفاءً صلَّى ، وإلا قال للمسلمينَ : صلُّوا على صاحبكم. فلمَّا فتح اللهُ عليهِ الفتوحَ ، قال : أنا أَوْلَى بالمؤمنينَ من أنفسهم، فمن تُوفِّيَ من المؤمنينَ فتركَ دَيْنًا فعليَّ قضاؤُهُ، ومن ترك مالًا فلورثتِهِ (صحيح بخارى)

"ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کسی مقروض فوت شدہ شخص کا معاملہ پیش کیا جاتا تو آپ اس کے ورثا سے دریافت فرماتے کہ کیا اس نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا کیا جا سکے؟ اگر بتلایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض لے لیے کچھ چھوڑا ہے تو آپؐ اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے، ورنہ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھ لو- لیکن خدا نے جب فتح نصیب کی اور بیت المال میں روپیا آنے لگا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے بھی زیادہ ذمہ دار ہوں- جس نے قرض چھوڑا اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میرے اوپر یعنی بیت المال پر ہے اور اگر اس نے ترکہ چھوڑا ہے تو وہ اس کے ورثا کا ہے-"

علامہ ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسی طرح جو بھی مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ہو، وہ ایسا ہی کرے-"

یہی نہیں بل کہ اگر حکومت ایسا نہ کرے تو اس کی قانونی اخلاقی ذمہ داری حکومت کے کارکنوں پر ہو گی اور وہ ایک گناہ کے مرتکب ہوں گے-

فان لم يفعل فالاثم عليه (فتح الباری)

حکومت کا ذمہ دار ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے اوپر ہو گا-

واضح رہے کہ یہ قرض اگر واقعی ضروریات کی بنا پر لیا گیا ہو تو ہی حکومت اس کو ادا کرے گی اور اگر محض فضول خرچی کی وجہ سے وہ شخص مقروض ہوا ہو تو حکومت پر اس کی ادائیگی کی ذمہ داری عائد نہ ہو گی-

اگر کوئی شخص تجارتی اغراض کے لیے قرض لینا چاہتا ہے تو اسے بیت المال سے قرض مہیا کیا جائے گا- ہند بنت عتبہ، عبداللہ بن عمرو اور عبیداللہ بن عمرو غیرہ نے کئی ہزار کی رقم بیت المال سے قرض لیں-(تاریخ طبری)

اسی طرح اگر کسی کو کھیتی باڑی کے لیے قرض کی ضرورت ہو تو وہ بیت المال سے قرض لے سکتا ہے- صاحب فتح القدیر کی راے کے مطابق:

"اگر کاشت کاروں کے پاس کاشت کے لیے رقم نہ ہو تو زرعی تعاون کے طور پر حکومت کی طرف سے کسانوں کو قرضے دینے چاہییں-"

اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اسوہ سے مزید توضیح ہوتی ہے- انھوں نے عراق کے امیر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو ایک بار لکھا کہ:

لوگوں کو جو وظیفے دیے جاتے ہیں وہ جلد ان کو دے دیے جائیں-""

انھوں نے اطلاع دی کہ ان سب کے وظیفے دے دیے گئے ہیں مگر بیت المال میں اب بھی رقم موجود ہے- اس پر آپ نے لکھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ان مقروضوں کو ڈھونڈ کر ان کا قرض ادا کرو جو فضول خرچی اور بے کار اور بے مقصد ضرورتوں میں مقروض نہ ہوئے ہوں۔"

انھوں نے خبر دی کہ ان کے قرض ادا کرنے کے بعد بھی خزانہ میں رقم موجود ہے۔ آپ نے پھر لکھا:

"اگر کوئی نوجوان پیسے کے نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہ کر سکتا ہو اور وہ شادی کرنا چاہے تو ایسے نوجوان کو تلاش کر کے ان کی شادی کا سامان بیت المال سے کر دو اور ان کا مہر بھی بیت المال سے ادا کر دو۔"

عبدالحمید نے لکھا کہ میں نے عراق میں ایسے تمام لوگوں کی شادی کا انتظام کر دیا ہے، اس کے بعد بھی بیت المال میں رقم موجود ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو یہ لکھا:

"ان غیر مسلموں کو تلاش کرو جن پر سرکاری ٹیکس عائد ہے اور اپنی مالی کم زوری کی وجہ سے زمین سے پورا فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ ایسے تمام لوگوں کو بیت المال سے قرض دو تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنی کھیتی باڑی کا سامان درست کر لیں اور ان سے ایک یا دو سال کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔" (کتاب الاموال، ص 251)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس فرمان سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. سب سے پہلی بات جو معلوم ہوتی ہے، وہ اسلامی اور غیر اسلامی حکومت کے طریقہ کار کا بنیادی فرق ہے۔ عام حکومتوں کی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری بس اتنی ہی نہیں کہ وہ کسی عارضی یا ہنگامی ضرورت میں عوام کو کچھ مدد یا قرض دے یا اگر وہ تجارتی یا زراعتی قرض کے لیے درخواست دیں تو کئی دن دفتر کی خاک چھاننے اور ہزاروں روپے رشوت دینے کے بعد ان کو جو تھوڑا سا سودی قرضہ ملے، وہ اس کے لیے مدد کے بجائے ایک بار ثابت ہو بل کہ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہو گا کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں کو خود معلوم کرے اور معلوم کر کے ان کو پورا کرے۔ ان کو اس سلسلے میں قرض کی ضرورت ہو تو ان کے لیے آسانی سے بلا سودی قرض کا انتظام کرے۔
2. دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حکومت ان کو محض ناگہانی ضرورتوں ہی میں نہیں بل کہ معاشی اور معاشرتی ہر طرح کی ضرورتوں میں مدد دے گی جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شادی بیاہ، مقروض کے قرض کی ادائگی اور کھیتی باڑی کے سامان کے لیے قرض نہیں بل کہ بیت المال سے مدد دی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3. معاشی معاملات اور معاشرتی ضرورتوں میں اسلامی حکومت مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں کرے گی بل کہ جس طرح ایک مسلمان بہ طور حق بیت المال سے مدد لے سکتا ہے، اسی طرح ایک غیر مسلم بھی اسلامی حکومت سے بہ طور حق اس کا مطالبہ کر سکتا ہے اور حکومت کا یہ فرض ہو گا کہ جس طرح وہ ایک مسلمان کی ضرورت پوری کرتی ہے، اسی طرح ایک غیر مسلم کی بھی کرے۔

خود آزمائی

1. اسلام میں محنت کی عزت افزائی کے متعلق مفصل نوٹ تحریر کیجیے۔
2. معاملہ اجرت کو معاہدہ قرار دینے کے فوائد اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالیے۔
3. معاہدہ اجرت کے صحیح ہونے قانونی شرائط کیا ہیں؟ تفصیل سے بیان کیجیے۔
4. فسخ معاہدہ کے اسباب و وجوہ پر بحث کیجیے۔
5. اجرت کی تعیین کے متعلق قرآن مجید، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ و تابعین کے دلائل کی روشنی میں نوٹ لکھیے۔
6. آجر اور اجیر کے حوالے سے اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں بیان کیجیے۔

ماخذ و مصادر

- اسلامی قانون محنت و اجرت — مولانا مجیب اللہ ندوی
- اسلام کا اقتصادی نظام — مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 4

اسلام کا زرعی نظام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 136
یونٹ کے مقاصد 136
1-زراعت: مفہوم و تاریخ 137
1.1-لغوی و اصطلاحی مفہوم 137
1.2-مذاہبِ عالم میں زراعت کا تصور 138
1.3-اسلام اور زراعت 139
1.4-اسلام کا زرعی نظام 141
2-مسئلہ ملکیتِ زمین 142
2.1-ملکیت کا مفہوم 142
2.2-ملکیت کی بابت مختلف معاشی نظریات 143
2.2.1-سرمایہ داری 143
2.2.2-اشتراکیت 145
2.2.3-فاشزم 145
2.2.4-اسلام 146
2.3-مالک زمین کے حقوق 146
2.3.1-خرید و فروخت کا حق 146
2.3.2-وصیت اور وقف کا حق 146
2.3.3-فائدہ اٹھانے کی اجازت دینا 147
3-زمین کے اقسام 147
3.1-جن کے مالک اسلام قبول کر لیں 147
3.2-اہل صلح کی زمین 148

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3.3-اہلِ جزیہ کی زمین 149
3.4-لاوارث / بے آب و گیاہ زمین 150
4-عطیہ زمین اور نظامِ جاگیر داری کی حیثیت 150
5-عطیہ زمین کے اصول 152
5.1-عطیہ کی گئی زمین کی نوعیت 152
5.2-عطیہ زمین کے شرائط 153
5.3-عطیہ زمین کے اہل لوگ 153
6-مزارعت اور اس کی شرعی حیثیت 154
6.1-مزارعت: معنیٰ و مفہوم 154
6.2-مزارعت کا شرعی و عقلی جواز 155
6.3-مزارعت کے ناجائز ہونے کا شبہہ 156
6.4-مزارعت کی ممنوع شکلیں 157
7-تخم کشی اور زرعی تحقیق 158
8-پرورش حیوانات 159
9-زرعی امداد اور قرضے 159
10-نظامِ آب پاشی کی ترقی 160
11-عشر اور زرعی لگان / خراج 162
12-زمین کی پیمایش 163
13-بے آباد زمینوں کی آبادکاری 164
خود آزمائی 166
ماخذ و مصادر 166

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

زراعت انسان کا قدیم ترین پیشہ ہے- آج بھی دنیا کی ایک بڑی اکثریت گاؤں میں رہتی ہے، جہاں ان کی گزر بسر کا ذریعہ کاشت کاری ہے- قدیم زمانے سے اس شعبے کے مسائل اور معاملات پر خیالات کا اظہار جاری ہے- الہامی مذاہب کی تعلیمات میں بھی اس حوالے سے ہدایات موجود ہیں- اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ان معنوں میں ہے کہ اس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لیے اصولی ہدایات موجود ہیں- تفصیلی قوانین کے لیے اسلام کا قانونِ شریعت بھی موجود ہے- اس طرح دین کا عمومی مزاج اور قانونِ شریعت زندگی کے دائرہ کار میں جائز و ناجائز کا تعین کرتے ہیں- معاش کا شعبہ انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے- ہم دیکھتے ہیں کہ مفادات کا غلبہ انسان کو حق سے رُوگردانی پر مجبور کر دیتا ہے اور اس طرح معاشرے پر ہر طرف حرص و طمع کی چھاپ پڑ جاتی ہے- اسلام دین فطرت ہے چناں چہ اس فساد کو دراندازی کا ہر موقع بند کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں- اسلام کا قانونِ اراضی انھی قوانین کا اجمالی سا عکس ہے جس کے تحت انسان کے لیے زمین کی ملکیت، آبادکاری اور کاشت کاری کے حوالے سے حقوق و فرائض کی تصویر کشی کی گئی ہے- اس یونٹ کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ سب سے پہلے زراعت اور زرعی نظام کی بنیادوں سے آگاہ کیا گیا ہے؛ اس کے بعد اسلامی نظامِ زراعت کے واضح خدوخال بیان کیے گئے ہیں تاکہ دور حاضر کے اہم مسائل؛ ملکیت زمین اور اس کی حدود، جاگیرداری و زمین داری اور کاشت کاری کے حوالے سے اسلام کے نقطۂ نظر اور حقوق و فرائض کی ایک تصویر طلبہ کے سامنے آسکے-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے بعد ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1- زراعت کے بنیادی تصورات سے واقف ہو سکیں-
2- ملکیت زمین کے حوالے سے اسلامی اور غیر اسلامی نقطہ نظر جان سکیں-
3- اسلام کی رُو سے زمین کی اقسام اور ان کے احکام کا تعارف حاصل کر لیں-
4- اسلام نے مزارعت اور جاگیرداری کے مسائل کو جس نگاہ سے دیکھا ہے اس کو جان لیں-
5- بے آباد زمینوں کی آبادکاری اور ان کے لگان کے احکامات سے آگاہ ہو جائیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-زراعت: مفہوم و تاریخ

1.1-لغوی و اصطلاحی مفہوم

زراعت عربی زبان کے مصدر "ز ر ع" سے ماخوذ ہے جس کے معانی کھیتی باڑی کرنا ہیں-[1] لسان العرب میں ابن منظور نے اس کے معانی یوں بیان کیے ہیں:

زرع الحب، نبات كل شئ يحرث،طرح البذر،الانبات ،هى الارض التى تزرع

" بیج کا بونا، ہر اس شے کا اگانا جسے کاشت کیا جا سکے- تخم ریزی یا بیج ڈالنا اور وہ زمین جس میں کاشت کی جائے-"

صاحب تاج العروس نے مذکورہ معانی کے علاوہ ولد (جنم دینا) کو بھی شامل کیا ہے-[2] دائرۃ المعارف میں زراعت کے لغوی و اصطلاحی معنی کی ان الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

الزراعة لغة: الزرع و حرفة الزرع وهى من حراثة الارض واستخرج املحاصل الازمه منها للقيام الحيوانية[3]

"زراعت "الزرع" سے نکلا ہے اور اس سے مراد پیشہ کاشت کاری ہے- یہ ایک فن ہے جس کے ذریعے زمین میں کھیتی کر کے حیات انسانی کی بقا کے لیے ضروری لوازمات حاصل کیے جاتے ہیں-"

انسانی تمدن کی ترقی نے زراعت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کی اہے- آج ہم دیکھتے ہیں کہ زراعت کا پیشہ صرف فرد یا خاندان کی کفالت سے اوپر اٹھ کر اجتماعی سطح پر ملکوں کو زرِ مبادلہ کی فراہمی کا اہم ذریعہ ہے- دوسری طرف

---

[1] مصباح اللغات، ابو الفضل بلیاوی دہلی، ص213، مکتبہ برہان 1952ء

[2] ابن منظور، محمد بن جلال الدین، لسان العرب، ج3 ص10، مکتبہ المنیریہ، دمشق 1301ھ

[3] البستانی، بطرس، دائرۃ المعارف، ج9 ص199، دار المعرفۃ، بیروت، س-ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زراعت کا شعبہ محض کاشت کاری سے نکل کو متعدد علوم تک پھیل چکا ہے- علمِ زرخیزیِ زمین، حیوانات و نباتات کی نسل کشی، باغ بانی، ضرر رساں کیڑوں اور بیماریوں کا تدارک، زرعی محاصل و قرضہ جات کا نظام اور ان سے متعلقہ قوانین ایسے کئی شعبہ ہائے علم ہیں جو ایک حکومتی نظام کا اہم شعبہ ہوتے ہیں- چناں چہ زراعت کے مطالعہ میں اب اس کے تاریخی و معاشرتی مطالعے کے ساتھ ساتھ جدید طرزِ زراعت اور اس کے متعلقہ علوم سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے-

1.2- مذاہبِ عالم میں زراعت کا تصور

عالمی مذاہب کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ مظاہر فطرت میں فصلوں اور جانوروں کا حیات انسانی سے گہرا تعلق رہا ہے- وادیِ سندھ اور میسوپوٹیمیا کی تہذیبیں اور ان سے بھی پہلے سات ہزار سال پہلے سمیری قبائل مظاہر فطرت کی پرستش میں مبتلا تھے- ان کے ہاں آسمان اور زمین کے دیوتاؤں کے علاوہ جانوروں کی پوجا بھی عام تھی- یہ لوگ بنیادی طور پر کاشت کار تھے اور ان کے پیشے میں جن جانوروں کی قوت و قہر کا احساس دل و دماغ پر اثر ڈالتا تھا وہی ان کے معبود قرار پائے-

الہامی مذاہب میں عیسائیت اور یہودیت سر فہرست ہیں- عہد نامۂ قدیم سے علم ہوتا ہے کہ زراعت اکثر انبیاے کرام علیہم السلام کی گزر بسر کا ذریعہ رہی ہے- شجر پرستی اور حیوان پرستی کے مظاہر بھی ان میں ملتے ہیں- بنی اسرائیل کی گائے کی تعظیم کو توڑنے کے لیے اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا جو سورہ البقرۃ میں تفصیلاً موجود ہے- عیسائیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ زراعت کی خود سرپرستی فرمائی بل کہ وہ خود بھی اسی پیشے سے منسلک تھے- آپ علیہ السلام سے منسوب تقریروں اور خطبات میں جا بہ جا زراعت کا ذکر ملتا ہے کیوں کہ مخاطب زراعت پیشہ لوگ تھے اور انھیں ان کے ذہنی معیار اور ساخت کے مطابق درختوں، پھلوں اور بیجوں کے مثالیں دے کر سمجھایا کرتے تھے- ایک جگہ یوں خطاب فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"دیکھو! ایک کسان بیج بونے لگا اور بوتے وقت کچھ راستے میں گر گیا، کچھ چڑیوں نے اچک لیا اور کچھ پتھریلی زمین پر گرا جہاں مٹی ملی نہ جڑ پکڑ سکا اور دھوپ ہوئی تو جل گیا- اسی طرح کچھ کانٹوں پر گرا اور کچھ ایسا تھا جو اچھی زمین پر گرا اور پھل لایا، کچھ سو گنا، کچھ ساٹھ گنا اور کچھ تیس گنا-"[1]

1.3- اسلام اور زراعت

اسلام نے ایک ایسی زمین میں آنکھ کھولی جہاں صحرا نشین بدو اور زراعت پیشہ کسان پہلو بہ پہلو تھے- عرب کی وادیاں اور نخلستان چٹیل صحراؤں سے گھرے ہوئے تھے- ہر پیغمبر اپنی قوم کے احوال کے مطابق ان سے مخاطب ہوا کرتا ہے، اسی لیے ہمیں قران مجید اور سنت رسول میں جابجا کھیتی باڑی اور اس کے مختلف مظاہر کے ذریعے مثال بیان کر کے بات سمجھانے کا اسلوب جابجا ملتا ہے- سورہ البقرۃ میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو گندم کی بالیوں اور ان میں موجود دانوں سے تشبیہ دی گئی ہے-[2] سورۂ واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ (63) أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ (64) لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ (65) إِنَّا لَمُغْرَمُونَ (66) بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ [الواقعة: 63-67]

" کبھی تم نے سوچا، یہ بیج جو تم بوتے ہو اِن سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا اُن کے اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتیوں کو بُھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو الٹی چٹی پڑ گئی بل کہ ہمارے تو نصیب ہی پھوٹے ہوئے ہیں!"

سورۂ عبس میں مزید تفصیل کے ساتھ مختلف نباتات اور پھلوں کا ذکر آتا ہے:

---

[1] انجیل مقدس، متی، باب:11، روایت 2 تا 9، امریکی مشن، لاہور 1993ء

[2] البقرۃ 2، 261

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ (24) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (25) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (26) فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (27) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (28) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا (29) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (30) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (31) مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ [عبس: 24-32]

"پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے- ہم نے خوب پانی لنڈھایا- پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا- پھر اُس کے اندر اگائے غلے- اور انگور اور ترکاریاں- اور زیتون اور کھجوریں- اور گھنے باغ- اور طرح طرح کے پھل، اور چارے- تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے سامان زیست کے طور پر-"[1]

آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ انھوں نے زراعت کو اختیار کیے رکھا:

احدثک عن آدم انه کان حراثا واحدثک عن ابراهیم انه کان عبدا زرعاً

میں تمھیں آدم اور ابراہیم علیہما السلام کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ دونوں کاشت کاری کیا کرتے تھے-

(المستدرک علی الصحیحین، 2/652، رقم:4165)

حدیث نبوی میں زراعت کا ذکر صدقہ جاریہ کے باب میں ملتا ہے- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] عبس 24، 80 تا 32

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"جو بھی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے جانور یا انسان یا چوپائے اپنا رزق لیتے ہیں تو یہ عمل اُس کے حق میں صدقہ ہے۔"(مجمع الزوائد 4/63؛ رقم 6237)

اس کے علاوہ رزق کی تلاش کے لیے بھی زمین کے وسعتوں میں محنت کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کی طرف سے لشکروں کو دی جانے والی ہدایات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ کھیتوں کو تلف نہیں کرنا ہے۔

زراعت قوموں کی زندگی میں اہمیت کی حامل اس طرح ہے کہ اس کے نہ ہوتے ہوئے ملکوں کے ملک کھانے کے لیے غیروں کے محتاج بن کر رہ جاتے ہیں۔ اسی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہا کے ہاں زراعت کو فرض کفایہ تک قرار دیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہا گر کسی شہر کے لوگ زیادہ تعداد میں صنعت و حرفت کو پیشہ بنالیں اور کاشت کاری، مویشی بانی اور زراعت سے متعلقہ لوگ بہت کم رہ جائیں تو ان کے معاشی حالات بہت جلد خراب ہونے لگیں گے۔(حجۃ اللہ البالغہ 5/102)

1.4۔اسلام کا زرعی نظام

اسلام کے اول دور کا جائزہ لیا جائے تو "نظام" کی جس صورت کو آج ہم اداروں اور ان کے ماتحت مزید شعبہ جاتی تقسیم کی صورت میں جانتے ہیں، وہ نظر نہیں آتی۔ اس کے بر خلاف ان حالات اور اُس دور کے مطابق بنیادی اصولوں کو لاگو کیا جاتا تھا۔ بلا شبہہ نبی کریم ﷺ اور خلفاے راشدین کے دور میں "فی الاخرة حسنة" کے پہلو بہ پہلو "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة" کے لیے بھی بہترین انتظامات کیے گئے۔ زراعت اجتماعی زندگی کا ایک اہم ترین شعبہ ہے، اس لیے دور نبوت و خلافت میں اس کے حوالے سے بنیادی اقدامات سامنے آتے ہیں جن کو ہم اسلام کے زرعی نظام کی بنیاد قرار دے سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ رجحان کافی زور پکڑ چکا ہے کہ مغرب سے آنے والی مصنوعات خواہ وہ مادی اشیا ہوں یا فکری مصنوعات، ان کو اسلام میں سے زبردستی بر آمد کر کے اسلام کو ایک 'ترقی یافتہ' مذہب ثابت کیا جاتا ہے۔ لیکن اس تکلف کی ضرورت نہ پہلے تھی، نہ اب ہے۔ زراعت کے باب میں اسلام کا نظریہ اور عملی ہدایات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے نظریۂ معاش کے تحت ہیں اور جو مغرب کے نظام زراعت سے کہیں پہلے اور کہیں بہتر ہدایات اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں-

دورِ نبوی اور عہدِ خلافت راشدہ میں اسلام کے زرعی نظام کی نمایاں خدوخال کی جو تصویر ہمارے سامنے آتی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ زرعی پیداوار کے بنیادی امور، کاشت کاری اور کاشت کاروں کے مسائل، نظام آبپاشی، زرعی محصول اور خراج کا نظام اور اسی طرح گلہ بانی اور مویشی پروری کے سلسلے میں بنیادی ہدایات اور طریق عمل اجمالی و تفصیلی طور پر ملتا ہے- عہد نبوی کے بعد خلفاے راشدین نے بھی کئی ایک زرعی اصلاحات کیں جن کی روشنی میں فقہاے عظام نے زرعی قوانین کو مدون کیا-

زیر نظر یونٹ میں اسلام کے زرعی نظام کے خدوخال واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی جس میں ملکیت زمین کا مسئلہ، کاشت کاری، آب پاشی اور دیگر حوالوں سے قرآن و سنت، اسوۂ نبوی اور خلفاے راشدین کے طرزِ عمل کے تحت جائزہ لیا جائے گا-

2- مسئلہ ملکیتِ زمین

2.1- ملکیت کا مفہوم

ملکیت عربی زبان کا لفظ ہے جو ملک یملک سے مشتق ہے اور مالک ہونے کے معنی لیے ہوئے ہے- اس کا مفہوم ہے، کسی جائیداد یا چیز میں تصرف کے مکمل اختیار رکھنا: **المِلک هو التصرف بالامر والنهی فی الجمهور**- یعنی ملکیت سے مراد کسی چیز پر کسی فرد کو امر و نہی کے اختیارات حاصل ہونا ہے- (تاج العروس 7/180)

اسلام کے تصورِ ملکیت کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے: **قل اللّٰهم مالك الملك**--- ملکیت اصل میں اللہ کی ہے اور وہ تمام مادی وسائل جس پر انسان کی روزی کا انحصار ہے، وہ سب بھی اللہ کے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○(المؤمنون 23: 84 تا 89)

"ان سے کہو: بتاؤ، اگر تم جانتے ہو، کہ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے؟ یہ ضرور کہیں گے: اللہ کی- کہو، پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھو: ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے: اللہ- کہو: پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو: بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے- کہو: پھر کہاں سے تم کو دھوکا لگتا ہے؟"

انسان کی ملکیت در حقیقت امانت کے معنٰی میں ہے- اس لحاظ سے انسان اس پر اللہ کی طرف سے امین ہے-

2.2- ملکیت کی بابت مختلف معاشی نظریات

ملکیت اور معاشی آزادی کے متعلق چار نظریے پائے جاتے ہیں:

2.2.1- سرمایہ داری

دولت کا پہلا نظریہ سرمایہ دارانہ ہے جس کی رُو سے دولت کمانے اور خرچ کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہوتی اور ہر فرد آزاد ہے کہ جو چاہے کاروبار کرے- نفع حاصل کرنے کے لیے جو ہتھکنڈہ اس کے بس میں ہو سکتا ہے، اختیار کر لے- یوں دولت کی آمدن اور خرچ کسی پابندی سے آزاد ہیں- اس نظریے کی رُو سے ذاتی ملکیت لا محدود حدود تک پھیلائی جا سکتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ دارانہ نظام میں تمام یا بیش تر ذرائع پیداوار مثلاً کارخانے، سڑکیں، وغیرہ اور تقسیم کا انتظام ذاتی ملکیت میں ہوتے ہیں اور انھیں منافع کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے- اس نظام کے ابتدائی مرحلے میں یہ سارا کام مکمل مقابلے کے حالات میں ہوا کرتا تھا جس سے دولت کے ارتکاز کو تقویت ملی اور بعد میں بڑے بڑے ادارے کارپوریشن کی صورت میں وجود میں آ گئے- سرمایہ داری میں افراد کو ذاتی ملکیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں- سرمایہ کاری اور نجی پیداوار سے متعلق فیصلے بھی افراد ہی کرتے ہیں اور اشیا و خدمات کی پیداوار اور ان کی بازار میں فراہمی منافع کی خاطر کی جاتی ہے- اس نظام کے تحت اشیا و خدمات کی قیمتوں کا تعین ان کی طلب اور رسد کے باہمی آزادانہ عمل اور رد عمل سے ہوتا ہے-

سرمایہ دارانہ نظام فرد کی جملہ کوششوں کا منتہاے مقصود ذاتی مفاد کے حصول کو قرار دیتا ہے- اس کے تحت ہر وہ رویہ اور طرزِ عمل برحق ہے جو فرد کے کسی فائدے یا مسرت و لذت کا باعث بنے اور دوسری طرف اسی پیمانے پر ہر وہ کام غلط اور باطل ہے جو نقصان اور دکھ کا باعث بنے- سرمایہ داری میں افراد اور معاشرے کے درمیان وسائل معاش کو حاصل کرنے کے لیے شدید مسابقت ہوتی ہے- آزادی فکر و عمل اس مسابقت کی دوڑ کو اور تیز تر کرتی جاتی ہے اور اس کا رخ بالادست طبقے کی طرف موڑتی چلی جاتی ہے- اس طرح سرمایہ دارانہ نظام کا ایک بنیادی جزو استحصال ہے- افراد اپنے ذاتی فائدے کے لیے معاشی جدوجہد کرتے ہیں- معاشی طبقات میں مسابقت پائی جاتی ہے اور یہ دوڑ آجر اور اجیر، خریدار اور فروخت کرنے والے کے مابین ہی نہیں بل کہ ہر دو فریقین کے درمیان جاری رہتا ہے- یوں فرد کی بہترین صلاحیتیں اپنی ترقی اور بقا کے لیے بہ روے کار آنے میں صرف ہو جاتی ہیں-

افراد کو معاشی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ انھیں حصول دولت کے لیے کسی بھی قسم کا پیشہ اپنانے کی آزادی ہے- یہ سود بھی ہو سکتا ہے اور اخلاقی لحاظ سے معیوب بھی ہو سکتا ہے البتہ افادیت پرستی کا نظریہ درست اور غلط کے پیمانوں کو بھی معاشی فائدے سے مربوط کر دیتا ہے جو ضمیر کو مارنے میں اکسیر کا کام کرتا ہے- دوسری طرف قیمتوں کا تعین پیداوار اور اس سے پہلے آجر کے منافع کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2.2.2-اشتراکیت

دوسرا نظریہ اشتراکیت کا ہے جو سرمایہ داری کی ضد ہے-اس کے مطابق ذاتی ملکیت صفر ہوتی ہے اور تمام ذرائع پیداوار حکومت کے قبضے میں ہوتے ہیں-افراد جو محنت کرتے ہیں، اس کا معاوضہ انھیں حکومت کی طرف سے ملتا ہے اور اس کے فوائد حکومت کو حاصل ہوتے ہیں-فرد کی ضروریات حکومت کے ذمے ہوتی ہیں اور یوں تمام افراد حکومت میں مدغم ہو جاتے ہیں-یوں بہ ظاہر یہ نظریہ جو سرمایہ داری کی ضد ہے در حقیقت ایک گروہ کو سرمایہ دارانہ آزادی دلواتا ہے اور باقی تمام اس کے دست نگر ہو کر رہ جاتے ہیں! اس نظام میں تنقید کے تمام دروازے بند ہوتے ہیں اور فرد کو وہی کام کرنا ہوتا ہے جو حکومت کی منشا ہوتی ہے-

سرمایہ داری کی طرح یہ بھی خالص مادی نقطہ نگاہ ہے جس سے انسان کے ذاتی منافع کے محرکات بالکل ختم کر دیے جاتے ہیں- نتیجتاً ایجاد و اختراع کا عمل سست پڑتا جاتا ہے اور افراد میں سوچ و بچار اور کام کرنے کے نئے انداز کی تلاش کا جذبہ بھی دم توڑ دیتا ہے!

2.2.3-فاشزم

تیسرا نظریہ فاشزم کا ہے-اس کی رُو سے وسائل معیشت پر فرد کا قبضہ تو رہتا ہے لیکن اجتماعی مفاد کی خاطر حکومت اس شخص کی ملکیت میں خوف ناک حد تک دخل دینے کی مجاز ہوتی ہے- گویا عام حالات میں یہ سرمایہ دارانہ نظام سے مشابہ دکھائی دیتا ہے لیکن جب بھی حکومت چاہے ذاتی ملکیت میں دخیل ہو سکتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2.2.4-اسلام

چوتھا نظریہ اسلام کا ہے- یہ ذاتی ملکیت کا عین مین قائل ہے لیکن اس ذاتی ملکیت کا جس کی پیدایش میں فطری تقاضے کے مطابق انسان کی ذاتی کوشش اور عمل کارفرما ہوتا ہے، مثلاً صنعت و تجارت اور زراعت وغیرہ کو انسان کی ذاتی ملکیت تصور کیا جاتا ہے- پھر یہاں مال کمانے اور خرچ کرنے دونوں اطراف سے روک ٹوک کی زَد میں ہوتے ہیں- چناں چہ کسبِ مال اور تصرف مال کے حدود مقرر ہیں اور ان کے درمیان آزادی ہے؛ کوئی کسی کو روک نہیں سکتا- رزوی کمانے کے حلال و حرام طریقے وضع کرنے کا اختیار صرف خدا کو ہے- اگر کوئی اللہ کی حدود کو پھاند کر مال جمع کرلیتا ہے تو وہ خدا کا باغی ہے-

2.3-مالک زمین کے حقوق

اسلام کی رُو سے ایک مالک زمین کو اپنی ملکیت پر مندرجہ ذیل حقوق حاصل ہوتے ہیں:

2.3.1-خرید و فروخت کا حق

مالک زمین اپنی اراضی کی بلاروک ٹوک خرید و فروخت کر سکتا ہے، بہت سے صحابہ کرام نے اپنی زمینیں فروخت کیں مثلاً حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطاشدہ زمین کو فروخت کیا جب کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنھم نے خراج کی زمینیں خریدیں-

2.3.2-وصیت اور وقف کا حق

مالک اپنی زمین کا ایک تہائی حصہ کسی ایک فرد یا زیادہ افراد کو بذریعہ وصیت دے سکتا ہے- اسی طرح مفاد عامہ میں جائیداد بھی وقف کی جاسکتی ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حصے کی خیبر کی زمین فی سبیل اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اخراجات کے لیے وقف کر دی تھی-اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر میں اپنی زمین اور مکان اور حضرت ابو طلحہ انصاری نے اپنا بہترین باغ وقف کیا-

2.3.3-فائدہ اٹھانے کی اجازت دینا

زمین کا مالک اپنی زمین، باغ یا مکان کسی دوسرے شخص کو ایک مقررپ وقت تک کے لیے کرایہ پر دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو ہبہ یعنی ہدیہ بھی کر سکتا ہے- یہ ہدیہ ایک وقت مقررہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور قطعی طور پر مستقل بھی تحفہ دیا جا سکتا ہے-اس طرح اپنی زندگی میں زمین ہبہ ردی جائے اور بعد میں پہلے شخص کے ورثاء کی ملکیت میں آنے کا کہہ دیا جائے تو یہ بھی مباح ہے-یہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے کہ زمین یا جائیداد کسی کو دی جائے اور وہ شخص زندگی میں اس سے استفادہ کرے، بعد ازاں اس کے ورثاء بھی استفادہ کریں-یہ تمام صورتیں جائز ہیں اور شرائط کے مطابق زمین ورثا کی ملکیت میں چلی جائے گی-

3-زمین کے اقسام

اسلامی ریاست کے زیر انتظام آنے والی زمینوں کی چار اقسام ہیں:

3.1-جن کے مالک اسلام قبول کر لیں

ایسی زمینوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب لوگ اسلام قبول کر لیں تو ان کے جان اور مال محفوظ ہیں-(ابو داؤد، کتاب الخراج)

زمین بھی مال ہی کے زمرے میں آتی ہے، سو ان کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جو آدمی اسلام قبول کرتے وقت جن زمینوں کا مالک تھا وہ اس کی ملکیت ہی میں رہیں گی-(کتاب الاموال)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا اطلاق منقولہ و غیر منقولہ جائیداد سب پر ہوتا ہے- عہدِ رسالت میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ اسلامی ریاست نے اسلام قبول کرنے والوں کی زمین قبضے میں لی ہو- امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

"جو لوگ اسلام قبول کر لیں ان کا خون حرام ہے- قبول اسلام کے وقف وہ جن زمینوں کے مالک تھے، وہ انھی کی ملکیت رہیں گی اور ان سے عشر وصول کیا جائے گا- اس کی مثال مدینہ طیبہ ہے جس کے باشندوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہ اپنی زمینوں کے بہ دستور مالک رہے، اور ان کی زمینوں پر عشر لگا دیا گیا- ایسا ہی معاملہ طائف اور بحرین کے لوگوں کے ساتھ بھی کیا گیا-"

اس سلسلے میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس شخص کے پاس موجودہ زمین کے پہلے کیا احوال رہے تھے- علامہ ابن قیمؒ نے اس ضمن میں لکھا ہے:

"نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص اسلام لانے کے وقت جس چیز پر قابض تھا وہ اس کے قبضے میں رہنے دی جاتی- یہ نہیں دیکھا گیا کہ اسلام لانے سے پہلے وہ چیز کس ذریعے سے اس کے قبضے میں آئی تھی بل کہ اس کے ہاتھ میں اسی طرح رہنے دی جاتی جیسے وہ پہلے چلی آ رہی تھی-"

(زاد المعاد 2/96)

3.2- اہل صلح کی زمین

ایسے لوگوں کی املاک کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جن شرائط پر ان لوگوں سے مصالحت ہوئی ہو، ان شرائط کو پورا کیا جائے- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اگر کبھی ایسا ہو کہ کسی قوم سے تمھاری صلح ہو، پھر وہ تمھارے سامنے آ کر اپنے بال بچوں کی جانیں بچانے کے لیے اپنے مال دینے پر تیار ہو جائیں اور تم ان سے صلح کر لو تو ایسی صورت میں جس چیز پر ان سے صلح ہوئی ہے، اس سے زائد ان سے کچھ نہ لینا، وہ تمھارے لیے جائز نہیں۔"
(سنن ابو داؤد؛ سنن ابن ماجہ)

اس اصول کا اطلاق نبی ﷺ نے نجران، ایلہ اور دوسرے قبائل پر کیا۔ جہاں جہاں جن جن قبیلوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہوا ان کی زمینوں اور جائیدادوں کو بحال رکھا گیا اور جزیہو خراج وصول کیا گیا۔ خلفاء کے زمانے میں بھی یہ اسوہ جاری رہا۔

3.3-اہلِ جزیہ کی زمین

جو لوگ بہ زور شمشیر مغلوب ہوئے ہوں، ان لوگوں کے بارے میں تین طرح کے طرز عمل ہیں:

اول یہ کہ ان کو معاف کر دیا جائے جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر کیا گیا۔

دوم یہ کہ مفتوحہ علاقوں کو مال غنیمت قرار دے دیا جائے، اس کی نظیر فتح خیبر میں ملتی ہے۔

سوم یہ کہ مفتوحہ اراضی کو تقسیم کرنے کے بجائے تمام مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت میں دے دیا جائے اور ان کے مالکان کو برقرار رکھا جائے اور ان سے جو جزیہ اور خراج وصول ہو اس کو اسلامی ریاست اپنے مصارف میں استعمال کرے۔ شام و عراق کی مفتوحہ زمینوں کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر کیا۔ موخر الذکر پالیسی کو بعد ازاں قبول عام حاصل ہوا اور فقہا کی اکثریت کا اس پر قریباً اجماع ہو گیا کہ مفتوحہ علاقے تقسیم نہیں کیے جائیں گے بل کہ مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت کے طور پر سلطنت اسلامی ان کی آمدنی کو خرچ کرے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3.4-لاوارث/بے آب وگیاہ زمین

اس کو مزید دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: موات اور خالصہ-

موات وہ زمینیں ہیں جو بے کار اور بنجر ہوں یا جن کے مالک مر کھپ گئے ہوں-دریا کے کٹاو اور موسمی تبدیلیوں سے بے آب وگیاہ ہو جانے والی زمینیں بھی ان میں شامل ہیں-

خالصہ زمینوں سے مراد فی سبیل اللہ وقف کردہ زمینیں ہیں جن کو مالکان نے رضاکارانہ طور پر اسلامی حکومت کے حوالے کر دیا ہو جیسے انصار مدینہ نے کچھ زمینیں نبی ﷺ کے سپرد کی تھیں-یا وہ زمینیں جن کے مالکان کو کسی وجہ سے بے دخل کر دیا گیا ہو اور وہ سرکار کی ملکیت قرار پائیں، مثلاً مضافاتِ مدینہ میں نبو نضیر کی زمین یا مفتوحہ علاقوں میں خالصہ قرار دی گئی زمین، مثلاً کسریٰ ایران کی زمین وغیرہ-

موات زمین کو جو آباد کرلے اسی کی ملکیت ہو جاتی ہے جب کہ خالصہ زمینیں حکومت اسلامی کی عمل داری میں رہتی ہیں-

4-عطیہ زمین اور نظامِ جاگیر داری کی حیثیت

اشتراکیت اور سرمایہ داری کے تناظر میں یہ ایک معرکہ آرا مسئلہ رہا ہے-اشتراکیت نے اس کو یک سر ناجائز ٹھیرایا ہے جب کہ سرمایہ داری اور اس سے پہلے بادشاہت میں اس کو مطلقاً کسی قید کے بغیر جائز رکھا گیا تھا-اسلام یہاں ایک اعتدال کا نقطۂ نظر پیش کرتا ہے-مختلف ادوار میں اسلامی ریاست نے مختلف افراد کو زمینیں بہ طور عطیہ دی ہیں، رسول اللہ ﷺ اور خلفاء کا متواتر زمینیں بخشنا اس بات کا ایسا ثبوت ہے کہ اس سے انکار کی مجال نہیں-

رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں مختلف صحابہ کرام کو زمین کی کاشت اور جانوروں کی چراگاہ کے لیے زمین کے ٹکڑے دیے گئے-مشہور روایت کے مطابق نبی ﷺ نے بنو متعان قبیلے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو شہد کی مکھیوں کی افزایش کے لیے وادی سلبہ کا قطعہ الاٹ کیا اور اس پر لگان یہ مقرر کیا کہ وہ پیداوار کا دس فیصد بیت المال میں جمع کروایا کریں گے۔(سنن ابو داؤد)

اس سے یہ اصول سامنے آیا کہ زکات کی شرح اگرچہ اڑھائی فی صد ہے لیکن زرعی اراضی اگر کسی کو دی جائے تو اس پر لگان صورت وحالات کے مطابق زیادہ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس صورت میں کیا گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو جاری رکھا اور دیگر لوگوں کو بھی قطعات بخشے۔حجاج بن مرارہ کو وادی خضرم کی زمین دی گئی۔دورِ صدیقی میں عراق وشام کی اراضی کو متعین رقم کی ادایگی پر مختلف لوگوں کے سپرد کیا گیا۔

قطعاتِ زمین کے الاٹ کیے جانے میں اصول یہ کارفرما نظر آتا ہے کہ زمین کو آباد کیا جائے؛جانوروں کی پرورش اور دیگر مصارف میں لوگ برسر روزگار آئیں؛دوسری طرف زمینیں زیر استعمال آئیں اور تیسری طرف ریاست کے نظامِ مالیات میں مناسب اور ضروری اضافہ ہو۔زمینوں کو بے کار رکھنے والوں سے زمین واپس بھی لے لی جاتی تھی اور کسی کی ملکیت میں زمین تبھی رہنے دی جاتی تھی جب تک وہ اس پر طے شدہ کام جاری رکھتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں میں زمین کو مقامی باشندوں میں بانٹنے کی پالیسی اپنائی۔اس زمین میں سے شاہی جاگیروں، آتش کدوں کے اوقاف اور لاوارث، مفرور اور باغی قبائل کی جائیداد وغیرہ کو خالصتاً رفاہِ عامہ کے کاموں کے لیے وقف کر دی جاتی اور ان کی کاشت و دیکھ بھال کے لیے ذمہ دار لوگوں کو متعین کیا جاتا۔نمایاں اسلامی خدمات انجام دینے والوں کو زمینیں بھی الاٹ ہوتیں جب کہ باقی زمین قبضہ داروں کے پاس ہی رہنے دی جاتی اور ان سے لگان یا خراج کی وصولی کی جاتی۔

زمین داری اور جابرانہ ملکیت کے تمام قانون منسوخ کر دیے گئے اور ظلم وجبر سے ہتھیائی گئی تمام جاگیریں ان کے مالکان اصل کاشت کاروں اور مقامی لوگوں کو لوٹا دی گئیں۔مسلمانوں کے لیے یہ قانون قرار پایا کہ وہ کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے۔ان قواعد کے ذریعے مقامی باشندوں اور کاشت کاروں کے ساتھ حسنِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلوک کا سماں بندھ گیا اور زراعت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہونے لگی جس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف عراق سے ایک سال میں آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ درہم خراج موصول ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عمال یا محاصلین کی طرف سے کسی قسم کی بے اعتدالی اور ظلم کو برداشت نہیں کرتے تھے۔کسی فرد سے نصف درہم بھی زیادہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر کی چند زمینیں الاٹ کیں۔(مسند احمد)

اسی طرح علقمہ بن وائل کو حضر موت میں زمین عطا فرمائی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع بن حارث بن کلدہ کو بصرہ میں زمین کے لیے اجازت دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش پر ایک صحابی کو ینبع کا علاقہ عطا کیا۔ (کنز العمال، کتاب الخراج)

5-عطیہ زمین کے اصول

البتہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آیا جس زمین کو جی چاہا جس کو جی چاہا بخش دیا یا اس سلسلے میں کوئی ضابطہ اور قانون بھی کارفرما رہا؟ اس سوال پر غور کیا جائے تو جو واقعات ملتے ہیں، ان سے درج ذیل اصول سامنے آتے ہیں:

5.1-عطیہ کی گئی زمین کی نوعیت

بخشی جانے والی اراضی موات یعنی بے آباد اور لاوارث اراضی یا خالصہ یعنی حکومت کے لیے خاص زمین ہی سے الاٹ کر سکتی ہے۔یہ حق حکومت کو کسی صورت حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک شخص کی زمین چھین کر دوسرے کو دے دے یا اصل مالکوں پر دوسرے کو جاگیر دار بنادے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.2-عطیہ زمین کے شرائط

موات کی اراضی بنیادی طور پر کاشت کاری کی شرط پر دی جاتی ہیں-جو شخص زمین لے کر اسے آباد نہ کرے اس کا عطیہ منسوخ سمجھا جائے گا-اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک واقعہ سے تین برس کی مدت بھی ثابت ہے-اس دوران آباد کاری نہ کی گئی تو زمین واپس لے لی جائے گی-واقعہ یوں ہے کہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے پوری وادی عقیق دی تھی لیکن وہ اسے مکمل آباد نہ کر سکے-اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو یہ زمین اس لیے نہیں دی گئی تھی کہ نہ اسے خود استعمال کر سکیں اور نہ ہی آپ کی وجہ سے دوسرے اسے استعمال کر سکیں-اب اس میں سے اتنی رکھ لو جس کو استعمال کر سکو اور باقی ہمیں واپس کر دو تاکہ ہم اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں-اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے استعمال میں آنے والی زمین چھوڑ کر باقی واپس لے لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی-(کتاب الاموال)

5.3-عطیہ زمین کے اہل لوگ

اسلامی ریاست زمین کا عطیہ ان لوگوں کو دے گی جنھوں نے اجتماعی مفاد کے لیے قابل قدر خدمت انجام دی ہو، یا جو اس قسم کی خدمت انجام دے رہے ہو، یا ان سے امت و ملت کا کوئی مفاد وابستہ ہو-اس کے علاوہ خوشامدی اور سرکار دربار میں سر رگڑنے والے مستحق نہیں ہیں کہ انھیں اس مد سے نوازنا شروع کر دیا جائے-امام ابو یوسفؒ عطیہ زمین کی بحث کے خلاصے کے طور پر لکھتے ہیں:

"یہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے خود بھی زمینیں عطا کیں اور آپ ﷺ کے بعد خلفا بھی دیتے رہے ہیں-آں حضرت ﷺ نے جس کو بھی زمین دی یہ دیکھ کر دی کہ ایسا کرنے میں صلاح اور بہتری ہے، مثلاً کسی نو مسلم کی تالیف قلب، یا زمین کی آبادی-اسی طرح خلفاے راشدین نے بھی جس کو زمین دی یہی دیکھ کر دی کہ اس نے اسلام کی کوئی عمدہ خدمت انجام دی ہے، یا وہ اعداے اسلام کے مقابلے میں کارآمد ہو سکتا ہے، یا ایسا کرنے میں بہتری ہے-"(کتاب الخراج، ص35)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ امام ابو یوسف کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ تصریحات امام ابو یوسفؒ نے دراصل خلیفہ ہارون الرشید کے اس سوال کے جواب میں فرمائی ہیں کہ جاگیروں کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ایک فرماں روا کہاں تک ایسا کرنے کا مجاز ہے؟ اس کا جو کچھ جواب امام صاحب نے دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے عطائے زمین بجائے خود تو ایک جائز فعل ہے مگر نہ سب زمین دینے والے یک ساں ہیں، نہ سب لینے والے- ایک عطیہ وہ ہے جو عادل، متدین، راست رو اور خدا ترس حکم رانوں نے دیا ہو- اعتدال کے ساتھ دیا ہو، دین و ملت کے سچے خادموں کو، یا کام از کم مفید اور کارآمد لوگوں کو دیا ہو- کسی ایسی غرض کے لیے دیا ہو جس کا فائدہ بہ حیثیت مجموعی ملک اور ملت ہی کی طرف پلٹتا ہو اور ایسے مال میں سے دیا ہو جس کے دینے کے وہ مجاز تھے- دوسرا عطیہ وہ ہے جو ظالموں اور جابروں اور نفس پرستوں نے دیا ہو، برے لوگوں کو دیا ہو، بری غرض کے لیے دیا ہو، بے تحاشا دیا ہو، اور ایسے مال میں سے دیا ہو جس کے دینے کا ان کو حق نہ تھا- یہ دو مختلف طرح کے عطیے ہیں اور دونوں کا حکم یک ساں نہیں ہے- پہلا عطیہ جائز ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ اس کو برقرار رکھا جائے- دوسرا عطیہ ناجائز ہے اور انصاف چاہتا ہے کہ اسے منسوخ کیا جائے- بڑا ظالم ہے جو دونوں طرح کے عطیوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانک دے-" (معاشیات اسلام، ص174)

6- مزارعت اور اس کی شرعی حیثیت

6.1- مزارعت: معنیٰ و مفہوم

مزارعت کا لفظ زرع سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے: بیج ڈالنا- جب کہ اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"زرعی زمین کا مالک اپنی زمین کسی دوسرے فرد کو اس زمین کی پیداوار میں ایک متعین نسبت سے حصہ دار ہونے کی شرط پر کاشت کے لیے دے۔"

مزارعت کے لیے دوسری اصطلاح مخابرت بھی استعمال کی جاتی ہے۔ علما اس میں فرق یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر بیج مالکِ زمین کی طرف سے ہو تو یہ مزارعت کہلائے گی اور اگر بیج خود کسان کی طرف سے ہو تو یہ مخابرت ہے۔ ایک اور اصطلاح 'مساقات' بھی استعمال ہوتی ہے؛ یہ باغات کی مزارعت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

فقہ حنفی کی بنیادی کتاب ہدایہ میں مزارعت کی تعریف یوں منقول ہے:

"مزارعت سے مراد وہ عقد ہے جو زمین کی پیداوار کے کچھ حصہ پر زمین کی زراعت کے لیے کیا جائے۔"

امام شافعیؒ کے نزدیک بھی الفاظ کے فرق سے یہی مفہوم پایا جاتا ہے۔

6.2-مزارعت کا شرعی و عقلی جواز

مزارعت کے بارے میں بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ان میں کچھ رافع بن خدیج، جابر بن عبد اللہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنھم سے مروی روایات میں خود کاشت کرنے کا حکم وارد ہوا ہے جب کہ دیگر میں مزارعت کی اجازت دی گئی ہے۔

صحاح ستہ کی روایت کے مطابق جنگ خیبر کے موقع پر جب فتح حاصل ہوئی تو نبی ﷺ نے آدھے علاقے کو حکومت کی ضروریات کے لیے مخصوص کیا اور آدھے حصے کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کر کے پندرہ سو مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ اس موقع پر یہودیوں نے درخواست کی کہ انھیں ان کی زمینوں سے بے دخل نہ کیا جائے بل کہ کاشت کاری جاری رکھنے کی اجازت دی جائے جس کی پیداوار میں سے آدھی پیداوار مدینہ کی حکومت کو دیا کریں گے۔ آں حضرت ﷺ نے اس کو منظور کیا اور جو حصہ اہل اسلام کو ملتا اس کو حصہ داروں اور حکومت میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتا- یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی سالوں تک جاری رہا یہاں تک کہ یہودیوں کی شرارتوں کی بنا پر انھیں وہاں سے بے دخل کر دیا گیا- یہاں یہودیوں کے ساتھ معاہدہ سیدھا سیدھا بٹائی کا ہی تھا، جس سے مزارعت یعنی بٹائی کا جواز ثابت ہوتا ہے-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق انصار کو مہاجرین نے اپنی آدھی زمینیں دینے کی پیش کش کی تو انھوں نے منظور نہ کی؛ پھر انصار نے کہا کہ چلیں ایسا کر لیتے ہیں کہ آپ ہماری ان زمینوں میں کام کریں اور ہم آپ کو پیداوار میں شریک کریں گے- اس پر مہاجرین نے بہ خوشی اس کو منظور کر لیا- (بخاری)

اس کے علاوہ عقلی دلائل سے بھی مزارعت کی ضرورت عین ثابت ہے؛ مثلاً بوڑھوں بچوں کی زمینوں میں کاشت کاری کا طریقہ اسی طرح نکل سکتا ہے جب انھیں بٹائی پر دیا جائے- اسی طرح یہ امر کہ مزارعت بھی دراصل مضاربت ہی کی ایک صورت ہے-

6.3- مزارعت کے ناجائز ہونے کا شبہہ

مندرجہ بالا دلائل کے برعکس بعض دیگر احادیث ایسی بھی ملتی ہیں جن کی بنا پر کچھ فقہا مزارعت کو ناجائز سمجھتے ہیں- ان کی دلیل بعض صحابہ کرام کا عمل بھی ہے-

بخاری، مسلم اور ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"

"تم میں سے جس کے پاس فاضل زمین ہو، اسے چاہیے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو دے دے لیکن اگر وہ نہ دینا چاہیے تو پھر اپنی زمین روک رکھے-"

ایک روایت میں ہے کہ "اسے اجرت پر نہ دے"-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں طرح کی احادیث کا بہ غور مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعت کو مطلقاً ممنوع نہیں ٹھیرایا بل کہ اس کی بعض صورتوں کو منع فرمایا ہے- آپ ﷺ جب سربراہ مملکتِ مدینہ تھے، اس دوران مزارعت کے معاملات ہوتے رہے اور مہاجرین و انصار کے مابین مزارعت کا معاملہ ایک عام معاملہ تھا جس پر کوئی نکیر نہیں ملتی- اسی طرح مزارعت کا طریقہ خلفاے راشدین کے دور میں بھی رائج رہا- چناں چہ ان دو طرح کی احادیث کی قرین صواب تطبیق کی صورت یہی معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعت کے معاملہ میں کچھ اس قسم کے معاملات کو منع فرمایا ہے جن کا نتیجہ نزاع کی صورت میں نکل سکتا تھا- دوسری طرف ان احادیث کا یہ پہلو بھی اپنی جگہ مستقل ہے کہ اگر زمین کسی دوسرے غرینمسلمان کو کاشت کے لیے مفت دے دی جائے تو یہ مزارعت کے معاملے سے بہ درجہا بہتر ہے-

6.4- مزارعت کی ممنوع شکلیں

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مزارعت کی وہ ممنوع صورتیں کون سی ہیں جن سے جناب نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا ہے؟ اس سلسلے میں روایاتِ حدیث کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورتیں کچھ اس قسم کی تھیں:

بعض اوقات مزارعت میں ایسی شقیں شامل کی جاتی ہیں کہ زمین کے زرخیز حصے کی پیداوار مالک کو ملے اور کم زرخیز حصے مزارع کے لیے چھوڑ دیے جاتے ہیں- پیداوار کی تقسیم میں اس قسم کی کوئی بھی ناانصافی ناجائز ہے- نبی کریم ﷺ نے خیبر کی پیداوار سے حصہ وصول کرنے کے لیے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو آپ نے ان کی پیداوار کے دو برابر حصے کر کے ڈھیر لگا دیے اور کہا کہ جو تمھارا جی چاہے لے لو-

مسند احمد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق لوگ اپنی زمینیں اس شرط پر دیا کرتے تھے کہ نالیوں کے دونوں جانب کی پیداوار اور از خود جس زمین پر پانی پہنچ جاتا ہو اس کی پیداوار مالک کی ہو گی- اس پر لوگوں کے جھگڑے ہوئے اور معاملہ عدالتِ نبوی میں آیا تو آپ ﷺ نے ایسی شرطوں پر زمین دینے سے منع فرمادیا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بارانی زمین کی پیداوار کو مزارع کے لیے چھوڑ دینا اور نہری اور کنویں سے سیر اب شدہ زمین کی پیداوار مالک کے لیے مختص کرنا بھی اسی قسم کی ناانصافی ہے-ایسی مزارعت بھی درست نہیں ہے-

مالکِ زمین کو طے شدہ حصے کے علاوہ بھی ایک خاص مقدار ادا کرنے پر مزارعت کا معاملہ طے کرنا بھی درست نہیں-یہ کاشت کار پر ظلم کی ایک اور صورت ہے-

7-تخم کشی اور زرعی تحقیق

عہدِ نبوی میں زرعی آلات اور طریقہ کاشت کاری پس ماندہ قسم کے تھے اور لوگ ان میں کسی تبدیلی کے تصور ہی سے ناآشنا تھے-نبی ﷺ نے لوگوں کے دلوں میں فہم و عرفان کی مشعلیں روشن کیں تو دنیوی میدانوں میں خالق کی پیدا کردہ تخلیقات میں غور و فکر کی تحریک پیدا ہو گئی-فصلوں کو ادل بدل کر کاشت کرنا، پودوں کی پیوند کاری، جانوروں کی نسل کشی، اعلیٰ بیجوں کی افزایش اور پیداوار کی شرح بڑھانے کے لیے کسانوں کو ترغیب و تربیت جیسے اقدامات ہمیں دورِ نبوی سے بہ راہ راست ملتے ہیں-مشہور احادیث کے مطابق نبی ﷺ نے پیوند کاری کی حوصلہ شکنی کی لیکن جب لوگوں کو نتیجے کے طور پر فائدہ نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری ذاتی رائے تھی اور امورِ دنیا میں اجتہاد تم خود کر سکتے ہو-چناں چہ اگلے سال پیوند کاری کی گئی جس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوا-(مسلم)

دورِ نبوی ہی میں حضرتِ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی نہری زمین میں گیہوں کاشت کرنے کا کام یاب تجربہ کیا-اسی طرح آپ ﷺ نے لوگوں کو ضروریات اور پیداوار کا لحاظ رکھنے کی طرف توجہ دلائی-قیس بن عاصم سعدی رضی اللہ عنہ کو آپ نے جانور کم کر کے ان کی حالت بہتر بنانے اور خوراک پر توجہ دینے کی ہدایت کی-قبیلہ بنی عبدالقیس کے لوگ جو زیادہ تر چارہ کاشت کرتے تھے جب کہ ان کے پاس کھجور کے درخت بھی تھے-آپ ﷺ نے انھیں چارہ کم کر کے کھجور کی پیداوار بڑھانے کی رغبت دی-حکمت یہ تھی کہ اس دور میں چارے سے کہیں بڑھ کر کھجور کی قیمت تھی-غرض یہ کہ اس طرح کی تعلیم و مشاورت سے زرعی میدان میں نئے رجحانات کو فروغ ملا جس سے محض ہل جوتنے کی محنت کے بجائے اس کے ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تجربہ کے ذریعے سے میدان زراعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں آگے بڑھنے کا مزاج پروان چڑھا- اس طرح اسلامی زرعی نظام کا شعبہ تحقیق بہ راہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے نظائر لاتا ہے-

8- پرورش حیوانات

ہم جانتے ہیں کہ فصلوں کی کاشت اور انسانی زندگی میں حیوانات کی ضروریات کس اہمیت کی حامل ہیں- اسی لیے اسے زراعت کا ایک جزو مانا جاتا ہے- انبیاے کرام علیہم السلام کے بارے میں منقول ہے کہ قریباً سبھی نے بکریاں چرائی ہیں جس کا اساسی مقصد تو وہ مزاج پیدا کرنا ہوا کرتا تھا جو آگے چل کر ایک قوم کی راہ نمائی کے لیے تیار کرتا تھا لیکن ضمناً گلہ بانی اور مویشی بانی کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے- نبی ﷺ نے حیوانات کے ساتھ حسنِ سلوک کے جو احکام صادر کیے اور جس طرح ان کی خوراک اور کام لینے میں نرمی کو اجاگر کیا، اس سے معاشرے میں مروج کئی مظالم جو جانوروں کے ساتھ زیادتی کے آئینہ دار تھے، یک سر ختم ہو گئے- جانوروں کو باہم لڑانا، مالک کی وفات کے بعد سواری کو بھوکا پیاسا قبر پر باندھ دینا، ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنا اور کم خوراک دینے کا رجحان ختم ہو گیا اور جانوروں کو پالنا اجر و ثواب سمجھا جانے لگا- اب ان کی تکلیف کو باقاعدہ محسوس کیا جانے لگا- چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ زراعت کے اس گوشے بڑی نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں-

9- زرعی امداد اور قرضے

کسی بھی معاشرے میں بنیادی اشیا کی پیداوار میں زراعت کا اہم کردار ہے اور کسان جب تک نقصان کے اندیشے سے بے فکر نہیں ہو گا، ناانصافی کا نشانہ بھی بنتا رہے گا اور اور زراعت درست طور پر پھل پھول بھی نہیں سکے گی-

بیت المال کے عمومی مصارف میں مساکین کی امداد سر فہرست ہے- خاص زرعی شعبے کے حوالے سے دیکھا جائے تو عہدِ نبوی ہی میں کسانوں کی مالی حالت کی طرف توجہ دی گئی تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے وسائل کی کم یابی کا گلہ نہ کر سکیں- اسی طرح اگر کوئی کاشت کار کام کرنے سے معذور ہو جاتا یا اس کی کھیتی کسی آفت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے برباد ہو جاتی تو ان تمام صورتوں میں بیت المال سے اس کی امداد کی جاتی تھی اور آلات و بیج کی فراہمی میں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جاتی تھی۔

اگر کوئی کاشت کار ضعیف ہو جاتا یا کسی جسمانی عارضے کی بنا پر زراعت کے قابل نہ رہتا تو اس کا مستقل طور پر بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا جاتا۔اس کے ساتھ ہی ساتھ کاشت کاروں کو عشر اور لگان کی مد میں بھی ہر ممکن سہولت و نرمی دی جاتی تھی۔(اسلام کا زرعی نظام، مولانا تقی امینی،260)

بعض محققین کے مطابق نبی کریم ﷺ نے دیہی سطح پر نقبہ، تحصیل کی سطح پر عرافہ،ڈویژن کی سطح پر ناظرہ اور تقریباً صوبے کی سطح پر عاملہ کی صورت میں جو کمیٹیاں تشکیل دی تھیں، یہی کمیٹیاں کسانوں کے مسائل و تعاون کے لیے رابطہ کا کام بھی کرتی تھیں۔[1]

10-نظامِ آب پاشی کی ترقی

زمینوں کی کاشت کے لیے پانی ایک بنیادی ضرورت ہے۔بارش اور سیلاب اس سلسلے میں عارضی ذرائع مانے جاتے ہیں جب کہ اصل نظام کنووں یا نہروں کی مدد سے مستقل طور پر ترتیب دیا جاتا ہے۔پانی کے حصول کے لیے کنوؤں سے نکالنا ایک مشکل امر تھا تاہم دور نبوی میں اس کو اپنا کر مختلف علاقوں میں پانی بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی۔[2] اپنی ضرورت سے زائد پانی کی ترسیل میں رکاوٹ بننے کو سختی سے روک دیا گیا:

لا تمنعوا فضل الماء لتمنعوا به فضل الكلاء[3]

---

[1] Agriculture extension in Islamic milieu; A Theoretical study,Muzaffar Hussain,p.83,National Science Council,Islamabad,1983.

[2] As above

[3] الجامع الصحیح، محمد بن اسماعیل،1/317،ادارہ اسلامیات، کراچی،1993

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"زائد پانی کے باعث اگنے والی گھاس کی وجہ سے خود پانی کو نہ روکو-"

پانی کے ذخائر پر لوگوں کی ہر قسم کی اجارہ داری کو ختم کر دیا گیا اور اسے پبلک پراپرٹی قرار دے دیا گیا:

نہی رسول اللّٰہ عن بیع فضل الماء [1]

"نبی ﷺ نے زائد پانی کی فروخت سے منع فرمایا-"

دورِ فاروقی میں مفتوحہ علاقے کے لوگوں کے لیے عام اعلان کیا گیا کہ وہ واپس آئیں اور گھروں کو آباد کریں- مفتوحہ علاقوں میں نہروں کے انتظام اور دیگر امور کے لیے باقاعدہ محکمہ آب پاشی قائم کیا- علامہ مقریزی کے بہ قول صرف مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور آب پاشی کے کام پر مامور تھے اور ان کے تمام مصارف بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے- نوزستان اور اہواز کے علاقوں میں جریر بن معاویہ نے آپ کی اجازت سے بہت سی نہریں کھدوائیں جن سے بے آباد زمینوں کو آباد کرنے میں مدد ملی- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ سے تھوڑے فاصلے پر بند بنوایا گیا اور نہر بھی کھود دی گئی- اس سے پانی کا مسئلہ حل ہوا اور بارش کا پانی جو مہروز اور مذنیب کی جانب سے مدینہ پر یلغار کر دیتا تھا، اس کا تدارک بھی ہو گیا-

ان بنیادی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی زرعی نظام میں نظام آب پاشی کی ترقی اور اس سے استفادے کو عام رکھنے کے تمام تر اقدامات اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہیں- چشموں، کنوؤں اور نہروں پر کسی قسم کا ٹیکس یا لگان لگانے کا حق حاصل نہیں ہے- اسی طرح عوامی استفادے کے ذرائع آب پاشی کو بہتر حالت میں باقی رکھنا (maintenance) بھی اس نظام کا حصہ ہے تاکہ مفاد عامہ کی چیزیں بعض افراد کی غفلت کی بنا پر خراب نہ ہونے لگیں-

---

[1] صحیح مسلم مع مسند ابن حجاج، 18/3، اصح المطابع، 1349ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

11- عشر اور زرعی لگان / خراج

اسلام انسان کو اشیا کی ذاتی ملکیت کا حق دیتا ہے لیکن بعض شرائط کے ساتھ- ملکیت کے فائدہ مند استعمال کی ایک جائز شکل کرایہ پر دینا بھی ہے- زرعی زمینوں کو کرایے پر دینے کو لگان کہا جاتا ہے- چوں کہ زرعی زمین کا فائدہ استعمال یہ ہے کہ اس کو پیداوار حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اس لیے ریاست بھی اپنی ملکیت میں آنے والی زمینوں کو اس مقصد کے لیے دے سکتی ہے- اسلام کا بنیادی معاشی نظریہ یہاں بھی کارفرما نظر اتا ہے کہ دولت کو گردش میں رکھا جائے اور اس کا رُخ امیروں کے بجائے غریبوں کی طرف ہو-

لگان کے سلسلے میں بنیادی اصول عدل و احسان اور ظلم کی نفی ہے- عدل کا تقاضا یہ ہے کہ کاشت کاروں پر لگان ان کی استطاعت کے مطابق عائد کیا جائے تاکہ وہ مطمئن ہو کر کام کر سکیں اور احسان تب ہو گا جب لگان لیا ہی اس وقت جائے جب فصل ان کی ضروریات سے بڑھ کر ہے! اگر پیداوار ان ضروریات سے کم ہو تو لگان وصول نہ کیا جائے- ایسے میں کاشت کار خود مدد کا محتاج ہوتا ہے چہ جائے کہ اس پر مزید بوجھ عائد ہو جائے- ظلم کی نفی اس طرح ہو کہ نہ تو اتنا خراج عائد کر دیا جائے کہ محنت کرنے والے کو ملے ہی کچھ نہ، اور نہ ہی اس کو اتنا کم کر دیا جائے کہ اس کا مقصد ہی فوت ہو جائے، گویا یہاں بھی اعتدال کی حدود میں رہنا ہے- قاضی ابو یعلیٰ لگان کے، مندرجہ ذیل تین اصول بیان کرتے ہیں:

اول: زمین کا فرق

وہ زمینیں جو زرخیز ترین ہیں؛ وہ زمینیں جو کم زرخیز ہیں اور وہ زمینیں جو بالکل بنجر ہیں، ان میں لگان کی شرح زرخیزی کے ساتھ مشروط ہو گی اور اس میں فرق ہو گا- اگر کوئی زمین صرف اپنے اخراجات ہی بہ مشکل پورے کر پاتی ہے تو کوئی لگان نہیں لگے گا کیوں کہ اسلامی اصول کے مطابق لگان ضرورت سے زائد پیداوار پر عائد ہوتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم: فصل کا فرق

یہ فرق بھی آمدنی پر اثر انداز ہوتا ہے- فصل اچھی ہو تو آمدنی بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس کے برعکس فصل درست نہ ہو تو کم تر درجے کا لگان وصول کیا جاتا ہے-

سوم: آبپاشی کا فرق

قدرتی پانی اور مصنوعی پانی والی زمینوں کے خراج میں فرق ہو گا- مصنوعی طریقے استعمال کرنے پر مجبور لوگوں سے لگان بھی کم لیا جائے گا کیوں کہ ان کے اخراجات زیادہ ہیں جب کہ قدرتی پانی سے سیر اب ہونے والی زمینیں زیادہ لگان کی مستحق ہوتی ہیں-

رسول اللہ ﷺ لگان کے تعین میں کاشت کار کے بارے میں زیادہ خیال رکھتے تھے- خیبر کی فتح کے بعد آپ نے یہودیوں کی درخواست پر ان کی زمینیں پیداوار میں حصہ داری کے تحت ان کے پس ہی رہنے دیں- جب لگان لینے کے لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا تو انھوں نے یہود سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمھاری پیداوار سے ناانصافی کا طرز عمل اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا بل کہ پیداوار تمھارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدے کے مطابق تقسیم ہو گی- اب یہ تم پر منحصر ہے کہ میں پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر دوں اور ان میں سے جو چاہے تم چن لو یا پھر تم ہی اسے دو حصوں میں تقسیم کر دو اور میں چن لوں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا- یہ سن کر یہودی بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ ہے وہ انصاف جس نے زمین و آسمان کو سنبھالا دیا ہوا ہے-"()

12- زمین کی پیمایش

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کی پیمایش کا حکم جاری فرمایا- اس مقصد کے لیے عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنھما جیسے جلیل القدر اصحاب رسول کو مقرر کیا گیا- قاضی ابو یوسفؒ کے الفاظ میں ان حضرات نے زمین کی ایسے احتیاط سے پیمایش کی جیسے قیمتی کپڑے کو ناپا جاتا ہے- پیمایش کا پیمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے تیار کر کے دیا اور کئی مہینے کی سعی پیہم کے بعد یہ کام مکمل ہو سکا-375 میل لمبے اور 240 میل چوڑے رقبے کی پیمایش ہوئی جس میں پہاڑ دریا اور صحرا کو چھور کر قابل کاشت رقبہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب معلوم کیا گیا-

13-بے آباد زمینوں کی آبادکاری

مجلۃ احکام العدلیہ کے مطابق وہ زمینیں جو کسی کی ملکیت نہ ہوں اور کسی شہر اور گاؤں کے باشندے انھیں چراگاہ کے طور پر استعمال بھی نہ کر رہے ہوں، نہ ان سے ایندھن ہی لیا جاتا ہو، اور وہ آبادی سے اتنی دور ہوں کہ ایک بلند آواز آدمی پوری قوت سے چلائے تو بھی وہاں سنائی نہ دے، ایسی زمینیں موات کے زمرے میں آتی ہیں-[1]

فقہا کے نزدیک وہ زمینیں بھی موات کے زمرے میں نہیں آتیں جن میں معدنیات اور کارآمد وسائل پائے جاتے ہیں کیوں کہ یہ ریاست کی ملکیت ہوا کرتے ہیں-

ایسی غیر آباد زمینوں کو جو شخص کارآمد بنالے وہ اسی کی ملکیت سمجھی جاتی ہیں-اس حوالے سے کچھ عرصے کی قید ضرور لگائی گئی ہے، مثلاً تین سال یا پانچ سال، جس میں مذکورہ فرد اپنی اہلیت کو ثابت کرتے ہوئے زمین کو واقعتاً آباد بنادے، ورنہ جس وجہ سے اس کو ملکیت کا حق حاصل ہونا تھا، یعنی اس زمین کو آباد کرنا، اگر وہی بنیادی شرط ہی نہیں پائی جارہی تو اصولی طور پر اس کے پاس اس زمین کو قبضے میں رکھنے کا حق باقی نہیں رہتا اور زمین واپس ریاست کی ملکیت میں چلی جائے گی-ریاست کی اجازت حاصل کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر ایک ہی قطعہ زمین کے لیے آپس میں سر پھٹول اور بدامنی کا اندیشہ ہے-بنیادی طور پر غیر آباد زمینوں کی آبادکاری زراعت کے ذریعے ہی ہوتی ہے لیکن اہمیت کے پیشِ نظر اس کو ایک الگ وسیلہ معیشت قرار دیا گیا ہے-

---

[1] مجلۃ الاحکام العدلیۃ، دفعہ 1270، دارالفکر، دمشق، 1982ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قدیم ادوار میں ملکیت زمین کا زریعہ عموماً موات کی زمینوں پر قبضہ ہی تھا لیکن بعد میں آبادی بڑھنے اور زمینیں کم ہو جانے سے اس کی اہمیت کم ہو گئی- البتہ پھر اس کے بعد جب نئے براعظم دریافت ہوئے اور سائنس کی ترقی نے عظیم ریگستانوں، برف سے ڈھکے پہاڑوں اور زیر سمندر زمین کو مزید استعمال میں لانے کے راستے کھول دیے تو اس کی اہمیت پھر اجاگر ہو گئی-

رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاوہ آگ، پانی اور چارہ کو بھی عام مباح قرار دیا ہے- ہر فرد بہ قدر ضرورت استعمال کے لیے آزاد ہے- سمندر، جھیل، تالاب وغیرہ سے فائدہ کا حق سب کو ہے لیکن بڑے ذخیرے انفرادی ملکیت میں نہیں آسکتے- اسی طرح ان میں پائی جانے والی مچھلیاں اور شکار بھی مباح عام ہیں-

اصولی ہدایات تو احادیث میں موجود تھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جیسے ہی تیز ترین فتوحات کا دور شروع ہوا تو بے آباد زمینوں کا معاملہ اور بھی شدت سے سامنے آیا- اس پر جنابِ عمر نے عام حکم دے دیا کہ تمام ملک میں جہاں جہاں بے آباد زمین موجود ہے، جو شخص ان کو آباد کر لے گا وہی ان کا مالک ہو گا- البتہ اس آبادی کاری کی مہلت تین سال رکھی، تین سال تک بھی اگر زمین کو آباد نہ کیا جاتا تو وہ واپس سرکار کے پاس چلی جاتی-

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی

1-مسئلہ ملکیت زمین میں اسلام کا نقطہ نظر بیان کریں، نیز زمین کی اقسام اور ان کے احکام پر روشنی ڈالیں-

2-اسلام میں عطیہ زمین اور جاگیر داری کی کیا حیثیت ہے؟ بحث کریں-

3-اسلام میں مزارعت کی حیثیت و احکام پر نوٹ لکھیں-

4-زرعی زمینوں کے لگان اور بے آباد زمینوں کی آبادکاری کے سلسلے میں کیا احکامات دیے گئے ہیں؟

5-زراعت کا مفہوم بیان کریں- اسلام اور مذاہبِ عالم میں زراعت کے تصور کو بیان کریں-

---

ماخذ و مصادر

- معاشیاتِ اسلام (باب ششم؛ ملکیت زمین کا مسئلہ)، سید ابوالاعلیٰ مودودی
- مسئلہ ملکیت زمین، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- اقتصادیاتِ اسلام (باب ہفتم؛ زمین، زراعت اور مزارعت)، ڈاکٹر طاہر القادری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر5

اصول تجارت اور غیر سودی بینکاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 171
یونٹ کے مقاصد 172
1-اسلام کے اصول تجارت 173
1.1-بیع: معنٰی و مفہوم 173
1.2-بیع اور تجارت کا باہمی فرق 174
1.3-بیع کے اقسام 174
1.3.1-فروخت کی جانے والی اشیا کے لحاظ سے اقسام 174
1.3.2 قیمت کی ادائیگی کے اعتبار سے اقسام 175
1.3.3-قیمت فروخت کے لحاظ سے اقسام 176
2-اسلام میں تجارت کی اہمیت و فضیلت 177
3-تجارت کے اسلامی اصول و ضوابط 180
3.1-ایجابی اصول 180
3.1.1-تجارت کی اصل اباحت 180
3.1.2-باہمی تعاون ورضامندی 181
3.1.3-نقص وعیب کا بیان 182
3.1.4-ناپ تول پورا رکھنا 182
3.1.5-لین دین کے معاملات کو تحریر کرنا 182
3.1.6-معاہدے کی پابندی 183
3.2-سلبی ضوابط 183
3.2.1-سود سے گریز 183
3.2.2-حرام کردہ اشیا کی تجارت 184

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3.2.3-قسمیں کھانا 185
3.2.3-موجبِ فساد تجارت 185
3.2.4-دھوکادہی (بیع غرر) 186
3.2.5-سودے پر سودا کرنا 186
3.2.6-اشیا کی غیر موجودگی میں ان کی خرید و فروخت 187
3.2.7-قرض کی قرض سے تجارت 187
3.2.8-دیگر ناجائز اقسام 187
4-غیر سودی بینکاری 188
4.1-بینک کی تاریخ 188
4.2-غیر سودی بینک کا قیام اور تعریف 189
4.3-اسلامی بینکوں کا آغاز اور ارتقا 190
5-اسلامی بینکاری: اہم خصوصیات اور طریق کار 193
5.1-مرابحہ 193
5.1.1-تعریف و مفہوم 193
5.1.2-اسلامی بینکاری میں رائج مرابحہ 194
5.1.3-مؤیدین کے دلائل 195
5.1.4-مانعین کے دلائل 196
5.2-مشارکہ متناقصہ (Diminishing Musharakah) 198
5.2.1-تعریف و مفہوم 198
5.2.2-علما کی آرا 199
5.3-اجارہ (Leasing) 200
5.3.1-معنیٰ و مفہوم 200

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.3.2-اسلامی بینکاری میں رائج اجارہ 200
5.3.3-علما کی آرا 201
6-اسلامی بینکاری: ایک مختلف نقطۂ نظر 202
6.1-جدید سوشل سائنسز کی حیثیت 203
6.2-اسلامی معاشیات؛ نیو کلاسیکل مکتب فکر کا پرتو 203
6.3-اسلامی معاشیات کا بنیادی نظریہ 204
6.4-اسلام کا احیا یا تحلیل؟ 205
7-اہم نکات 206
خود آزمائی 207
ماخذ و مصادر 208

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

تجارت اہم ترین ذرایع معاش میں سے ایک ہے- فرد کی دیگر افراد کے ساتھ تجارت سے لے کر بین الاقوامی تجارت تک، یہی شعبہ معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے- اسلام میں تجارت کی اہمیت وضرورت کو واضح بھی کیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے خود تجارت کر کے دکھائی-

اسلام چوں کہ منصفانہ معاشرہ قائم کرنے کا داعی ہے، اس لیے اسلام نے لین دین اور تجارتی تعلقات کے متعلق نہایت عمدہ اور جامع اصول عطا کیے ہیں جن کی روشنی میں ہم اپنی معیشت کو صحت مند بنیادوں پر استوار کر سکتے ہیں- معیشت و تجارت کے حوالے سے دین اسلام کا ایک نمایاں وصف ہے کہ یہ نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی طرح لوگوں کو کھلی چھٹی دیتا ہے اور نہ ہی آہنی زنجیروں میں جکڑتا ہے بل کہ اس کا رویہ اعتدال پر مبنی ہے کہ جہاں اپنے ماننے والوں کو تجارت کے ذریعے حلال کمانے کی ترغیب دیتا ہے، وہاں ایسے رہ نما اُصول بھی پیش کرتا ہے جن کی پاس داری اشد ضروری ہے- ان اُصولوں کی پابندی کر کے جو بھی لین دین کیا جائے، وہ شریعت کی نگاہ میں جائز تصور ہو گا خواہ وہ دور جدید کی ہی پیداوار ہو- یعنی اسلام کا رویہ معتدل ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اور لچک دار بھی ہے جو ہر دور کے تقاضے پورے کر سکتا ہے- اس میں شبہہ نہیں کہ اسلام جہاں معاشی ترقی کا خواہاں ہے، وہاں دینی، روحانی اور اخلاقی ہدایات کا معلم بھی ہے جن کی خلاف ورزی کر کے فلاحی نظامِ معیشت کا قیام ممکن نہیں، اس لیے اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان حصولِ مال کی خاطر بے مہار ہو جائے اور حلال و حرام کا امتیاز ہی ختم کر دے کیوں کہ اس طرح معاشی بگاڑ پیدا ہوتا ہے جس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے-

تجارت کی جدید شکل بینکاری کی صورت میں سامنے آئی ہے جو اب ساری دنیا کو اپنے حصار میں لیے ہوئے ہے- قدیم ادوار کے برعکس اب مال وزر کا ذخیرہ ہر صاحبِ مال کے اپنے پاس نہیں ہوتا بل کہ بینک یہ خدمت انجام دیتے ہیں- دوسری طرف یہی بینکاری نظام اپنی بنیادوں میں سود پر قائم ہے- ایسے میں اسلام کا دعویٰ کہ اس کے احکامات ہر دور میں قابل عمل رہے ہیں، سوالیہ نشان کی زد میں آتا ہے اور اس کا جواب دینے کے لیے اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے- یہ غیر سودی بینکاری کا موضوع ہے جس میں آرا موافق بھی ہیں، مخالف بھی، اور یہی اجتہاد کا راستہ ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آرا کے کیسے بھی اختلافات کے باوجود لا محالہ پیش آیندہ مسائل کے حل کے لیے لا محالہ اپنانا ہی پڑتا ہے بل کہ آرا کا اختلاف تو اس ادارے کا حُسن ہے۔

زیرِ نظر یونٹ میں ہم انھی دو موضوعات؛ اسلام کے اصولِ تجارت اور غیر سودی بینکاری کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ میں ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1۔ اسلام کے اصول تجارت کو جان سکیں۔

2۔ غیر سودی تجارت کی اقسام سے واقف ہو سکیں۔

3۔ اسلامی بینکاری کے طریق کار کی بنیادی باتیں جان سکیں۔

4۔ اسلامی بینکاری بارے علما کی آرا سے واقفیت لے لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-اسلام کے اصول تجارت

1.1-بیع: معنٰی و مفہوم

قرآن و سنت میں تجارت کے لیے بیع کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خرید و فروخت کے معنٰی میں آتا ہے- کتبِ حدیث میں لین دین کے معاملات اور ان سے متعلقہ احکام بالعموم **کتاب البیوع** کے تحت ذکر ہوتے ہیں- قرآن مجید نے بھی ان معاملات کے لیے یہی اصطلاح استعمال کی ہے جب کہ ہمارے معاشرے میں بھی خرید و فروخت کے معاہدے بیع نامہ کے نام سے ہی تحریر ہوتے ہیں-

بیع کا معروف معنٰی ہے: بیچنا- لیکن یہ خریدنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے پہل اشیا کا لین دین اشیا کے بدلے ہی ہوتا تھا، یعنی بارٹر سسٹم رائج تھا- اس طریقے میں ہر شخص گویا فروخت کنندہ بھی ہوتا تھا اور خریدار بھی، اس سے 'بیع' کے لفظ میں دونوں معنی پیدا ہو گئے- علماے شریعت کے نزدیک لین دین کے وہ تمام معاملات جو کسی معاوضے کی اساس پر طے پاتے ہیں، بیع کہلاتے ہیں- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں بیع کے شرعی مفہوم میں لکھا ہے:

والبيع نقل ملك إلى الغير بثمن

"بیع کا معنٰی ہے قیمت کے عوض چیز کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل کرنا-"

ملکیت کی منتقلی تو سودی معاملات میں بھی ہوتی ہے مگر ان کو بیع نہیں کہا جاتا- ایسے ہی قرض کا لین دین بھی بیع میں داخل نہیں کیوں کہ قرض کا مقصد قرض لینے والے کے ساتھ احسان کرنا ہے نہ کہ قیمت وصول پانا- واضح رہے کہ بیع میں ملکیت کی منتقلی دائمی ہونی چاہیے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1.2-بیع اور تجارت کا باہمی فرق

بیع کے مقابلے میں تجارت کا مفہوم قدرے محدود ہے- تجارت کا مطلب ہے Trade یعنی کوئی چیز اس غرض سے خریدنا تاکہ اسے بیچ کر نفع حاصل کیا جائے خواہ بعد میں نفع ہو یا نقصان، جب کہ بیع کا لفظ وسیع تر معنی میں استعمال ہوتا ہے- خرید و فروخت کی دو قسمیں ایسی ہیں جو بیع تو ہیں مگر تجارت میں شامل نہیں:

1. ذاتی استعمال کے لیے چیز خریدنا، یہ بیع تو ہے لیکن تجارت نہیں کیوں کہ اس کا محرک نفع کا حصول نہیں بل کہ اپنی ضرورت ہے-
2. کسان کا اپنی فصل یا مینوفیکچرر کا اپنی مصنوعات بیچنا بیع تو ہے مگر تجارت نہیں کیوں کہ یہ دونوں کسی سے چیز خرید کر نہیں بیچتے بل کہ خود پیدا یا تیار کرتے ہیں- بلاشبہہ یہ جائز ہے لیکن اصولاً تجارت تب ہی ہو گی جب چیز ایک سے خرید کر دوسرے کو بیچی جائے-

1.3-بیع کے اقسام

مختلف اعتبار سے بیع کی مختلف قسمیں ہیں:

1.3.1-فروخت کی جانے والی اشیا کے لحاظ سے اقسام

جو چیز بہ طورِ قیمت دی جائے، اس کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں:

1. چیز کا تبادلہ چیز کے ساتھ ہو، مثلاً گندم کے بدلے چاول یا زمین دے کر مکان لینا- اس کو بارٹر سیل (اَلْمُقَایَضَۃُ) کہتے ہیں-
2. روپے پیسے کے بدلے کوئی چیز خریدنا، یہ صورت بغیر کسی قید کے بیع مُطْلَق کہلاتی ہے کیوں کہ عموماً خرید و فروخت اسی طرح ہوتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3. نقدی کے بدلے نقدی کا لین دین، اس کو بیع الصرف، منی چینجر کا کاروبار کہتے ہیں۔
4. ایک طرف کسی چیز کا حق استعمال یا کسی شخص کی محنت ہو، خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا ذہنی اور دوسری طرف اس کا معاوضہ تو اس کے لیے اِجارَہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، جس کا معنی ہے: کرایہ داری اور محنت مزدوری کا معاملہ۔

1.3.2 قیمت کی ادائیگی کے اعتبار سے اقسام

1. خریدی گئی چیز کی حوالگی اور قیمت کی ادائیگی دونوں نقد ہوں تو اس کو نقد خرید و فروخت کہا جاتا ہے۔
2. اگر چیز کی سپردگی تو فوری ہو مگر قیمت کی ادائیگی مستقبل کی کسی تاریخ پر طے ہو تو اسے ادھار خرید و فروخت (**بیع مُؤَجَّل**) کا نام دیتے ہیں۔
3. جب قیمت کی مکمل ادائیگی تو پیشگی کر دی جائے لیکن چیز کی حوالگی کے لیے مستقبل کی کوئی تاریخ مقرر ہو تو اس کو **بیع سَلَم** کہتے ہیں جو کچھ مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے۔
4. اگر قیمت کی ادائیگی اور چیز کی سپردگی دونوں اُدھار ہوں تو اس کو حدیث میں **بَیْعُ الْکَالِیْ بِالْکَالِیْ** کہا گیا ہے جو کہ ناجائز ہے۔
5. بعض اوقات مشتری فوری ادائیگی کے بجائے یہ کہہ دیتا ہے کہ پیسے بعد میں دوں گا؛ لیکن بعد میں کب دے گا؟ یہ طے نہیں ہوتا۔ یہ صورت اُدھار میں شامل نہیں بل کہ نقد ہی کی ایک شکل ہے جس میں فروخت کنندہ کچھ رعایت دے دیتا ہے۔ اس میں اور اُدھار میں فرق ہے، وہ یہ کہ ادھار میں مقررہ مدت سے قبل ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا جب کہ اس میں فروخت کنندہ جب چاہے تقاضا کر سکتا ہے، اگرچہ وہ اپنی مرضی سے جب تک چاہے تاخیر کرتا رہے لیکن اسے بیع کے فوری بعد مطالبے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1.3.3-قیمت فروخت کے لحاظ سے اقسام

1-مُساوَمَة: یہ خرید و فروخت کی ایک عام قسم ہے جس میں فروخت کنندہ اپنی قیمت خرید یا لاگت ظاہر کیے بغیر کسی بھی قیمت پر فروخت کرتا ہے-مساومہ کا معنی ہے: بھاؤ تاؤ- اس میں چوں کہ فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان قیمت کا تعین بھاؤ تاؤ کے ذریعے ہوتا ہے اور فروخت کنندہ اپنی لاگت بتانے کا پابند نہیں ہوتا، اس لیے اسے 'مساومہ' کہتے ہیں- جہاں فروخت کنندہ ان اشیا کی لاگت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکتا ہو جو وہ فروخت کرنا چاہتا ہو تو وہاں مساومہ ایک مثالی طریقہ ہو سکتا ہے-

2-نیلام: فروخت کنندہ یوں کہے جو مجھے زیادہ قیمت دے گا، میں یہ چیز اس کو بیچ دوں گا-یہ بھی اصل میں مساومہ کی ہی ایک قسم ہے جس میں فروخت کنندہ ایک متعین قیمت طلب کرنے کے بجائے خریداری کے خواہاں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ قیمت لگائیں اور جس کی بولی زیادہ ہو گی اس کے ساتھ بیع منعقد ہو جائے گی-اس کے علاوہ ٹینڈر (مُناقَصَہ) پر خریداری ہے جس میں خریدار یہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے جو کم قیمت پر مہیا کرے گا، میں اس سے لوں گا- یہ جدید صورت ہے جس کا قدیم فقہی ذخیرہ میں تذکرہ نہیں ملتا، تاہم اس کا بھی وہی حکم ہے جو نیلام کا ہے-

3:مُرابَحة: مرابحہ سے مراد ہے کہ فروخت کنندہ کوئی چیز اس وضاحت کے ساتھ بیچے کہ اس پر میری یہ لاگت آئی ہے اور اب میں اتنے منافع کے ساتھ فلاں قیمت پر آپ کو بیچتا ہوں-مرابحہ کا معنی ہے: 'نفع پر بیچنا' مرابحہ میں قیمت نقد بھی ہو سکتی ہے اور اُدھار بھی- فروخت کنندہ کی جانب سے مشتری کو اپنی لاگت اور اس میں شامل منافع سے آگاہ کرنا ہی وہ نکتہ ہے جو مرابحہ کو مساوَمہ سے الگ کرتا ہے-

4-تَوْلِيَة : جب فروخت کنندہ کوئی چیز نفع و نقصان کے بغیر لاگت قیمت پر ہی فروخت کرے تو اس کو بیع تَوْلِیَہ کہتے ہیں-تولیہ کا لغوی معنی ہے: والی بنانا، فروخت کنندہ چوں کہ نفع حاصل کیے بغیر ہی خریدار کو چیز کا مالک بنا دیتا ہے، اسلئے اس کو تولیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5-وَضْعِيَّة: وضعیہ کا معنی ہے قیمتِ خرید سے کم پر بیچنا، یعنی خسارے کا سودا-

آخری تین قسموں میں چوں کہ فروخت کنندہ اپنی قیمتِ خرید یا لاگت بتا کر سودا کرتا ہے اور خریدار اس پر اعتماد کرتا ہے، اس لیے ان کو بُيُوْعُ الْاَمَانَةِ امانت داری پر مبنی بیوع کا نام دیا جاتا ہے-

2-اسلام میں تجارت کی اہمیت وفضیلت

یہ بات مسلم ہے کہ خرید وفروخت ہمیشہ سے انسانی زندگی کا لازمی حصہ رہا ہے، اس لیے کہ یہ انسان کی فطری ضرورت ہے جس کے بغیر اس کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں کیوں کہ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی لحاظ سے دوسروں کا دست نگر ہے- یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے استعمال کی تمام اشیا خود ہی پیدا یا تیار کرلے- مثلاً ایک شخص کسان ہے جو اپنی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے خود ہی کھیتی باڑی کرتا ہے مگر زرعی آلات، لباس اور رہایش کے سلسلے میں وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے- اسی لیے کہا جاتا ہے: **الإنسان مدني بالطبع** انسان اپنی حاجات وضروریات کے لیے ہر آن دوسروں کا محتاج ہے- جب ہر شخص کی ضرورتیں دوسروں کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں تو پھر خرید وفروخت کے معاملات ناگزیر ہیں-

اگر خرید وفروخت کا سلسلہ نہ ہوتا تو نظامِ حیات درہم برہم ہو جاتا، انسانیت اضطراب اور بے چینی میں مبتلا ہو جاتی اور انسان ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے یا تو چوری اور لوٹ مار کا سہارا لیتا جس سے نہ صرف لوگوں کے اَموال خطرات میں پڑ جاتے بل کہ خون ریزی کا بازار بھی گرم ہوتا یا دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے پر مجبور ہوتا جو کہ باعثِ ذلت ہے اور بسا اوقات مالک معاوضہ کے بغیر دینے پر آمادہ بھی نہیں ہوتا، لہٰذا اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر یہ خاص لطف وکرم فرمایا کہ انھیں اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے نہ صرف خرید وفروخت کی اجازت مرحمت فرمائی بل کہ اس کے متعلق احکام وہدایات دے کر ثواب اور اپنے قرب کا ذریعہ بنا دیا ہے-

ایک دوسرے کے ساتھ اشیا کا تبادلہ چوں کہ انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے، اس لیے قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ ؐ میں بڑے شوق آفرین انداز میں خرید وفروخت کے ذریعے کسب مال کی ترغیب دی گئی ہے- قرآنِ حکیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے متعدد مقامات پر تجارت کے ذریعے حاصل ہونے والے فوائد کو اللہ کا فضل قرار دیا ہے- حج کے معاشی اور تجارتی پہلو کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ ۖ وَٱذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلضَّآلِّينَ (البقرة 2:198)

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم (تجارت کے ذریعے) اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو- پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام (مزدلفہ میں ایک پہاڑی) کے پاس اللہ کو یاد کرو- اور اس کو اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت کی ہے بلاشبہہ اس سے پہلے تم ناواقف تھے-"

حج کے دنوں میں جب سارے عرب سے لوگ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوتے تو بازارِ مالِ تجارت سے بھر جاتے اور خرید و فروخت کا تانتا بندھا رہتا جیسا کہ آج کل بھی ہوتا ہے- بعض مسلمان احتیاط کے پیش نظر دورانِ حج تجارت سے اجتناب کرتے تھے- اللہ تعالیٰ نے ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی- ربّ کے فضل سے مراد یہاں تجارت اور کاروبار ہے یعنی دورانِ حج مالی، تجارتی اور معاشی فوائد حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیوں کہ یہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے مترادف ہے بہ شرطے کہ حج کے مناسک متاثر نہ ہوں- ایک اور جگہ نمازِ جمعہ کے بعد تجارت کرنے کی ہدایت دی گئی ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعہ 62:10)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہ کثرت یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔"

یہاں بھی "اللہ کا فضل تلاش کرو" سے مراد کسبِ مال ہے جس میں خرید و فروخت بھی شامل ہے۔ گویا تجارت محض دنیوی کام نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بل کہ یہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر کاروبار میں اسلامی احکام کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ کاروبار بھی اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآنِ حکیم میں دوسرے مقامات پر بھی تجارت اور مال کو اللہ کے فضل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل خود بھی تجارت کی اور صحابہ کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ چناں چہ اکثر و بیش تر صحابہ کرام تجارت ہی کرتے تھے۔ احادیثِ نبویہ میں تجارت کو بہت معزز پیشہ قرار دیا گیا اور دیانت دار تاجر کا بڑا مرتبہ تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچے اور دیانت دار تاجر کو جنت میں انبیا، صدیقین اور شہدا کی رفاقت کی بشارت سنائی ہے:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاء

"راست باز اور امانت دار تاجر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔" (ترمذی)

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کسبِ معاش کا بہترین اور باعث برکت ذریعہ کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُور

"انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر بیع مبرور۔"

یعنی بہترین پیشہ وہ ہے جس میں انسان کو اپنے ہاتھ سے محنت کرنا پڑے یا پھر ایسی تجارت جس میں امانت و دیانت کی روح کار فرما ہو۔ ثابت ہوا کہ تجارت بابرکت ذریعہ معاش ہے، تاہم اس میں دنیا ہی مدنظر نہیں ہونی چاہیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بل کہ آخرت کی فلاح بھی مطلوب ہے اس لیے یہ شریعت کے تابع ہونی چاہیے- جو خرید و فروخت شریعت کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر کی جائے، اس کو 'بیع مبرور' کہتے ہیں- یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام ہماری معاشی سرگرمیوں کو ایک نظم و نسق کے تحت دیکھنا چاہتا ہے-

3- تجارت کے اسلامی اصول وضوابط

خرید و فروخت کے ضمن میں اسلام نے واضح اصول وضوابط دیے ہیں- یہ اصول ہمہ گیر اور آفاقی ہیں- دنیا میں جب تک ان کا دور دورہ رہا، لوٹ کھسوٹ، استحصال اور ارتکاز دولت ایسی مصیبتوں سے انسانیت محفوظ ومامون رہی اور آج بھی یہ جرائم انھی اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے ختم ہو سکتے ہیں- اسلام کے تجارتی اصولوں کا ایک اجمالی خاکہ کچھ یوں ہمارے سامنے آتا ہے کہ کچھ اصول وضوابط ایسے ہیں جنھیں اپنانے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور بعض امور سے منع کیا گیا ہے- ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

3.1- ایجابی اصول

3.1.1- تجارت کی اصل اباحت

اسلام نے بنیادی طور پر کسی بھی قسم کی تجارت کی اقسام نہیں گنوائیں جن کے علاوہ باقی کام نہ کیے جا سکتے ہوں- اس سلسلے میں بنیادی اصول یہی ہے کہ کاروبار کے طریق ہائے کار جائز ہی ہیں جب تک ان پر کوئی روک نہ لگا دی جائے- شریعت کا یہ قاعدہ عمومی ہے اور روزمرہ کے سبھی کاموں میں لاگو ہوتا ہے- تجارت کی مختلف صورتیں شراکت اور مضاربت جائز ہیں الا یہ کہ ان میں منع کردہ حرام کاموں یا طریقوں کی آمیزش نہ ہو جائے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3.1.2-باہمی تعاون ورضامندی

تجارت میں باہمی تعاون ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے-اس لیے لین دین کے تمام معاملات میں فریقین کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ضروری ہے-لازم ہے کہ فریقین اپنے معاہدے کی پاس داری کریں اور کسی قسم کی زیادتی سے اجتناب کریں-اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○(المائدہ5:2)

"جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں، ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو-اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے-"

تجارتی معاملات میں دونوں فریقین کی رضامندی ضروری امر ہے-ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○(النساء4:29)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دُوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے-اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو-یقین مانو کہ اللہ تمھارے اُوپر مہربان ہے-"

سنن ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نهى رسول اللهﷺ عن البيع المضطر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے جبر وزور زبردستی کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

3.1.3۔ نقص وعیب کا بیان

تجارتی مال میں اگر کوئی نقص یا عیب ہو تو اس کا بتانا لازمی ہے تاکہ خریدار پر مکمل صورت حال واضح ہو اور وہ لاعلمی میں نہ خرید لے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں نبی ﷺ نے اس آدمی کے لیے اللہ اور فرشتوں کی لعنت کا ذکر فرمایا ہے جو مال کا عیب خریدار کو نہیں بتاتا جب کہ طبرانی کے الفاظ ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ہاتھ عیب بتائے بغیر کوئی چیز فروخت کر دے۔

3.1.4۔ ناپ تول پورا رکھنا

تجارت میں ناپ تول کو پورا کرنا لازم کر دیا گیا ہے۔ اس میں کمی کرنا خریدار کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ فرمایا:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ [الإسراء 17:35]

3.1.5۔ لین دین کے معاملات کو تحریر کرنا

تجارت میں جہاں لین دین کا معاملہ پیش آئے اس کو تحریر کی صورت دینی چاہیے، اس سے بعد میں فساد اور لڑائی کے رستے بند ہو جاتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ (البقرة 2:282)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جس کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔"

3.1.6-معاہدے کی پابندی

تجارتی معاملات میں کیے گئے معاہدوں کا پورا کرنا لازم ہے-ارشادِ ربانی ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:34)

"بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی-"

3.2-سلبی ضوابط

3.2.1-سود سے گریز

سود کی تمام صورتیں، سادہ یا سود در سود انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر حرام قرار دیا گیا ہے-یہ اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھُو کر باؤلا کر دیا ہو- اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: "تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے" حالاں کہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام- لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آیندہ کے لیے وہ سود خواری سے باز آجائے، تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے- اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا-(البقرۃ2:275)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران3:130)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، اُمید ہے فلاح پاؤ گے-"

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے سود کی حرمت کا اعلان کیا اور سب سے پہلے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا سود باطل قرار دیا-

3.2.2- حرام کردہ اشیا کی تجارت

جو اشیا خود حرام ہیں ان کی تجارت بھی حرام ہے، مثلاً: منشیات، حرام جانوروں کا گوشت، جوا، اخلاق سوز آڈیو ویڈیوز، آلات موسیقی وغیرہ-

سیدنا جابر بن عبد اللہ سے نبی ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے:

إنَّ اللهَ ورسولَه حرَّم بيعَ الخمرِ والمَيتةِ والخِنزيرِ ، والأصنامِ (صحيح بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مرادسور، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو جرم قرار دیا ہے-

3.2.3-قسمیں کھانا

تجارت کرتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر مال بیچنے سے گریز ضروری ہے-اس میں دھوکا بھی پایا جاتا ہے اور جھوٹ بھی بسا اوقات داخل ہو جاتا ہے:

اياكم وكثرة الحلف فى البيع فانه ينفق ثم يمحق(صحيح مسلم)

"خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیوں کہ اس سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے لیکن برکت نہیں رہتی-"

3.2.3-موجبِ فسادِ تجارت

دور نبوی میں لوگ پھلوں کو پکنے سے پہلے ہی بیچ دیا کرتے تھے-جب وصولی کا وقت آتا تو خریدار پھلوں میں طرح طرح کی بیماریاں اور نقص نکال دیتا اور قیمت دینے سے پہلو تہی کرتا-ایسے کئی واقعات آپ ﷺ کی عدالت میں آئے تو آپؐ نے فرمایا جب تک پھل مکمل صورت میں نہیں آجاتا اس وقت تک اس کو فروخت نہ کرو کیوں کہ لوگ بہت اختلاف کرنے لگے تھے اس معاملے میں-(مسند احمد)ابن ماجہ کی روایت میں صاف الفاظ میں کئی سالوں کے لیے درختوں کے پھل فروخت کرنے سے منع فرمادیا-شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑے کو ہر ممکن حد تک ختم کیا جاسکے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3.2.4-دھوکادہی(بیع غرر)

اچھامال دکھا کر گھٹیا دے دینا صاف سیدھا دھوکا ہے-نبی کریم ﷺ نے بیع غرر یعنی دھوکے والی تجارت سے منع فرمایاہے-(صحیح مسلم، کتاب البیوع) آپ ﷺ نے افضل ترین کمائی بیع مبرور کو قرار دیا(ترمذی) بیع مبرور ایسی تجارت ہے جس میں دھوکا، خیانت اور اللہ کی معصیت کی طرف نہ جایا جائے-

جرجانی نے التعریفات میں غرر کی تعریف یوں کی ہے:

الغرر:ما یکون مجھول العاقبة لا یدری ا یکون ام لا؟

"غرر سے مراد وہ شے ہے جس کا انجام نامعلوم ہو اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ خریدی جانے والی چیز درست حالت میں ہو گی یا نہیں؟"

امام سرخسیؒ نے **المبسوط** میں غرر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ وہ تجارت ہوتی ہے جس کا انجام پوشیدہ ہو-امام ابن حزمؒ کی رائے میں یہ ایسی تجارت ہے جس میں خریدار کو علم نہ ہو کہ وہ کیا خرید رہا ہے اور مالک کو علم نہ ہو کہ وہ کیا بیچ رہا ہے، جس کا انجام نامعلوم ہو-

گاؤں دیہات میں سادہ لوح لوگوں کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر ان سے کم نرخوں پر مال خرید کر شہر میں بھاری داموں فروخت کرنا بھی غلط ہے-بخاری کتاب البیوع کے مطابق سامان والے کو بازار میں پہنچنے سے پہلے ہی سامان اچک لینا اور دیہاتی کو دھوکے میں رکھ کر مال خریدنا دونوں ناجائز ہیں-

3.2.5-سودے پر سودا کرنا

یہ بھی غیر اخلاقی حرکت ہے اور صریحاً ناجائز ہے-اس سے منع کیا گیا ہے-یہ کام بسا اوقات گاہک خراب کرنے کے لیے کیا جاتا ہے-ارشاد رسول ﷺ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نے جہاں نکاح کا پیغام بھیجا ہو، وہاں (بات چیت کے دوران ہی) پیغام بھیجے، ہاں اگر وہ اجازت دے تو حرج نہیں۔ (مسلم، کتاب النکاح)

3.2.6-اشیا کی غیر موجودگی میں ان کی خرید و فروخت

خرید و فروخت کے وقت چیز کی موجودگی بہت سے آیندہ منفی پہلوؤں کو دور کر دیتی ہے۔ بخاری کتاب البیوع میں روایت ہے:

لا تبعْ ما ليسَ عندكَ

"ایسی چیز مت بیچو جو تمھارے پاس نہیں ہے!"

3.2.7-قرض کی قرض سے تجارت

قرض کی قرض سے بیع کرنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قرض کی قرض سے فروخت منع فرمادی ہے۔

3.2.8-دیگر ناجائز اقسام

فقہانے دھوکے سے تجارت کرنے کی کئی صورتیں بیان کی ہیں۔ یہ بنیادی طور پر بیع غرر ہی ہوتی ہے، صرف ان کی ظاہری شکلیں کم یا زیادہ، مختلف ہوتی ہیں۔ تجارت کی ان اقسام میں کوئی نہ کوئی خطرہ موجود ہوتا ہے، اس کے علاوہ اس قسم کی تجارت کرنے میں دھوکا، فریب، جبر اور استحصال ایسے عناصر موجود رہتے ہیں جس کی وجہ سے فقہا کے نزدیک بالاتفاق دھوکے کی تجارت (بیع الغرر) ناجائز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4- غیر سودی بینکاری

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روایتی بینکاری کا مکمل نظام خلافِ شریعت ہے، مگر دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کے دور میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر لین دین میں بینک کا عمل دخل اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اسے نظر انداز کرنا اب ممکن نہیں رہا- ان حالات میں معاشیاتِ اسلامی کے ماہرین کا فرض بنتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا قابلِ عمل اور مکمل اسلامی حل پیش کریں، اور ایسا اسلامی بینکاری سسٹم متعارف کرائیں جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہو-

ہم پہلے مطلق بینک کی تعریف کرتے ہیں:

4.1- بینک کی تاریخ

بینک ایک ایسے تجارتی ادارے کا نام ہے جو لوگوں کی رقمیں اپنے پاس جمع کر کے تاجروں، صنعت کاروں اور دیگر ضرورت مند افراد کو قرض فراہم کرتا ہے- آج کل روایتی بینک ان قرضوں پر سود وصول کرتے ہیں اور اپنے امانت داروں کو کم شرح پر سود دیتے ہیں اور سود کا درمیانی فرق بینکوں کا نفع ہوتا ہے- بینک کی تاریخ کے حوالے سے معروف بات یہی ہے جو مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب "اسلام معیشت و تجارت میں رقم کی ہے:

> "لوگ اپنا سونا صرافوں کے پاس بطور امانت رکھتے تھے اور سنار اس کی رسید لکھ کر دیتے تھے- پھر رفتہ رفتہ ان رسیدوں سے ہی معاملات شروع ہو گئے- لوگ سونا واپس لینے کے لیے کم آتے تھے' تو یہ صورت حال دیکھ کر صرافوں نے سونا قرض دینا شروع کر دیا- پھر جب یہ دیکھا کہ لوگ عموماً رسیدوں سے ہی معاملات کرتے ہیں تو صرافوں نے بھی قرض خواہوں کو سونے کے بجائے رسیدیں دینی شروع کر دیں- اسی طرح بینک کی صورت پیدا ہوئی- بعد میں اس کو ایک منظم ادارے کی شکل دے دی گئی-"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.2-غیر سودی بینک کا قیام اور تعریف

غیر سودی مالیاتی نظام کے سلسلے میں اہلِ علم و فضل میں سے جو لوگ خصوصیت کے ساتھ سر گرم رہے ہیں، ان میں ایک نام ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا آتا ہے-ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب "غیر سودی بنکاری" میں بنیادی نظریہ یوں دیا ہے کہ بینک کا قیام شرکتِ عنان کے اصول پر عمل میں آئے گا- شرکتِ عنان کا مطلب یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ ایسے معاہدے کے تحت شریک ہوں کہ سب مل کر کاروبار کریں گے-اور کاروبار کے نفع و نقصان میں متعین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے-یا چند افراد سرمایہ فراہم کریں گے تا کہ اس مشترکہ سرمایہ سے مضاربت پر کاروبار کرایا جائے .... شرکت کی صورت میں لازمی نہیں ہے کہ ہر شریک عملاً کاروبار میں بھی حصہ لے-البتہ کسی شریک کو عملی حصہ لینے سے محروم نہیں کیا جاسکتا-اصولاً اسے حق حاصل رہے گا خواہ وہ عملاً حصہ لے یا نہ لے-

ایک فرد اپنے ذاتی سرمایہ سے بھی بینک قائم کر سکتا ہے-اسی طرح حکومت بھی کر سکتی ہے-مگر عام طور پر بینک کے قیام کے لیے خطیر سرمایہ درکار ہوتا ہے جو چند افراد مل کر فراہم کر سکتے ہیں-ان حصہ داروں کا فراہم کیا ہوا سرمایہ باہم مساوی بھی ہو سکتا ہے اور غیر مساوی بھی' جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً ایک لاکھ روپے کو ایک حصہ قرار دیا جاتا ہے اور یہ طے کیا جاتا ہے کہ جو شریک جتنے حصے چاہے خرید سکتا ہے-کسی حصہ دار کا فراہم کردہ سرمایہ بینک کے مجموعی مشترکہ سرمایہ کے ساتھ جو نسبت رکھتا ہو اسی نسبت سے وہ حصہ دار بینک کا مالک سمجھا جاتا ہے-بینک کے کاروبار کے نتیجے میں منافع کی تقسیم حصص کی تعداد کی نسبت سے ہوتی ہے-بینک کے مجموعی نفع کو اس کے مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جاتا ہے اور اس طرح فی صد جو نفع آتا ہے اسی کے حساب سے ہر صاحبِ سرمایہ کا نفع متعین کیا جاتا ہے-اگر کسی سال بینک کے کاروبار میں بہ حیثیت مجموعی نقصان ہو جائے تو یہ نقصان لازماً شرکا کے درمیان ان کے سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کیا جاتا ہے-ہر شریک کو دوسرے شرکا کی طرف سے اس بات کی اجازت ہوتی ہے کہ اپنی ذاتی حیثیت سے کوئی دوسرا کاروبار کر سکتا ہے یا کسی کاروباری ادارے میں شرکت یا مضاربت کے اصول پر شامل ہو سکتا ہے-وہ سرمایہ قرض لے بھی سکتا اور دے بھی سکتا ہے-شرکا کے انفرادی اور نجی کاروباری تصرفات کا مشترکہ کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بینک کے کاروبار سے متعلق تمام اہم فیصلے حصہ داروں کی باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں- بینکاری چوں کہ ایک مسلسل کاروبار ہے، لہٰذا اس کی تکمیل یا اختتام کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا، ایسے میں ہر سال کے اختتام پر شرکت کے نفع و نقصان کے تعین کے لیے اس کے حسابات کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور مجموعی نفع یا نقصان کے تعین کے بعد ہر حصہ دار کے نفع اور نقصان کو متعین کیا جاتا ہے- اگر کاروبار میں نفع ہوا ہے تو اس کے حصے کا نفع اسے دے دیا جاتا ہے' نقصان کی صورت میں اسے مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کے سرمایہ میں نقصان کے بقدر کمی واقع ہو گئی ہے- اس کے بعد پھر اگلے سال کے لیے نئے معاہدے کی تجدید کی جاتی ہے- اور نئے مالی سال کے حسابات پچھلے سال سے الگ ہوتے ہیں- ہر شریک کو ہر وقت اس کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ شرکت سے علاحدہ ہو جائے- کسی حصہ دار کی جانب سے علاحدگی کا نوٹس ملنے پر اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ مشترکہ کاروبار کے حسابات مکمل کر کے اس شریک کا سرمایہ مع اس کے حصے کے نفع یا نقصان کے واپس کر دیا جائے- کسی شریک کی موت سے اس شریک کی حد تک شرکت ختم ہو جاتی ہے اور مذکورہ بالا طریقے کے مطابق حسابات مکمل کر کے اس کا سرمایہ مع نفع یا نقصان اس کے شرعی ورثا یا ان افراد کو واپس کر دیا جاتا ہے جن کے حق میں اس نے وصیت کی ہو-

4.3-اسلامی بینکوں کا آغاز اور ارتقا

بلاسود بینکاری پر آج کل کئی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں جن میں ہر مصنف نے اپنی اپنی دانست کے مطابق بلاسودی بینکاری کے مجمل اور مفصل خاکے پیش کیے ہیں- جس مقام پر اِس وقت پاکستان کھڑا ہے، وہاں پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک اس ضمن میں عملی اقدامات اور تجربات سے گزر رہے ہیں- مولانا ذوالفقار علی اور ڈاکٹر محمود غازیؒ نے اسلامی بینکاری کی تاریخ تفصیل سے بیان کی ہے- ڈاکٹر غازی مرحوم کے مطابق غیر سودی بینکاری کی تحریک کافی پرانی ہے- عموماً ستر کی دہائی سے اس کا آغاز کیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مطابق حیدر آباد دکن میں تقسیم ہند سے پہلے سب سے پہلی کوشش کی گئی تھی جسے بعد میں بھلا دیا گیا-(محاضرات معیشت و تجارت)

اس کے بعد ماضی قریب میں غیر سودی بینکاری کا پہلا تجربہ سوشل سیکورٹی بینک آف مصر کی شکل میں ہوا- اس کے بعد اہم تاریخی اقدامات کچھ نکات کی صورت بیان کیے جاتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1. پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ رباط 1969ء کے فیصلے کے تحت جدہ میں اسلامی سیکریٹریٹ قائم کیا گیا- اس کا ایک شعبہ اس غرض سے قائم کیا گیا کہ بلا سود بینکاری کے امکانات و مسائل پر غور کرے- چند مصری ماہرین نے اس موضوع پر خصوصی توجہ دی اور **"مصری مطالعہ برائے اسلامی بینکاری "** ہی کے نام سے ایک جامع دستاویز مرتب کی- اصل تجویز تو یہ تھی کہ اسلامی سیکریٹریٹ کی سرپرستی میں ایک اسلامی بینک کھولا جائے- مگر ان مصری ماہرین نے خود ہی عملی اقدام کر ڈالا اور قاہرہ میں 1972ء میں غیر سودی بنیادوں پر **"سوشل سیکورٹی بینک "** قائم کر دیا-

2. شاہ فیصل مرحوم کی خصوصی توجہ کی بہ دولت 1975ء میں جدہ میں دوسرا غیر سودی بینک **"اسلامی ترقیاتی بینک "** کے نام سے کھولا گیا- یہ بینک مسلم حکومتوں کے اشتراک و تعاون سے قائم ہوا تھا اور اس سے استفادہ کرنے والے بھی افراد نہیں حکومتیں ہی تھیں لیکن چوں کہ عالم اسلامی کی سطح پر غیر سودی بینکاری کا آغاز ہو رہا تھا، اس لیے اس کی متعدد حلقوں کی طرف سے شدید مزاحمت کی گئی-

3. 1975ء ہی میں دبئی کے ایک مشہور تاجر احمد سعید لوتاہ نے اپنے کاروباری شرکا کے ساتھ مل کر **"اسلامی بینک آف دبئی "** کے قیام کا اعلان کر دیا- اس کا ابتدائی سرمایہ 50 ملین درہم تھا جو ایک لاکھ کھاتوں میں تقسیم کیا گیا- متحدہ عرب امارات' قطر اور کویت کے مسلمان سرمایہ داروں نے اس بینک کی خوب حوصلہ افزائی کی- اور اب یہ بینک مختلف تجرباتی ادوار سے گزر کر اپنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے-

4. 1977ء کے آغاز میں اسلامی بینکوں کے قیام کا کام سعودی عرب کے شاہ فیصل مرحوم کے بیٹے امیر محمد الفیصل نے سنبھال لیا، چناں چہ 1977ء میں ان کی اور ان کے چند صحیح الفکر رفقا کی مساعی حمیدہ سے ایک اسلامی بینک قاہرہ میں **"فیصل اسلامی بینک آف مصر "** کے نام سے، اور دوسرا اسلامی بینک خرطوم میں **"فیصل اسلامی بینک آف سوڈان "** کے نام سے جاری کر دیا گیا-

5. 1977ء ہی کی بات ہے کہ کویت کے مسلمان تاجروں نے بھی اس میدان میں قدم رکھ دیا- یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کویت مال دار ترین ملک ہے اور کویت ہو یا دوسرے خوش حال عرب ممالک، سب کا بیش تر سرمایہ یورپی اور امریکی بینکوں کی طرف رخ کرتا ہے اور یوں مسلمان سرمایے سے یہودی اور عیسائی ادارے دنیا میں سودی نظام کے محافظ بنے ہوئے ہیں- کویت کی اسلامی تحریک کی تگ و دو کے نتیجے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کویت کے تاجروں کی معتدبہ تعداد نے مل کر اسلامی بینک کی بنیاد ڈال دی، اور اس کا نام ہے **"بیت التمویل الکویتی "**(کویت فنانس ہاوس)-

ابتدا میں اس بینک کا راس المال دس ملین کویتی دینار تھا- یہ بینک دوسرے اسلامی بینکوں کی طرح ہر نوعیت کے حسابات رکھتا ہے: جاری کھاتہ' بچت کھاتہ اور میعادی کھاتہ- تینوں کھاتوں میں اس نے بینکاری شروع کر رکھی ہے- غرض یہ بینک ہر طرح کام کرتا ہے، مزید یہ کہ اس بینک نے فقہ اسلام کے نام سے ایک شعبہ کھول رکھا ہے اور اس میں نام ور ازہری عالم دین کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں جو بینک کو قدم قدم پر شرعی اصولوں کی روشنی میں مشورے دیتے ہیں اور کسی ایسے غلط کاروبار سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں شریعت کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو-

6. اگلے ہی سال 1978ء میں **اسلامی بینک آف عمان** کا قیام عمل میں آگیا اور وہاں کے مسلمان بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے- علماے اسلام کی ایک قابلِ قدر ٹیم اس کی قانونی اور شرعی پشت پناہی کر رہی ہے-
7. 1979ء میں **اسلامی بینک آف بحرین** قائم ہوا- اس کے قیام کے لیے بحرین کی جمعیت اصلاح کے صدر عبدالرحمن الجودر کی تگ و دو خاص طور پر قابلِ ذکر ہے- یہ بات بھی مسلّم ہے کہ بحرین اور کویت دونوں جگہ مقامی حکومتوں نے بھی تعاون کیا ہے اور اسلامی بینکوں کو سرکاری تحفظ دے کر ان کے لیے راستا ہموار کیا ہے- اسلامی بینک آف بحرین کی تاسیس میں مقامی سرمایہ کے علاوہ اسلامی ترقیاتی بینک کا تعاون بھی خوش گوار صورت میں ہوا ہے-
8. مذکورہ بالا بینکوں کے علاوہ ایک اسلامی بینک جنیوا (سوئٹزرلینڈ) میں قائم ہو چکا ہے- اور اس وقت کارکردگی کے لحاظ سے جو تین بینک سرفہرست ہیں اُن میں سے یہ ایک ہے- یعنی فیصل اسلامی بینک سوڈان اور فیصل اسلامی بینک مصر اور تیسرا اسلامی بینک آف جنیوا- (ملخص از: احکام تجارت اور لین دین کے مسائل' تالیف مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ صفحہ: 144 تا 150)

پاکستان میں صدر ضیاء الحق کے دور میں اسلام کاری کی تحریک شروع ہوئی تو اسلامی بینکاری کا خاصا چرچا ہوا، کچھ عملی اقدامات بھی لیے گئے لیکن ان کے بعد یہ معاملہ آگے نہ چل سکا- اسلامی بینکاری کو غیر معمولی ترقی اور فروغ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2002ء کے بعد حاصل ہوا ہے- اس وقت دنیا کے تقریباً 75 ممالک میں اسلامی بینک کام کر رہے ہیں- ان میں بعض غیر مسلم ممالک بھی شامل ہیں- صرف پاکستان میں مختلف بینکوں کی پانچ سو سے زائد برانچوں میں اسلامی بینکاری کے نام پر کام ہو رہا ہے، ان میں سے بعض بینک تو مکمل طور پر اسلامی بینک کہلاتے ہیں، جیسے میزان بینک' بینک اسلامی پاکستان اور دبئی اسلامی بینک' البرکہ بینک وغیرہ' جب کہ بعض بنیادی طور پر تو سودی ہیں مگر ان میں اسلامی بینکاری کا شعبہ بھی قائم ہے- اسلامی بینکاری کے حامی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ نظام نہ صرف کامیابی سے چل رہا ہے بل کہ تیز رفتاری سے ترقی کی منازل بھی طے کر رہا ہے- سرمایہ کاروں کی بڑی تعداد اس طرف راغب ہو رہی ہے اور عام لوگوں کا اعتماد بھی بڑھ رہا ہے-

5- اسلامی بینکاری: اہم خصوصیات اور طریق کار

اسلامی بینکاری میں مختلف طریق ہائے تجارت کا استعمال ہو رہا ہے جن میں مرابحہ، اجارہ، مشارکہ متناقصہ، استصناع اور تکافل شامل ہیں- سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ طریقہ کار کیا ہیں اور کن صورتوں میں اسلامی بینکوں میں استعمال ہو رہے ہیں- اس کے بعد اسلامی بینکاری کے مؤیدین اور معارضین جن دلائل سے استدلال کرتے ہیں ان کی طرف اجمالی اشارہ کیا جائے گا- یہ ایک وسیع موضوع ہے اور اسلامی معاشیات کے موضوع پر تحقیق کا متقاضی ہے کیوں کہ جدید دور اور موجودہ غیر اسلامی نظاموں میں اسلامی بینکاری کو رائج کرنا اور اس میں تجارت کی مختلف صورتوں کو فی الواقع حرام سے بچا کر چلانا اجتہاد کا میدان بھی ہے اور فقاہتِ علمی کا ایک بحر بیکراں بھی مانگتا ہے-

5.1- مرابحہ

5.1.1- تعریف و مفہوم

مرابحہ کا اصل ماخذ "ربح" ہے- لغوی طور پر اس کا معنیٰ ایسا معاملہ کرنا ہے جس میں ربح یعنی منافع طے شدہ ہو- اصطلاحی طور پر فقہا کے نزدیک کسی چیز کی اصل قیمت اور معلوم منافع کے ساتھ خرید و فروخت کو مرابحہ کہا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے،یعنی ایک شخص کسی چیز کی فروخت کرتے وقت خریدنے والے کو اصل قیمت اور اپنا منافع بیان کر کے فروخت کرے،یہ مرابحہ ہے-(ہدایہ،بدائع الصنائع)

مرابحہ تجارت کی ایک قسم ہے اور یہ جائز ہے کیوں کہ اصلاً بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے جب کہ سود کو ناجائز-عام تجارت اور مرابحہ میں فرق منافع اوراصل قیمت بتا کر فرخت کرنے کا ہے-اس قسم کی بیع میں خریدار زیادہ مطمئن رہتا ہے کیوں کہ نامعلوم منافع میں یہ شبہہ بہ ہر حال رہتا ہے کہ منافع حد سے زیادہ نہ لیا گیا ہو-

5.1.2-اسلامی بینکاری میں رائج مرابحہ

اسلامی بینکاری میں مرابحہ کی صورت کچھ اس طرح ہوتی ہے:

1. صارف بینک سے اس چیز کو خریدنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے جس کو خریدنا اس کی استطاعت میں نہیں ہوتا-
2. اب بینک صارف کی ڈیمانڈ کے مطابق مطلوبہ سامان خرید کرتا ہے اور
3. بینک خریدی گئی چیز صارف کو فروخت کر دیتا ہے-
4. صارف اس کی قیمت اقساط میں ادا کرتا ہے-

اس طریقہ کار کو فقہی اصطلاح میں **مرابحة للآمر بالشراء** کہا جاتا ہے-

عملی طریق کار یوں انجام پاتا ہے:

1- سب سے پہلے صارف بینک سے ایک معاہدہ کرتا ہے جسے (Master Murabaha Facility Agreement) کا نام دیا گیا ہے-اس معاہدے میں:

- صارف بینک سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ مطلوبہ سامان بینک سے خریدے گا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- صارف اپنے وعدے کے مقابل ایک مخصوص رقم بہ طور سکیورٹی جمع کراتا ہے؛ اگر صارف وعدہ کے مطابق بینک سے سامان نہ خریدے تو اس کا نقصان اس سکیورٹی رقم سے پورا کیا جا سکے۔

2- اب ایک معاہدے کے تحت بینک صارف کو ہی ان اشیا کی خریداری کے لیے اپنا وکیل مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ بینک کی طرف سے یہ اشیا خود جا کر خرید لے۔ قیمت بینک ادا کر دیتا ہے۔ اس معاہدے کو (Agency Agreement) کہا جاتا ہے۔

3- اگلا معاہدہ صارف کا بینک کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ صارف بینک سے یہ اشیا خرید کر لیتا ہے اور رقم قسطوں میں ادا کرتا ہے۔

5.1.3- مؤیدین کے دلائل

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اسلامی بینکاری میں مرابحہ کے استعمال کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اپنی اصل کے اعتبار سے مرابحہ ایک طریقہ تمویل نہیں ہے، یہ تو صرف سود سے بچنے کا ایک وسیلہ اور حیلہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ جائز تو ہے لیکن طریق تمویل Tool of Financing نہیں ہے، اس لیے اس کا استعمال ایک عبوری مرحلہ کی حد تک ہونا چاہیے اور انھیں صورتوں تک رہنا چاہیے جہاں مشارکہ و مضاربہ قابل عمل نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں اسلامی بینکاری کے اصحاب کچھ شرائط لاگو کرتے ہیں:

1- کلائنٹ کو وہ چیز فی الواقع ضرورت ہو جو وہ بینک کو خرید کر دینے کا کہہ رہا ہے؛ محض مال حاصل کرنے کے لیے چیز کا بہانہ کرنا درست نہیں؛ حقیقی بیع کا ہونا ضروری ہے۔

2- خریدار کو بیچے جانے سے قبل شرعی قاعدے کے تحت بینک کی ملکیت میں اس مخصوص چیز کا بینک کے قبضے میں آنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی وہ آگے فروخت کر سکتا ہے۔

3- بیچے جانے سے پہلے یہ 'چیز' تمویل کار یعنی بنک کے ضمان (رسک) میں رہے، بھلے یہ مدت بہت مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4- بہترین تو یہی ہے کہ بنک خود چیز خرید کر قبضے میں کرے-اس عمل کے دوران وکیل مقرر کرنا ضروری ہو تو خریدار کے بجائے کسی تیسرے فریق کو اپنا وکیل بنا کر یہ خریداری کی جائے-اس کے بعد یہ چیز کلائنٹ کو فروخت کر دی جائے-یہ عمل اب شک و شبہہ سے بالاتر ہو چکا ہو گا- البتہ بعض استثنائی صورتوں میں جہاں کسی وجہ سے سپلائی کنندہ بہ راہ راست خریداری کے قابل نہ ہو تو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ وہ کلائنٹ ہی کو اپنا وکیل مقرر کر دے؛وہ چیز کو خریدے، بہ حیثیت وکیل بینک کی طرف سے اس پر قبضہ کرے اور اس کے بعد ادھار قیمت پر بینک سے اس کو خرید لے گا-یوں پہلے مرحلے میں وہ بینک کا وکیل ہو گا تو چیز کے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی کی ہے،البتہ خریدے جانے کے بعد ملکیت بھی اس کو منتقل ہو گیا ور وہ چیز مستقل اس کے رسک پر آجائے گی-

اب رہی یہ بات کہ اس آخری استثنائی صورت میں بینک کے قبضے میں کوئی چیز نہیں آئی تو وہ اس کو کیسے فروخت کر سکتا ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول درست ہے کہ جب تک کوئی چیز قبضے میں نہ آجائے اس کی فروخت درست نہیں ہوتی لیکن فروخت کرنے کا وعدہ کیا جا سکتا ہے اور یہی اصول مرابحہ میں قابل عمل ہے-ان اصولوں کی روشنی میں ایک مالیاتی ادارہ مرابحہ کو بہ طور طریق تمویل استعمال کر سکتا ہے-

5.1.4-مانعین کے دلائل

مانعین اس سلسلے میں سب سے پہلے شرعی مرابحہ اور موجودہ اسلامی بینکاری میں رائج مرابحہ کی نوعیت میں فرق بیان کرتے ہیں-مثلاً:

1- مرابحہ میں خریدی جانے والی تاجر کے پاس موجود ہوتی ہے جسے وہ معلوم منافع پر فروخت کرتا ہے-اسلامی بینکاری مرابحہ میں بینک کے پاس سامان موجود نہیں ہوتا بل کہ وہ صارف کے کہنے پر مطلوبہ سامان خریدتا ہے-

2- ادایگی اقساط پر ہوتی ہے جو شرعی مرابحہ میں نہیں ہوتی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3- اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ شرعی مرابحہ خرید و فروخت کی ایک قسم ہے جب کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا مرابحہ فی الاصل خرید و فروخت کی غایت نہیں رکھتا بل کہ طریقہ تمویل (mode of financing) کے طور پر استعمال ہوتا ہے-

4- بینک اس عمل کے دوران خطرہ کا کتنا سامنا کرتا ہے؟ رسک فیکٹر کیا ہے؟ ظاہر ہے ایسا کوئی رسک نہیں لیا جاتا اور صارف سے پہلے ہاتھ سکیورٹی ایگریمنٹ کروالیا جاتا ہے- تاجر کو جو دو بنیادی خطرات درپیش ہوتے ہیں: مال کے نہ بکنے کا ڈر اور مال کی منتقلی اور بعد میں نہ بکنے سے نقصان کا ڈر- مرابحہ کا جواز تو اسی لیے ہے کہ اس صورت میں ایفاے وعدہ کا التزام نہیں ہے اور نہ ہی نقصان کا عوض ادا کرنے کی شرط ہے- اگر سامان تلف ہو جائے تو صارف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں گی، بینک یہ سامان خریدتے وقت رسک لے اور اسے مکمل یقین نہ ہو کہ صارف یہ سامان خریدے گا یا نہیں تو یہی رسک فیکٹر اس معاملے کی جواز کی صورت پیدا کر دیتا ہے- خطرے کی عدم موجودگی میں یہ معاملہ قرض پر سود لینے کے مشابہ ہو جائے گا-

5- **لا ضرر والا ضرار** والا اصول بینک اپنے لیے کیوں استعمال نہیں کرتا؟ کیا یہ قاعدہ صارف پر منطبق نہیں ہوتا جو سامان نہ لینے کے باوجود بھی ایک بھاری رقم ادا کرنے کا پابند ہے!

6- صارف پر معاہدے کے ذریعے یہ وعدہ لینا کہ وہ بینک سے مطلوبہ سامان ضرور خریدے گا- معاملہ یہ ہے کہ یہاں صارف کے لیے بینک نے سامان خریدا ہے تو بینک صارف کا وکیل ہوا، اس صورت میں بینک کا سامان قیمت ادا کر کے صارف سے اس سے زیادہ قیمت وصول کرنا در حقیقت قرض دے کر سود طلب کرنے کے مترادف ہے-

7- بینک نے یہ سامان اپنے لیے خریدا ہے تو صارف اس نقصان کا ذمہ دار نہیں ہے کیوں کہ اگر صارف سامان خریدنے سے انکار کر دیتا ہے اور بینک وہ سامان کسی اور کو بیچے اور اس میں بینک کو منافع ہو تو کیا وہ منافع اپنے پاس رکھے گا یا صارف کو دے گا؟ اگر نقصان صارف نے برداشت کرنا ہے تو اصولی طور پر منافع بھی صارف ہی کو ملنا چاہیے جب کہ ایسا نہیں ہوتا اور اس منافع کا تذکرہ تک نہیں کیا جاتا- اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح مال یا چیز بینک کے قبضے میں نہیں آتی کہ صارف کو فروخت ہو جاتی ہے جو کہ مسلمہ اصول پر پورا نہیں اترتا۔

5.2-مشارکہ متناقصہ(Diminishing Musharakah)

5.2.1-تعریف ومفہوم

یہ اسلامی بینکاری کی مخصوص اصطلاح ہے، متقدمین میں اس کا ذکر نہیں ملتا-اسلامی بینکنگ کے معیارات مقرر کرنے والی کتب اس کی تعریف کے مطابق یہ وہ شراکت ہے جس میں ایک فریق یہ عہد کرتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ دوسرے شریک کا حصہ خرید لے گا یہاں تک کہ مشتری پورے منصوبے کا مالک ہو جائے-(**المعايير الشرعية**)

ایک مالیاتی ادارہ اور اس کا کلائنٹ یا صارف کسی جائیداد، یا کاروباری ادارے کی مشترکہ ملکیت حاصل کرتے ہیں-اس ملکیت کو کئی حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا ہے-اب مالیاتی ادارے کے حصص ایک ایک کر کے صارف خریدتا چلا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ پورے منصوبے یا ادارے کا تنہا مالک بن جاتا ہے-اس طریق کار کو عام طور پر گھروں کی فائنانسنگ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے-مثلاً ایک شخص کے پاس گھر خریدنے کے لیے پیسا نہیں ہے، اب وہ کسی تمویل کار(فائنانسنگ کا ادارہ) کے پاس جاتا ہے اور اس کے ساتھ مل کر گھر خریدتا ہے جس میں اسی فیصد رقم ادارہ اور بیس فیصد صارف ادا کرتا ہے-اب صارف اسی فیصد حصے کا کرایہ ادا کرنا شروع کرتا ہے-طے شدہ تین مہینے کی مدت کے دوران وہ مزید دس فیصد رقم ادا کر دیتا ہے تو اس کی ملکیت میں تیس فی صد اور ادارے کی ملکیت ستر فی صد رہ جاتی ہے-اب اس کا کرایہ بھی اسی تناسب سے کم ہو جاتا ہے-یہ سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ گھر پورا کا پورا صارف کی ملکیت میں آجاتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.2.2-علما کی آرا

مؤیدین کے نزدیک فقہی طور پر اسے شرکۃ العنان میں شامل کیا جاتا ہے-شرکت کی دو اقسام ہیں:

شرکت املاک کسی چیز کے استحقاق میں شرکت کا نام ہے، جیسے کسی اثاثے، کارخانے یا گاڑی وغیرہ کی ملکیت میں اشتراک-

دوسری طرف تصرف میں اشتراک کو شرکۃ عقود کہا جاتا ہے جیسے خرید و فروخت میں اشتراک، یہ اشتراک یا تو مال و عمل دونوں میں ہو گا یا صرف عمل میں-اگر مال و عمل دونوں میں ہو تو اسے شرکۃ العنان کہا جاتا ہے-مثلاً دو اشخاص برابر مال لگاتے ہیں لیکن ایک شخص اس کے ساتھ محنت بھی کرتا ہے تو یہ ملکیت اور عمل دونوں میں اشتراک کی وجہ سے شرکۃ العنان ہے-

معارضین کے مطابق مشارکہ متناقصہ میں شرکۃ العنان کا بنیادی مقصد یعنی "نفع میں شراکت داری "ہی مفقود ہے! یہاں نہ تو نفع میں شراکت داری مقصود ہے، نہ نفع کا تناسب طے ہوتا ہے اور نہ ہی کلائنٹ کا مقصد اس کو فروخت کر کے نفع کمانا ہوتا ہے بل کہ وہ تو الٹا اپنی رہایش کے لیے یہ معاملہ کرتا ہے، لہذا ان حضرات کی نگاہ میں مشارکہ متناقصہ شرکۃ عنان میں داخل نہیں ہے-

مالیاتی ادارہ یا بینک جب خریدار کو حصص فروخت کرتا تو عموماً اس سے وہی قیمت لی جاتی ہے جس پر بینک نے یہ حصص لیے تھے-یوں اسلامی بینک درحقیقت کرتے یہ ہیں کہ اپنے حصص یا یونٹ صارف کو برائے نام قیمت پر ہی دے دیتے ہیں جو کہ پہلے سے دس دس لاکھ یا کسی بھی برابر رقم کی صورت میں تقسیم کر لیے جاتے ہیں-اس سلسلے میں اسلامی بینکوں کا نقطہ نظر خود ان بینکوں کو نظریاتی اور فقہی راہ نمائی دینے والے شریعہ سٹینڈرڈز سے مختلف ہے-بینک اس صورت کو شراکت کی ایک اور صورت شرکۃ ملک میں شمار کرتے ہیں اور ان کے مطابق یہ صورت شرکۃ ملک میں جائز ہے-معارضین کے مطابق شرکۃ ملک میں وعدہ لازم نہیں ہوا کرتا اور بازاری قیمت پر فروختگی ہونی چاہیے، یہ چیزیں مشارکہ متناقصہ میں نہیں پائی جاتیں جو کہ قابل غور ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5.3-اجارہ(Leasing)

5.3.1-معنٰی و مفہوم

اجارہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: اجرت دینا-فقہا کی اصطلاح میں اجارہ سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک متعین چیز کو محدود مدت کے لیے معلوم عوض کے بدلے میں دیا جائے، یا کسی عمل کے بدلے عوض ادا کیا جائے-مثلاً ایک شخص اپنا گھر خاص مدت کے لیے رہایش کے لیے دے اور اس کے عوض کرایہ وصول کرے جو دونوں فریقین کے علم میں ہو-

5.3.2-اسلامی بینکاری میں رائج اجارہ

اسلامی بینکاری میں اجارہ کا بنیادی مقصد کسی شے کو کرایے پر دینا نہیں ہوتا بل کہ اس کو فروخت کرنا ہے-اس کا طریق کار یہ ہے کہ مثلاً بینک کچھ آلات یا مشینری خریدتا ہے جس کی کسی صنعت کار کو ضرورت ہے-اب بینک یہ مشینری صنعت کار کو پٹے (Leasing) پر دے دیتا ہے-لیزنگ کی ایک مخصوص مدت طے ہوتی ہے اور اگر فریقین سمجھیں تو اسے نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے-کرایہ کی ادائیگی کا شیڈول باہمی رضامندی سے تیار کیا جاتا ہے، نیز بینک کو یہ اختیار بھی ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی لیزنگ میں شرکت کے لیے مدعو کر سکے، ایسا عام طور پر بڑے پراجیکٹس میں کیا جاتا ہے-اس سے آگے دو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جو بہ ظاہر دکھائی دینے میں ایک جیسے لیکن اپنی تفصیلات میں مختلف ہیں-

1-اجارہ و اقتناء (Lease Purchase Scheme): اس طریق کار میں صارف اثاثے کو طے شدہ قیمت پر خرید لیتا ہے-اس کے لیے ماہانہ اقساط کا سلسلہ چلایا جاتا ہے-بعض بینک اس چیز کو لیزنگ کے معاہدے میں ہی شامل کر دیتے ہیں کہ صارف بعد ازاں اثاثے کو خریدنے کا پابند ہو گا اور کرایہ کی رقم اس کی قیمت کا ایک حصہ تصور ہو گی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2-بالاقساط خریداری سکیم (Hire Purchase Scheme): اس طریق کار میں یہ ہوتا ہے کہ جب سرمایہ کاری کی درخواست آتی ہے تو بینک شروع سے ایک کھاتہ ہی بالاقساط خریداری کا کھولتا ہے-اثاثے کی قیمت اور کرایہ داری کی رقم اس میں درج کرلی جاتی ہے-کرایہ دار کی اقساط کے دو جزو واضح ہوتے ہیں،ایک کرایہ کی طے شدہ رقم اور دوسرا منافع کا ایک جزو-اثاثہ اس وقت تک بینک کی تحویل میں رہتا ہے جب تک تمام اقساط کی مکمل ادائیگی نہ ہو جائے-اس کے بعد اثاثہ صارف کا ہو جاتا ہے-اقساط کی مدت اس طرح طے کی جاتی ہے کہ اس کی پوری قیمت اثاثہ کی مفید مدت حیات کے اندر ہی ادا ہو جائے-

یہ تصور بھی فقہا کے ہاں نہیں پایا جاتا تھا- یہ ایک جدید صورت ہے جس کو پہلے سودی بینکوں نے رواج دیا،اس کے بعد اسلامی بینکوں نے اس کو اسلامی انداز میں آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے-

5.3.3-علما کی آرا

اجارہ کی یہ صورت بہت حد تک قسطوں پر اشیا خریدنے سے مماثلت رکھتی ہے اور اجارہ کا اصل مقصد بھی ملکیت حاصل کرنا ہوتا ہے-بہت سے علما و فقہا نے بھی اس کو اصل میں بیع ہی قرار دیا ہے لیکن بینک اسے سیدھا سادا قسطوں پر خریداری کا سلسلہ کیوں نہیں بتاتے؟اس کی وجوہات دو تین ہیں:

اول: اجارہ میں اثاثہ بینک ہی کی ملکیت رہتا ہے اور اگر کرایہ دار کرایہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو بینک اپنا سامان واپس لے سکتا ہے جب کہ قسطوں پر فروخت میں ملکیت کا معاہدہ کرتے ہی صارف معاہدے کے وقت ہی اثاثے کا مالک بن جاتا ہے،پوری رقم وہ بعد میں ادا کرتا ہے اور اگر نہ ادا کر سکے تو شرعی اور قانونی طور پر بینک پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اس میں سے سامان کے استعمال کے برابر رقم منہا کر کے باقی صارف کو واپس کرے-اب اگر یہ قسطوں والی صورت لاگو کی جائے تو صارف کو نقصان ہے اس لیے اسے قسطوں پر خریداری بتلانے کے بجائے اجارہ کا رنگ دیا جاتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم: مروجہ اجارہ میں بینک سامان کی انشورنس کرواتا ہے اور سامان تلف ہو جانے کی صورت میں انشورنس سے حاصل شدہ رقم کا سامان کے مالک ہونے کی حیثیت سے حق دار ٹھہرتا ہے جب کہ صارف خالی ہاتھ رہتا ہے- دوسری طرف اثاثے پر لگنے والے اخراجات مثلاً ٹیکس اور مرمت وغیرہ کو جاری اخراجات (Running Expenses) کے تحت صارف کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے-

سوم: اسی طرح اثاثہ اگر صارف کی ملکیت ہو گیا ہے تو وہ اسے آگے بیچ بھی سکتا ہے جب کہ اجارہ کی صورت میں بینک کی ملکیت ہے اور وہ آگے نہیں بیچ سکتا، یہ بھی ایک وجہ ہے-

چناں چہ بادی النظر میں اجارہ اور بیع کے ملاپ سے بننے والے مروجہ اجارہ میں بینک ہر پہلو سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے، اس مقصد کے لیے لیے اسے اقساط پر خریداری کے بجائے کرایہ داری کا نام دیا جاتا ہے- دوسری صورت یعنی ہائر لیزنگ سکیم میں ایک معاہدے میں دو معاہدوں کی قباحت بھی موجود ہے جو کہ جائز نہیں-

6-اسلامی بینکاری: ایک مختلف نقطۂ نظر

اسلامی بینکاری کے حوالے سے ایک بالکل مختلف نقطۂ نظر بھی قابلِ ذکر ہے جو اس سارے عمل پر جزوی اور فقہی حوالوں سے اعتراض لگانے سے پہلے کلی اور اساسی حوالے سے دیکھنے پر زور دیتا ہے-اس زاویۂ نگاہ کی بنیاد یہ حقیقت ہے کہ موجودہ نظام ہائے حکومت اگرچہ کاغذات میں اسلام کے نام پر قائم ہوں لیکن در حقیقت غیر اسلامی بنیادوں پر چلائے جا رہے ہیں-اب سارا نظام ایک سمت میں محو سفر ہو اور اس کے ایک جزو کو ہم دوسری سمت سفر کروانا چاہیں تو ایسا ممکن نہیں ہے-اسلامی معاشیات کے اسلامی بینکاری سیکٹر کا مقصد لبرل سرمایہ دارانہ معیشت کے اندر اسلام کی معاشی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6.1-جدید سوشل سائنسز کی حیثیت

اس سلسلے میں پہلا نکتہ یہ ہے کہ اسلامی معاشیات کی بنیادی سوشل سائنسز اپنی فطرت میں غیر جانب دار یا غیر اقداری (value-neutral) نہیں ہیں بل کہ علوم اسلامیہ کی طرح ان کا بھی ایک خاص مقصد ہے-یہ انسان پرستی(Humanism) کے اس نظریے پر قائم ہیں جس میں انسان قائم بالذات ہے اور اس کی نگاہ میں خیر و شر کے تصورات میں سے حق و باطل کچھ نہیں ہوتا،سب برابر وزن کے حامل ہیں-یہ ہیومن اپنی زندگی کا مقصد انسانی ارادے وخواہش کی لامحدود تکمیل،یعنی سرمایے میں لامحدود اضافہ کرنا گردانتا ہے-

تمام سوشل سائنسز در حقیقت اس مخصوص انسان اور اس کے تعلقات سے ابھرنے والی معاشرت و ریاست سے بحث کرتی ہیں جس کا مقصد و محور ایسے معاشرے اور ریاست کو سامنے لانا ہے جہاں افراد کو زیادہ سے زیادہ سرمایہ پیدا کرنے کے مواقع مہیا ہو سکیں-اس مخصوص پس منظر کے علاوہ کسی دوسری قسم کے فرد اور ریاست کے رویے کو سمجھنے کے لیے مروجہ مغربی عمرانی علوم یا سوشل سائنسز کوئی بنیاد ہی فراہم نہیں کرتے-

6.2-اسلامی معاشیات؛نیوکلاسیکل مکتب فکر کا پرتو

اسلامی معاشیات ،جدید معاشیات کے ایک مکتب فکر نیوکلاسیکل مکتب فکر کا ایک ذیلی شعبہ ہیں جس کے موٹے موٹے خدوخال مندرجہ ذیل ہیں-نیوکلاسیکل ماہرین کے مطابق:

1- **مارکیٹ** وہ ادارہ ہے جو سرمایے میں تیز ترین اضافے کی بنیاد فراہم کرتا ہے یعنی اگر تمام ذرائع پیداوار کو مارکیٹ کے تابع کر دیا جائے تو سرمایے میں اضافے کی شرح سب سے زیادہ ہو جائے گی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2- **مارکیٹ سے مراد** وہ نظام ہے جہاں افراد غرض مندی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعلقات قائم کرتے ہیں اور کسی شے اور خدمت کی قدر کا تعین اس معیار سے طے پاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں مجموعی لذت(Aggregate Utility)اور سرمایے کی بڑھوتری میں کتنا اضافہ ہو رہا ہے-

3- **مارکیٹ میں قدر کا تعین** اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ سرمایے میں کتنا اضافہ کرتی ہے-مثلاً ایک کرکٹر کی تنخواہ امام مسجد سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے کیوں کہ اس کی "مارکیٹ ویلیو" زیادہ ہے اور اس کے کام سے سرمایے میں اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوتا ہے، وعلیٰ ہذا القیاس- اس کے علاوہ کسی دیگر پیمانے کا وجود سرمایہ داری نظام میں سرے سے نہیں ہوتا-

الغرض اس طرح مارکیٹ وہ ادارہ ہے جہاں انسان کو 'ہر قسم' کی خواہشات پورا کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ سرمایہ کمانے کے مواقع ملتے ہیں- اس سارے عمل میں حکومت کا کام خود سرمایہ کمانا نہیں بل کہ منافع خوری کے مجموعی کاروبار کو تحفظ فراہم کرنا ہے- اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ نیوکلاسیکل اکنامکس جو معاشرتی وریاستی لائحہ عمل فراہم کرتی ہے، وہ غیر جانب دار نہیں ہوتا بل کہ اس کا مقصد مادی طور پر دولت کی کثرت اور ارتکاز کی جدوجہد اور اخلاقی طور پر حرص وحسد کے حصول کا ذریعہ ہے-

6.3-اسلامی معاشیات کا بنیادی نظریہ

اسلامی معاشی ماہرین نیوکلاسیکل اکنامکس کے فریم ورک کو فطری اور 'غیر جانب دار' سمجھ کر اپناتے ہیں- اس طبقہ فکر کے مطابق اسلامی اور سرمایہ دارانہ نظام میں بنیادی ہم آہنگی موجود ہے اور بعض ترامیم کے ساتھ اسلامی معاشرے میں سرمایہ دارانہ نظام کو لاگو کرنا ممکن ہے- یہ مفکرین سرمایہ دارانہ نظام کو مخصوص تاریخی عمل اور تبدیلیوں کے نتیجے میں وجود میں آنے والا نظام سمجھنے کے بجائے فطری(Natural)نظام سمجھتے ہیں اور اسی لیے ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خیال میں معاشیات کا بنیادی مقدمہ تو درست ہے لیکن اسے چند شرعی ضوابط کا پابند کرنے کی ضرورت ہے-دوسرے الفاظ میں لبرل سرمایہ داری کو دائرہ شریعت کا پابند بنانے کی بات کی جاتی ہے، چناں چہ "خواہشات لامحدود اور وسائل محدود ہونے" کی عبارت کو معاشیات کی تعریف کے طور پر قبول اور نقل کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ کاروبار کا اصل مقصد سرمایے میں اضافہ ہی ہونا چاہیے-

6.4-اسلام کا احیا یا تحلیل؟

علم معاشیات اور بینکاری کو دائرہ شریعت کا پابند بنانے کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کوئی مستقل علمیت نہیں جس کی ادارتی صف بندی خود اس کی اپنی علمی بنیادوں سے طے پاتی ہو بل کہ وہ تو محض ایک مخصوص رویہ ہے جس کا اظہار کسی بھی نظام زندگی میں ممکن ہے، گویا اعمال و افعال کا ایک مجموعہ اور بس!اس نقطۂ نظر کے مطابق اسلامی بینکاری کا فروغ مقاصد شریعہ اور تزکیے وغیرہ کا نہیں بل کہ حرص و حسد، دنیا پرستی اور سرمایے میں اضافے کے فروغ کے ہم معنی ہے-اس طرح ایک ایسا نقشہ سامنے آتا دکھائی دیتا ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کے مقاصد وہی خواہشات پر چلنے والے نظر آتے ہیں-یہاں شریعت کو چند گنے چنے افعال کا نام سمجھ کر حالات کے تناظر میں کم سے کم درجے کا تعین کرنے کی فکر جاری رہتی ہے کہ لوگوں کے لیے اس کے مطابق اپنی خواہشات پر عمل ممکن ہو سکے-ایسا نظام زندگی جس کی معاشرتی پالیسیاں اس انتہا کے بجاے ادنیٰ درجے کے معیار سے متعین ہوں، خود اپنی موت کا سامان کرتا ہے کیوں کہ انسانی زندگی کے دائرہ عمل میں کسی ایک نظام کے سکڑنے کا مطلب لازماً کسی دوسرے نظام کی بالادستی ہوتی ہے-یہی وجہ ہے کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اسلامی بینکنگ اور سودی بینکاری میں مماثلت بڑھتی جارہی ہے اور ہر آنے والے دن میں حرام قرار دی جانے والی پراڈکٹس کی فہرست شرعی حیلے استعمال کر کے سکڑتی چلی جارہی ہے-

اسلام اس طرح ایک مستقل نظام زندگی نہیں بل کہ سرمایہ دارانہ نظام کے اندر بہ طور چند حدود کے شامل کیا جارہا ہے جس کا لازمی نتیجہ اسلام پر اسی سرمایہ داری کا غلبہ ہے جس سے کسی حد تک بچنے کی کوشش کے طور پر یہ سارا کام کیا جارہا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

7-اہم نکات

اختتامی طور پر ہم اس بحث کو یوں سمیٹ سکتے ہیں:

- اسلامی بینکاری سودی نظام میں سود سے بچنے کی کم ترین سطح کو چھونے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔
- علما کی زیادہ تر تعداد اسلامی بینکاری کے تحت کیے جانے والے اقدامات کو اسلامی قرار دینے سے اختلاف رکھتی ہے، اس بات کو خود اسلامی بینکاری کی تائید کرنے والے اہل بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مکمل اسلامی نہیں ہے۔
- اسلامی بینکاری کے موید ین کو امید ہے کہ ہم مکمل اسلامی حل کی پیش قدمی جاری رکھے ہوئے ہیں، اصل حل البتہ اسلام کا مکمل نظام ہے جس میں صحیح اسلامی معاشی نظام قائم ہو پائے گا۔
- تیسرا نقطۂ نظر اسلامی بینکاری سے اصولی بنیادوں پر اختلاف کرتے ہوئے سرمایہ داری نظام میں اسلامی معیشت کا پیوند لگانے کو الٹا نقصان دہ سمجھتا ہے اور اصولی طور پر ہی اس طرز کے نظام کی گنجایش نہیں سمجھتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی

1- بیع کا معنی و مفہوم، اہمیت اور اقسام بیان کریں-

2- اسلام میں تجارت کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالیں-

3- جدید اسلامی بینکاری کا آغاز وارتقا کیسے ہوا؟ مفصل نوٹ لکھیں-

4- اسلامی بینکاری مین رائج مرابحہ اور مشارکہ متناقصہ کا موافق اور مخالف آرا کی روشنی میں جائزہ لیں-

5- اسلامی بینکاری میں رائج اجارہ پر علما کی آرا بیان کریں-

6- اسلامی بینکاری کے حوالے سے تین بنیادی نقطہ ہاے نظر کیا ہیں؟ تفصیل سے بحث کیجیے-

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماخذ و مصادر

- سود، سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور
- محاضرات معیشت و تجارت، ڈاکٹر محمود غازی، الفیصل ناشران کتب، لاہور
- احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، مولانا عبد الرحمٰن کیلانی، دالسلام پبلشرز، لاہور
- احکام بیع، ڈاکٹر طاہر منصوری، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
- حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام، ڈاکٹر محمود غازی، انٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد
- اسلامی بینکاری؛ نظریاتی بنیادیں اور عملی تجربات، پروفیسر اوصاف احمد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد
- اسلامی بینکاری کی بنیادیں؛ ایک تعارف، مفتی تقی عثمانی، ترجمہ؛ محمد زاہد، مکتبہ العارفی، فیصل آباد
- اسلامی بینکاری؛ تاریخ و پس منظر اور غلط فہمیوں کا ازالہ، مفتی تقی عثمانی، الافنان پبلشرز، کراچی
- اسلامی بنکاری کی حقیقت، حافظ ذوالفقار علی، دار الدعوۃ السلفیۃ، لاہور
- سہ ماہی البیان کراچی، خصوصی اشاعت؛ جدید معیشت و تجارت، مروجہ اسلامی بینکاری، مدیر: خلیل الرحمٰن لکھوی
- اسلامی بینکاری و جمہوریت؛ فکری پس منظر اور تنقیدی جائزہ، زاہد مغل، مکتبہ وراثت، لاہور
- موجودہ بینکاری کا اسلامی متبادل؛ اسلامی مالیاتی اداروں کا قیام، سید محمد یونس قادری، مکتبہ وراثت، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر6

اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 212
یونٹ کے مقاصد 213
1-اسلامی ریاست کا معاشی کردار 214
2-اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی 215
3-بیت المال 217
3.1-بیت المال کا ارتقا 217
3.2-بیت المال کے ذرائع آمدن 218
3.3-بیت المال کے اخراجات 222
4-نظام زکات 224
4.1-دولت کی منصفانہ تقسیم 225
4.2-افراطِ زر کے بغیر مکمل روزگار کا حصول 225
4.3-ذرائع کی تخصیص پر زکات کے اثرات 226
4.4-استحکام معیشت اور زکات 227
4.4.1-زکات اور صرف 227
4.4.2-زکات اور سرمایہ کاری 228
4.4.3-زکات اور بچت و معاشی ترقی 228
5-کفالتِ عامہ 229
6-اقتصادی تفاوت کو کم کرنا 230
7-بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ 233
7.1-کسب معاش کی ترغیب 233

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

7.2-توکل کے غلط مفہوم کا سدباب 234
7.3-ترک دنیا کی تردید 234
7.4-معاشی تحفظ 234
8-صنعتی اور لیبر پالیسی 236
8.1-انسان قابل خرید نہیں 237
8.2-ظلم وناانصافی کی نفی 237
8.3-عادلانہ اجرت 237
8.4-سرمایہ، ہنر اور محنت میں توازن 238
8.5-اخلاقی اور قانونی حقوق کی ادائیگی 238
9-اسلامی معیشت اور افراط زر 239
9.1-افراطِ زر پر قابو پانے والے عوامل 239
9.1.1-سود اور سٹے بازی کی ممانعت 240
9.1.2-اسراف کی ممانعت 240
9.1.3-منصفانہ اجرت 240
9.1.4-فراخ دلانہ درآمدات کی اجازت 241
10-اسلام اور معاشی ترقی 241
11-دورِ جدید کا معاشی بحران اور اسلام 243
خود آزمائی 245
ماخذ و مصادر 246

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

اسلامی نظریۂ حیات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے اصول و قواعد برابر طور پر مہیا کرتا ہے۔ گھر کے نظام سے نظام حکومت تک سب کے لیے ہدایات موجود ہیں۔ معاش اور معیشت کے حوالے سے اجتماعی پہلو سے کچھ ذمہ داریاں وہ ہیں جو حکومت وقت ہی بہ روے کار لا سکتی ہے۔ سورۂ حج کی آیت: الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج 22: 41) کی رُو سے اہلِ ایمان کو زمین میں اقتدار دیا جاتا ہے تو وہ نماز و زکات کے قیام کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام بالفعل قائم کرتے ہیں۔ اسلام کے نظریے کے مطابق قوانین سے پہلے دلوں میں تبدیلی آنی چاہیے اور اسلامی ریاست اس مقصد کے لیے ساز گار ماحول کو پروان چڑھاتی ہے۔ معاشی حوالے سے اسلام کا مطمح نظر دنیا کی زندگی سے اوپر اٹھ کر آخرت کی طلب میں اپنا آپ کھپا دینا اور دنیا کو آخرت کے لیے وسیلہ بنانے کا ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشرے کی بنیاد "وسائل کے محدود اور خواہشات کے لامحدود" ہونے کے فلسفے پر پھلتی پھولتی ہے جس کے نتیجے میں حرص و ہوس کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کا فلسفۂ معاشیات اس کے برخلاف عملاً دنیا کی تمام معاشی سرگرمیوں کو سرانجام دیتے ہوئے بھی زُہد کو اختیار کرنے اور اِنفاق فی سبیل اللہ پر استوار ہوتا ہے۔ اسی طرح توکل اور قناعت کی زندگی گزارنا اسلامی فرد کے دل و دماغ میں راسخ کیا جاتا ہے جس سے خواہشات و حرص کی بندگی اور زیادہ سے زیادہ منافع خوری ایسے بحران جنم نہیں لیتے بل کہ قلبی سکون اور برکت کے مظاہر سامنے آتے ہیں۔

اس یونٹ میں ہم اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے اور دیکھیں گے کہ اسلامی ریاست کی طرف سے کون کون سے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں جن کے نتیجے میں ایک اسلامی معاشی رویہ نشوونما پاتا ہے اور نفاذ کی سطح پر حلال کی حوصلہ افزائی اور حرام کے راستوں کو مسدود کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام کے حدود میں تصور فلاح کو کیسے بہ روے کار لایا جاتا ہے، اسلامی مالیاتی نظام سود کے بغیر کیسے اپنے شہریوں کو بہتر مواقع مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر میں ہم یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ اقتصادی منصوبہ بندی کے اس دور میں اسلامی ریاست اگر سامنے آتی ہے تو اس کی معاشی پالیسی کیا ہو گی اور موجودہ حالات میں معاشی شعبے میں کیسے تعامل کرے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے سے آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1. اسلامی ریاست کے معاشی کردار کی وضاحت کر سکیں۔
2. بیت المال کے اسلامی تصور کو اجاگر کر سکیں۔
3. زکات کے مصارف اور اس کے استعمال کی وضاحت کر سکیں۔
4. اسلام میں کفالت عامہ کے متعلق معلومات فراہم کر سکیں۔
5. معاشی ترقی اور جدید دور میں معاشی بحران کے حوالے سے اسلام کا نقطۂ نظر بیان کر سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-اسلامی ریاست کا معاشی کردار

اسلام محض چند مابعد الطبیعاتی تصورات کا مجموعہ نہیں ہے بل کہ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا مکمل منصوبہ فراہم کرتا ہے-معاشی سرگرمیوں سے اسلام کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی دنیا کو آخرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں-الدنیا مزرعة الاخرة کا جملہ اسی فلسفے کو اجاگر کرتا ہے-اس منصوبے پر عمل درآمد کے لیے جہاں اسلام معاشرتی زندگی کے دوسرے شعبوں ،مثلاً:خاندانی معاشرت، تعلیم و تربیت، تجارت و معیشت اور عقائد و عبادات وغیرہ کا ایک خاص نقشہ بناتا ہے اور اس کے زیر اثر انسانی فکر و کردار کا ایک نمونہ تیار کرتا ہے، وہیں ریاست کے اختیار و اقتدار کو بھی اس مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے-ریاست کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نگاہ نہ تو عدم مداخلت کے اصول پر مبنی ہے جس کے تحت ریاست کا دائرہ کار محض امن وامان کے قیام تک محدود ہو جاتا ہے اور وہ افراد کے امور و معاملات سے قطعاً بے تعلق ہو جاتی ہے اور نہ ہی اسلام اشتراکی نقطۂ نظر کی تائید کرتا ہے جہاں ریاست ہی کلی اختیار کی مالک ہو کر زندگی کے ہر معاملے میں مختار کل ہو جاتی ہے جب کہ فرد مجبورِ محض بن کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے-ریاست کے بارے میں اسلام کا زاویۂ نظر ان دو انتہاؤں کے مابین توازن و اعتدال پر مبنی ہے- وہ نہ تو ایک بے تعلق اور غیر جانب دار ادارہ بن کر فرد کو کھل کھیلنے کا موقع دیتا ہے اور نہ ہی اسے اجتماعیت کے شکنجے میں اتنا کس دیتا ہے کہ وہ بے بس ہو جائے!اسلام ریاست اور فرد کے درمیان ایک ایسا رشتہ استوار کرتا ہے جس کی بہ دولت فرد خلوص دل سے ریاست کا اطاعت گزار بن جاتا ہے اور ریاست فرد کی سراپا خدمت ہو رہتی ہے-یوں دونوں کے مفاد میں تصادم کے بجائے ہم آہنگی اور مطابقت پیدا ہو جاتی ہے-ریاست فرد کے لیے امن و سکون اور معاشی تحفظ کا موثر اہتمام کرتی ہے اور اس کی فطری صلاحیتوں کو نشوونما دے کر مستحکم بنانے کے لیے اپنی توانائیاں خرچ کرتی ہے تو فرد اپنے تعمیری فکر و عمل اور اطاعت و تعاون کے مظاہرے سے اسے مستحکم بنانے کے لیے توانائیاں لگا دیتا ہے-یہ سارا عمل اللہ کی اطاعت اور رضامندی اور آخرت کی فکر کے محرکات سے انجام کو پہنچتا ہے اس لیے نہ تو حکام افراد کو اپنے کسی مفاد کے لیے جبر کا نشانہ بناتے ہیں اور نہ ہی افراد ذاتی اغراض کے لیے ریاست کے مفاد اور استحکام کو تباہ کرنے کی روش اختیار کرتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد قانون خداوندی کی تنفیذ کے ذریعے اسلامی طرزِ حیات کا احیاء و بقا ہے- ایک ایسا معاشرہ ترتیب دینا جو عدل و انصاف کا گہوارہ ہو؛ جہاں افراد کو معاشی تحفظ کی ضمانت حاصل ہو اور جہاں وہ معاشی وسائل کے حصول کے لیے فکر و ضمیر کی آزادی کے ساتھ کام کر سکیں- اس معاشرے کے چار بنیادی ستون ہیں اور ریاست کی ذمہ داری ان ستونوں کو مستحکم اور پائیدار بنانے کے لیے ضروری اقدامات کرنا ہے- انھیں اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض و وظائف کا نام دیا جا سکتا ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○41

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکات دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے - اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے - (الحج:41)

یہ آیت اسلامی ریاست کے چار بڑے فرائض بیان کرتی ہے- نظامِ صلوٰۃ و زکات کا قیام اور نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا- ریاست کے یہ فرائض پوری زندگی پر محیط ہیں اور ایک مستحکم ریاست کے قیام کی یقینی ضمانت ہیں- اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی، اہم اور اساسی ادارے اور ذمہ داریوں کو کچھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے-

2- اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی

مالیاتی پالیسی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"حکومت کے وہ تمام اقدامات اور انتظامات جن کا تعلق حکومت کی آمدنی اور اخراجات سے ہو، انھیں مالیاتی پالیسی کا نام دیا جاتا ہے۔"

چناں چہ آمدن حاصل کرنے کے طریق ہائے کار اور انھیں خرچ کرنے کے فیصلے مالیاتی پالیسی کا حصہ ہوتے ہیں۔اس پالیسی کا سب سے بڑا مقصد افراطِ زر اور تفریط کے بغیر مکمل روزگار کا معیار قائم رکھنا ہوتا ہے۔اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی عوام کو معاش کا اسلامی تصور راسخ کرنے اور معیشت کو اسلام کے اصول معاشیات پر چلانے کا عملی مظہر ہوتی ہے۔ایک اسلامی ریاست میں مالیاتی پالیسی زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ سود حرام ہونے،مال و دولت جمع کرنے کی ممانعت اور سٹہ بازی پر پابندی کی وجہ سے زری پالیسی زیادہ موثر نہیں رہتی،اس کے بالمقابل مالیاتی پالیسی کا سب سے بڑا آلہ زکات ہے جب کہ اس کے بعد دیگر محصولات کی باری آتی ہے۔سیکولر معیشت میں ترقی پر زور دیا جاتا ہے جس کا مطمح نظر دنیوی زندگی میں خواہشات کی پیروی کرنا اور زیادہ سے زیادہ خواہشات کو قابل حصول بنانا ہوتا ہے جب کہ اسلامی معیشت فلاح کا تصور سامنے رکھ کر چلتی ہے جس کے تحت اخروی زندگی کو منتہاے نظر بنا کر دنیا کے ذریعے آخرت کا حصول بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔یوں اسلامی معیشت کی مالیاتی پالیسی کے اہم مقاصد میں:

1-ذرایع کی بہترین تخصیص(Resource Allocation)

2-آمدنی کی منصفانہ تقسیم بہ ذریعۂ نظام زکات و عشر

3-افراط زر کے بغیر مکمل روزگار کا حصول

شامل ہیں۔

اسلامی مالیاتی پالیسی کے بنیادی ستون نظام زکات و عشر اور بیت المال ہیں۔سرکاری اخراجات، کفالت عامہ اور دیگر اخراجات کی مدات یہیں سے پوری ہوتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3-بیت المال

لفظی طور پر بیت المال کے معنی دولت کا گھر ہیں-یہ اسلامی ریاست کا خزانہ ہے، اگرچہ کبھی کبھی بیت المال کا اطلاق وسعت کے ساتھ پورے مالی نظام پر بھی کر دیا جاتا ہے لیکن اصطلاح کے مطابق مرکزی خزانہ ہی اس کا مصداق ہوتا ہے-بیت المال اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جو اسلامی ریاست کے عوام کے لیے قائم جاتا ہے-انسان کو اللہ کی طرف سے امانت دار بنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے، یہی تصور بیت المال پر بھی لاگو ہوتا ہے-یہاں بیت المال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جب کہ خلیفہ کو اس کا امین بنایا گیا ہے-امانت سمجھ کو اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس میں سے اخراجات کیے جاتے ہیں-اسلام نے بیت المال کی آمدنی کے ذرایع بھی متعین کیے ہیں اور اخراجات کے سلسلے میں ریاست کے اخراجات بنیادی طور پر یہیں سے ہوتے ہیں جن کو متعین کر دیا گیا ہے، البتہ ان کی جزئیات اور طریق خرچ کے سلسلے میں حاکم وقت اپنی شوریٰ سے مشورہ کر سکتا ہے-مقامی ضروریات پوری کرنے کے لیے بیت المال کی شاخیں صوبوں اور اضلاع میں بھی بنائی جاتی ہیں جو مرکزی بیت المال کے تابع اپنی ذمہ داری انجام دیتی ہیں-

3.1-بیت المال کا ارتقا

بیت المال کسی نہ کسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی موجود رہا لیکن اس کی کوئی عمارت وغیرہ تعمیر نہیں کی گئی بل کہ اسلامی ریاست میں جو بھی مال آتا مسجدِ نبوی میں جمع ہو جاتا اور فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا-تاریخ ابن سعد کے مطابق دورِ صدیقی میں بھی یہی معاملہ چلتا رہا، البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ اس ادارے کی بنیاد رکھی اور امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اس کا پہلا مہتمم مقرر فرمایا، عمارت اور جگہ البتہ اب بھی مخصوص نہ کی گئی-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المال کو ایک مکمل ادارے کی شکل دی گئی اور اس کے لیے صحابۂ کرام سے مشاورت کی گئی-عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو اس کا مہتمم بنایا گیا-چوں کہ حضرت عمر کا دور فتوحات کا دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا اور ہر سمت سے مال و دولت کے انبار اسلامی ریاست میں آ رہے تھے، اس لیے خلیفۂ ثانی نے بیت المال کے ساتھ ساتھ 20ھ میں "دیوان" کا ادارہ بھی تشکیل دیا۔

3.2۔ بیت المال کے ذرایع آمدن

اسلامی ریاست میں بیت المال کی آمدنی کے ذرایع درج ذیل ہیں:

1) زکات۔ 2) عشر۔ 3) جزیہ۔ 4) خراج۔ 5) صدقات۔
6) مال فے۔ 7) خمس۔ 8) ضرائب۔ 9) لگان۔
10) عشر۔ 11) وقف۔ 12) اموال فاضلہ۔

1۔ زکات: یہ بیت المال کی آمدنی کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ قرآن و سنت میں مالی صدقات کی از حد ترغیب دی گئی ہے تاکہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ عملی ہمدردی کا مظاہرہ کریں لیکن صدقات کی محض ترغیب پر ہی گزارا نہیں کیا گیا ہے بل کہ کم سے کم صدقے کی ایک حد مقرر کی گئی ہے جو ایک خاص حد سے زیادہ دولت رکھنے والوں پر لاگو ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً (توبہ:103)

"اے نبی! ان کے اموال میں سے ایک صدقہ وصول کرو۔"

مولانا مودودیؒ کے مطابق یہ "ایک صدقہ" اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ عام صدقات جو فرداً فرداً لوگ دیتے ہیں، اس کے علاوہ ایک خاص مقدار ان پر فرض کر دی جائے اور اس کا تعین رسول اللہ ﷺ خود فرمائیں۔ چناں چہ اس حکم کے مطابق آں حضرت ﷺ نے مختلف اقسام کی ملکیتوں کے بارے میں کم سے کم نصاب کی ایک حد مقرر فرما دی جس سے کم پر فرض زکات لاگو نہ ہو گی۔ پھر بقدر نصاب یا اس سے زیادہ ملکیتوں پر مختلف اموال کے معاملہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زکات کی مختلف شرحیں مقرر فرمادیں-زکات کے اسلامی ریاست میں معاشی کردار پر مستقل بات الگ عنوان کے تحت کی جائے گی-

2-عشر: زمین کی زکات کو فقہ اسلامی میں عشر، کھیتی اور پھلوں کی زکات کو ثمرات کے نام دیے گئے ہیں- قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ(انعام 142:6)

" فصل کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو-"

زمین کی زکات اس لحاظ سے معیشی، زر نقد اور تجارتی سامان کی زکات سے مختلف ہے کہ اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے بل کہ پیداوار کے حصول پر ہی عشر عائد ہو جاتا ہے کہ اس میں اصل افزایش و نمو ہے-جوں ہی یہ نمو جو زکات کی علت ہے پایا جائے، زکات واجب ہو جائے گی جب کہ دیگر مال پر زکات اصل مال پر عائد ہونے والی وصولی ہے خواہ اس میں بڑھوتری ہوئی ہو یا نہیں-

3-جزیہ: اہل کتاب اور مشرکین عجم اگر مغلوب ہو جائیں اور سالانہ ٹیکس تسلیم کر کے اسلامی ریاست کے زیر نگین آجائیں کہ حکومت ان کے جان، مال، آبرو کے حفاظت کی ذمہ دار ہو گی تو ایسے ٹیکس کو جزیہ کہتے ہیں-سورۂ توبہ میں ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ 29:9)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"جنگ کرو اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام نہیں کرتے اور دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے -(اُن سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں-
"

4-خراج: خراج تین طرح کی زمینوں سے ہونے والی آمدنی کو کہا جاتا ہے-امام ابویوسفؒ نے کتاب الخراج میں بیان کیا ہے کہ وہ مفتوحہ ممالک جہاں اسلام کا غلبہ ہو جائے اور خلیفۂ وقت زمینوں کو ان کے مالکان کے قبضے میں ہی چھوڑ دے، یہ زمین خراجی ہے- دوسرا جن ممالک سے اہل اسلام کی صلح ہو گئی اور وہ اسلامی حکومت کے عہد اور ذمے میں داخل ہو کر اہل ذمہ بنے ان کی زمینیں "خراجی" کہلاتی ہیں اور خلیفہ ان زمینوں پر جو محصول مقرر کر دیتا ہے، اس کو خراج کہا جاتا ہے- جیسے عراق اور شام کی زمینوں کے معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا-اس سے خراج کی صورت میں ایک بہت بڑی رقم بیت المال کا ایک مستقل ذریعہ بن گئی-

5-صدقات: انفرادی سطح پر جن صدقات کی ترغیب دی گئی ہے، ان کی دو اقسام ہیں: صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ-

صدقاتِ واجبہ کی رقم تو لازماً بیت المال میں جمع کرائی جائے گی اور نفلی صدقات و خیرات کا معاملہ یہ ہے کہ فرد خود بھی انفاق کر سکتا ہے اور اسلامی حکومت کے سپرد بھی کر سکتا ہے کہ وہ مناسب مد میں خرچ کر دے-

6-مال فے: اگر کفار جنگ کیے بغیر ہی بھاگ جائیں اور مال چھوڑ جائیں یا جنگ کے بعد ان کی زمینوں سے خراج یا جزیہ لیا جائے یا کوئی خاص ٹیکس مقرر کر دیا جائے تو یہ تمام مال فے میں شمار ہوتے ہیں-اس لحاظ سے جزیہ اور خراج مال فے کی اقسام بن جاتے ہیں-مال فے کا حق بیت المال کا ہے جیسا کہ قرآن نے بتایا ہے؛ اسے مجاہدین کے مابین تقسیم نہیں کیا جا سکتا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر 59:7)

"جو کچھ بھی اللہ بستیوں کے لوگوں سے، اپنے رسول ﷺ کی طرف پلٹا دے، وہ اللہ اور رسول ﷺ اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ تمھارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے- جو کچھ رسول ﷺ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رُک جاؤ- اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے-"

7-خمس: مالِ غنیمت کی تقسیم اور کانوں سے نکلے ہوئے معدنیات میں سے نفع حاصل کرنے سے پہلے اس کا پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے؛ یہ بیت المال کا حق ہے- اس کو خمس کہتے ہیں- سورۂ انفال میں ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (انفال 41:8)

"اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسُول ﷺ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے- اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی، (تو یہ حصہ بہ خوشی ادا کرو)- اللہ ہر چیز پر قادر ہے-"

8-ضرائب: ہنگامی صورت حالات میں ضروریات پورا کرنے کے لیے اسلامی ریاست زکات و صدقات کے علاوہ جو ٹیکس اغنیا اور اُمرا پر لگاتی ہے، اسے ضرائب کہتے ہیں- ہنگامی حالات سے مراد زمانۂ جنگ، قحط، رفاہِ عام کے کام اور بے روزگاری وغیرہ ہے- امام ابن حزمؒ نے فقرا کی مدد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیت المال کا خزانہ اور مالِ فے ان کی معاشی ضروریات پوری نہ کر سکیں تو خلیفہ اہل ثروت سے زکات کے علاوہ بھی اموال لے سکتا ہے۔

9-لگان: ایسی زمینیں جو اسلامی حکومت کی ملکیت ہوں اور وہ سالانہ اجرت مقرر کر کے انھیں لوگوں کو دے دے تو یہ سالانہ اجرت لگان کہلاتی ہے۔ایسی زمینوں سے نہ تو عشر لیا جاتا ہے اور نہ خراج۔یہ زمینیں یا تو جنگ کے بعد مسلمانوں کے لیے وقف ہوتی ہیں یا ایسی جو کہ لاوارث ہوں اور بیت المال کے انتظام میں ہوں۔

10-عشور: اسلامی ریاست کی حدود میں مال لانے والے سے کسٹم ڈیوٹی سال میں ایک بار وصول کی جاتی ہے، جسے عشور کہتے ہیں۔اس کا نفاذ دورِ فاروقی میں کیا گیا تھا۔تمام اہل اسلام اور ذمیوں کو یہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس کی شرح اڑھائی فیصد جب کہ اہل کفر کے لیے پانچ فیصد ہوتی تھی۔اہل حرب کے لیے اس سے زیادہ یعنی دس فی صد مقرر کیا گیا تھا۔اس کی حد کم سے کم دو سو درہم سے شروع ہوتی ہے۔

11-وقف: کسی شے کو اپنی ملکیت سے نکال کر خالص اللہ کی راہ میں دے دینا وقف فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔اسلامی اصطلاح میں اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بیت المال میں جاتی ہے۔اس میں زرعی اراضی اور املاک وغیرہ وقف کی صورت میں دی جاتی ہیں۔

12-دیگر ذرائع: ان میں مثال اموال فاضلہ آتے ہیں، مثلاً: کسی لاوارث کی وفات کے بعد اس کا ترکہ یا کسی شخص کے مرتد ہو جانے کے بعد اس کی جائیداد بہ حق سرکار ضبط ہو کر بیت المال میں شامل ہو جاتی ہے۔

3.3-بیت المال کے اخراجات

1-وظائف اور تنخواہیں: ایسے افراد جو اسلامی ریاست کے لیے اپنی خدمات فراہم کرتے ہیں، ان کے لیے وظائف اور تنخواہیں بیت المال سے ادا کی جاتی ہیں، مثلاً سرکاری ملازمین اور افواج وغیرہ۔

2-عوامی فلاح کے کام: بیت المال سے عوامی فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3-قرض حسنہ کی فراہمی: بیت المال سے ضرورت مندوں کی اعانت کے علاوہ قرض حسنہ بھی دیا جاتا ہے جس کو وہ آسانی میں واپس کر دیتے ہیں-

4-کفالت عامہ: بیت المال کا ایک معتد بہ حصہ صاحب ضرورت افراد کی کفالت، گزارہ الاؤنس اور غربا و مساکین کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی مد میں خرچ کیا جاتا ہے تا کہ وہ معاشرے میں باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں-

5-مفادِ عامہ: عوام کے مفاد میں عوامی خدمات کی فراہمی مثلاً سڑکوں کی تعمیر، پُلوں، مسافر خانوں ،اسپتالوں اور ایسے ہی دیگر معاملات اسلامی ریاست اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے اور بیت المال سے ان پر خرچ کرتی ہے-

6-دینی خدمات: اسلامی ریاست کا بیت المال اسلامی ماحول کی فراہمی اور دینی مراکز کی تعمیر کے لیے خرچ کرتا ہے- مساجد و مدارس، تربیت گاہیں، بچوں، عورتوں اور طلبہ کے لیے مختلف مثبت سرگرمیوں کا انعقاد؛ یہ تمام چیزیں بیت المال کے تحت آتی ہیں-

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے مطابق جدید اسلامی ریاست میں بیت المال کے اخراجات کی کیفیت یوں ہو گی:

اول: مستقل اخراجات: یہ اخراجات شریعت کے مطابق ایک اسلامی ریاست کو کرنا ہوں گے- ان میں درج ذیل اخراجات شامل ہیں:

1-دفاع 2-امن و امان 3-انصاف 4-بنیادی ضروریات کی فراہمی 5-دعوت اسلامی 6-امر بالمعروف اور نہی عن المنکر 7-سول انتظامیہ 8-سماجی خدمات کی ادائیگی

دوم: موجودہ حالات میں ناگزیر اخراجات: ان میں درج ذیل اخراجات شامل ہیں:

1-ماحولیاتی تحفظ 2-اشیاے ضرورت کی فراہمی 3-سائنسی تحقیق 4-معاشی ترقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5-اہم نجی سرگرمیوں کے لیے امداد 6-معیشت کے استحکام کے لیے اخراجات-

4-نظام زکات

اسلامی زری پالیسی کی بنیادی سود کے خاتمے پر ہے جب کہ اسلامی مالیاتی پالیسی کا اہم ترین جزو زکات اور عشر کا نظام ہے جو کہ عبادت کے ارکان میں شامل ہے-ان معنوں میں زکات کو ٹیکس نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اس کے اثرات ٹیکسوں سے مختلف ہیں-

زکات کی شرح متعین ہے جو اڑھائی فیصد ہے-اس کا نصاب بھی متعین ہے جو ساڑھے سات تولے سونے اور ساڑھے باون تولے چاندی پر لاگو ہوتا ہے-زرعی پیداوار پر زکات کو اصطلاح میں عشر کہا جاتا ہے-عشر کی شرح بھی شریعت میں متعین کر دی گئی ہے جو بارانی زمین پر دس فی صد اور مصنوعی آب پاشی سے سیر اب شدہ اراضی پر پانچ فی صد ہے-

بیت المال میں جمع شدہ مال زکات کا حساب کتاب دوسری مدات سے مختلف ہو گا کیوں کہ اس کے مصارف محدود ہیں-یہ آٹھ مصارف ہیں جو فقرا، مساکین، عاملین زکات، تالیفِ قلوب، غلاموں کی آزادی اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لیے مختص ہیں-اس بنا پر زکات کو غربا و مساکین کی اعانت کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے-اسلامی ریاست مال زکات کو جہاں مناسب سمجھے منصوبہ بندی کر کے خرچ کرے گی اور اس مقصد کے لیے مال زکات کو کاروبار میں لا کر مزید منافع کو بھی اسی مد میں خرچ کرنے کا جواز ہے-

امام ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حضرت ابو بکر کے دور میں بھی وہ وہیں رہے اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انھوں نے زکات کی آمدنی کا ایک تہائی حصہ بھیجا-حضرت عمر نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمھیں مال جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہے بل کہ اس لیے مامور کیا ہے کہ تم امیروں سے وصول کر کے غربا میں تقسیم کر دو-اس پر حضرت معاذ نے جواب بھیجا کہ جو کچھ میں نے جمع کیا تھا، مجھے اس کا مستحق یہاں نہیں ملا ہے، اس لیے آپ کو بھیج دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے- آیندہ سال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف زکات جوں کی توں مدینہ بھیج دی اور تیسرے سال پوری زکات بھیج دی! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اعتراض کیا تو فرمایا کہ اب یہاں ایک بھی مستحق باقی نہیں رہا ہے- اس سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ جس علاقے سے زکات وصول ہو، وہ وہیں کے مستحقین پر صرف ہونی چاہیے لیکن اگر مستحقین باقی نہ رہے ہوں تو زکات کو دوسرے علاقے میں منتقل کرنا بھی جائز ہے-

زکات کو بہ طور مالیاتی پالیسی کے مقاصد کے حصول میں مدد دینے کے لیے ان صورتوں میں دیکھا جاسکتا ہے-

4.1- دولت کی منصفانہ تقسیم

زکات میں دولت کی تقسیم کا خود کار نظام پایا جاتا ہے- اسلام ارتکازِ دولت کے خاتمے کو پسند نہیں کرتا اور گردشِ دولت میں اضافے اور ارتکازِ دولت کے خاتمے کے بہت سے اقدامات تجویز کرتا ہے تاکہ معاشرے میں دولت اور آمدنی کی تقسیم منصفانہ طریقے پر ہو سکے- اس کے تحت لوگوں کو امداد و اعانت اور بے روزگاری الاؤنس ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں-

4.2- افراطِ زر کے بغیر مکمل روزگار کا حصول

زر کی قدر میں استحکام اسلامی معاشی نظام کی کامیابی کے لیے از حد ضروری ہے- اس کے ساتھ ساتھ مکمل روزگار اور ہر مسلم کو باعزت روزگار کی فراہمی اسلامی ریاست کا مطمح نظر ہے- مروجہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں قدر کو مستحکم کرنے کے لیے شرح سود میں تبدیلی اور کھلے بازار کے عمل جیسے آلات استعمال کیے جارہے ہیں- اس کے علاوہ یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ جب اللہ کے احکامات پر عمل کیا جائے تو اللہ کا فضل شامل حال ہو جاتا ہے اور مطلوبہ نتائج خود بہ خود حاصل ہونا شروع ہو جاتے ہیں جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے واقعے میں بیان ہو چکا ہے کہ جب نظام زکات اپنی روح کے ساتھ قائم کیا گیا تو تین سالوں میں یہ صورت حال ہو گئی کہ یمن میں زکات لینے والا کوئی نہ رہا- اسی طرح عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں تو وسیع و عریض اسلامی ریاست میں کوئی ایک مستحق شخص بھی ایسا نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتا تھا جو زکات لینے کا روادار ہو- اس بنا پر فضل خداوندی کا عنصر بھی اسلامی ریاست ااور اسلامی معیشت میں اپنا کردار ادا کرتا ہے-

دوسری طرف سرمایہ کاری کی طلب ایک متوقع شرح سرمایہ پر زیادہ ہو گی- اس کی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ نظام زکات دولت کی ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ شکنی کرتا اور سرمایہ کاری کو مہمیز لگاتا ہے، اس بنا پر بھی سرمایہ کاری اور اس کے نتیجے میں روزگار میں اضافہ ہو گا- اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جن میں ترغیب دی گئی ہے کہ یتیموں کا مال ایسے مت رکھا کرو کہ اس کو زکات کھا جائے بل کہ اس کو کاروبار میں لگاؤ-

4.3- ذرایع کی تخصیص پر زکات کے اثرات

مالیاتی پالیسی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ذرایع کی ایسی بہترین تخصیص ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کو زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل ہو سکیں- اسلامی ریاست میں جب ذرایع کی بہترین تخصیص کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد محض مادی وسائل ہی نہیں ہوتے بل کہ بہترین یا بااثر سے مراد مادی اور روحانی ضروریات و خواہشات میں ہم آہنگی ہوتی ہے- نجی شعبہ منافع کے حصول کے لیے جدوجہد کرے گا تو رضاکارانہ شعبہ نجی شعبہ کے پیدا کردہ شگاف کو پر کرنے کی کوشش کرے گا جب کہ سرکاری شعبہ نہ صرف ان دونوں شعبوں کی بہترین کارکردگی کے لیے مدد دے گا بل کہ دونوں مقاصد کے حصول کو یقینی بھی بنائے گا- سرکاری شعبہ یا حکومت رضاکارانہ شعبہ کے اخراجات کو ضروریات کے مطابق ڈھالنے کا بندوبست عوامی بیداری کے ذریعے کرے گا اور رضاکارانہ شعبہ کو غربا کی ضروریات سے آگاہ کرے گی- مزید برآں زکات و صدقات کی تقسیم کب اور کہاں کیسے ہو، اس سلسلے میں حکومت معلومات فراہم کرے گی- اس کے علاوہ ٹیکسوں، اعانتوں (Subsidies) وغیرہ میں تبدیلی کے ذریعے اثر انداز ہو گی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.4-استحکام معیشت اور زکات

زکات ایک اہم عامل کی حیثیت سے معیشت کے استحکام کی ضامن ہو گی-اس کا کردار معیشت کو اندرونی طور پر مستحکم کرنے کا ہو گا-معیشت کے استحکام بہ ذریعہ زکات کا نقشہ کچھ یوں ہو گا:

4.4.1-زکات اور صرف

قرآن پاک میں زکات کے آٹھ مصاف بیان کیے گئے ہیں-ان میں سے چھے مصارف ایسے ہیں جن کا تعلق بہ راہ راست غربا اور کم آمدنی والے لوگوں سے ہے-اس طرح زکات کی رقم امرا سے نکل کل کر غربا کی طرف منتقل ہوتی ہے اور تقسیم دولت کو منصفانہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے-معاشیات میں یہ بات مسلمہ ہے کہ کم آمدنی والے لوگوں اور غربا کا مختتم میلان صرف زیاد ہوتا ہے اور قریباً اکائی کے برابر ہوتا ہے-اس بنا پر زکات وصول کرنے والے افراد حاصل شدہ زکات کی رقوم کو اپنی ضروریات زندگی کی فراہمی پر خرچ کریں گے یا ایسی سرگرمیوں پر خرچ کریں گے جن کے نتیجے میں ضروریات زندگی کی طلب پیدا ہوتی ہے-

زکات کے حوالے سے ایک خدشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ چوں کہ اُمرا کو اپنے مالوں میں سے لازماً زکات دینا ہوتی ہے، اس لیے وہ کم از کم ادایگی کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ خرچ کریں گے-یہ اندیشہ اس لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسلام دولت کے ضیاع اور فضول خرچی کو ناپسند کرتا ہے-قرآن مجید حلال اور پسندیدہ خدمات پر خرچ کی اجازت بھی اعتدال کی حد میں رہ کر دیتا ہے البتہ فضول خرچی کی سخت ممانعت کرتا ہے-دوسری طرف صدقات و خیرات کی از حد ترغیب دلاتا ہے جس کے نتیجے میں مال داروں میں اپنی ذاتی نمود و نمایش اور آسایشات پر بے جا خرچ کرنے کے مقابلے میں ناداروں اور ضرورت مندوں پر مال لٹانے کا رجحان زیادہ سے زیادہ فروغ پاتا ہے-چناں چہ اسلامی معاشرے میں قرآن کی اس راہ نمائی کے نتیجے میں زکات سے بچنے کا اندیشہ درست نہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.4.2-زکات اور سرمایہ کاری

اسلام اپنے پیروکاروں کو زیادہ سے زیادہ انفاق کی ترغیب دیتا ہے جب کہ سورہ الفرقان میں خرچ کے سلسلے میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے-کسی کاروبار میں لگائے گئے سرمایے اور سامان تجارت،زرعی پیداوار کے ساتھ ساتھ بے کار پڑی ہوئی دولت اور سونے وغیرہ پر بھی زکات کی ادائیگی فرض ہے-اسلام دولت جمع کرنے اور اس کو خزانہ بنا کر رکھنے (اکتناز) کی شدید مذمت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بے کار پڑی دولت پر ڈھائی فیصد سالانہ شرح سے زکات عائد کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں یہ دولت سال بہ سال کم ہوتی چلی جاتی ہے-یوں اسلام دولت کو جمع رکھنے کو ناپسندیدہ اور اس کی گردش پر زور دیتا ہے حتیٰ کہ یتیموں کے اموال تک کو کاروبار میں لگانے کا حکم دیتا ہے-اسلامی معیشت میں لوگ دولت جمع نہیں کر کے رکھیں گے بل کہ اسے سرمایہ کاری کے لیے استعمال کریں گے-اس طرح معیشت میں سرمایہ کاری کا معیار بلند ہو گا اور غیر پیداواری کاموں کی حوصلہ شکنی کے نتیجے میں معیشت کے پھیلاؤ اور افزایش میں اضافہ ہو گا-

دوسری طرف شرحِ سود صفر ہونے اور سرمایہ کو جمع رکھنے کی ممانعت کے نتیجے میں اسلامی معیشت میں سرمایہ کاری کا معیار سودی معیشت کے مقابلے میں بلند ہو گا-یوں اسلامی معیشت میں ایک متوقع شرح منافع پر سرمایہ کاری کی طلب غیر اسلامی معیشت کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ ہو گی-

4.4.3-زکات اور بچت و معاشی ترقی

زکات اسلامی معیشت کی ترقی اور مقاصد کے حصول کے لیے اہم کردار کی حامل ہے-اسلامی معیشت میں چوں کہ زکات وصول کرنے والے لوگ زیادہ تر جاذب محنت اشیا کی طلب کرتے ہیں جن کی تیاری کے لیے زیادہ سرمایہ اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے ان اشیا کی تیاری کے لیے فی اکائی پیداوار کی اہمیت کم ہوتی ہے-یوں بلند شرح بچت اور سرمایہ و پیداوار کی باہمی نسبت کے کم ہونے کی وجہ سے معاشی ترقی تیز تر ہوتی جاتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5- کفالتِ عامہ

کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ اسلامی ریاست کی حدود میں رہنے والا ہر انسان خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم بنیادی ضروریات کو پورا کیا جائے گا- بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان شامل ہیں- ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ○ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ○ (طٰہٰ 20:118-119)

"یہاں تو تمھیں یہ آسایشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمھیں ستاتی ہے-"

رسول کریم ﷺ نے بھی ایک حدیث میں انسان کی بنیادی ضروریات کا ذکر فرمایا ہے:

"ابن آدم کا بنیادی حق ہے کہ اس کے لیے ایک گھر ہو جس میں وہ رہ سکے- کپڑا ہو جس سے جسم کو ڈھانپ سکے اور کھانے کے لیے روٹی اور پینے کے لیے پانی ہو-" (سنن ترمذی)

بنیادی ضروریات کے سلسلے میں خدا کے ارشاد: وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (زمین پر چلنے والے ہر جان دار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے- (سورۂ ہود: 6) کا تقاضا ہے کہ جب اللہ کے بندوں کو حکومت ملے تو وہ اللہ کی نیابت کا فرض پورے طور پر نبھانے کو کوشش کریں- یہ فکر عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ میں اس درجے کو پہنچ گئی تھی کہ فرمایا: فرات کے کنارے اگر کوئی کتا بھی پیاسا مر گیا تو عمر سے پوچھ ہو گی- رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کی اس ذمہ داری کی تکمیل کے متعلق فرمایا:

من ولاه عزو جل شيئاً من امور المسلمين فاحتجب دون حاجتهم و خلتهم و فقرهم احتجب اللّٰه تعالىٰ دون حاجتة خلته و فقره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مسلمانوں کے کچھ امور کا نگران بنایا پھر وہ ان کی ضروریات اور احتیاج سے بے پروا ہو گیا اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا-" (ابو داؤد-کتاب الخراج)

ان الفاظ کے ساتھ رسول کریم ﷺ نے ایک مسلمان حکم ران کو تنبیہ کی ہے کہ اگر وہ عوام کی بنیادی ضروریات کو پورا نہیں کرے گا اور اس سے لاپرواہی برتے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کرے گا-

ایک دوسری حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل ہوا ہے:

م.ا من عبدٍ يسترعيهِ اللهُ رعيةً ، فلم يَحُطْها بنُصحِه ، لم يجد رائحةَ الجنةِ

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں پر حکم ران بنایا اور اس نے اپنی رعایا کی خیر خواہی کے ساتھ نگہ بانی نہ کی تو وہ جنت کی خوش بو بھی نہیں پا سکے گا!" (صحیح بخاری)

رعیت کی خیر خواہی سے مراد ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے- نیز ارشادِ نبوی ہے:

اللهُ ورسولُه مَولى مَن لا مَولى له (صحيح ابن حبان)

"جس کا کوئی والی وارث نہیں ہے، اللہ و رسول اس کے سرپرست ہیں-"

سرپرستی کا تقاضا ہے کہ حکم ران عوام کی بنیادی ضروریات کو پورا کرے- چناں چہ عادلانہ اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ ریاست کے اندر کوئی شخص حق معیشت سے محروم نہ رہے-

6-اقتصادی تفاوت کو کم کرنا

اسلام اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ انسان کو جیسے مختلف صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے، ویسے ہی ان کے مابین اقتصادی حالات میں فرق ہے- یہ فرق ظلم و زیادتی کی وجہ سے بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے لیکن اس کو کلیتاً ختم کرنا بھی ویسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی انتہا پسندی کے زمرے میں آتا ہے- بعض لوگوں میں تحصیل علم کی استعداد ہے تو بعض میں کاروبار کی صلاحیت پائی جاتی ہے- اللہ رب العزت کی تقدیر بھی لوگوں کے محنت کے ساتھ ساتھ کام کرتی ہے اور نفع و نقصان بھی ایک حقیقت ہے- ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ○ (بنی اسرائیل 30:17)

"یقیناً تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے، رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے- وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے-"

ان حقائق کو نظر انداز کر کے اقتصادی تفاوت کو یک سر ختم کرنے کی کوشش بھی غیر فطری ہے- فرمان الٰہی ہے:

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (الزخرف:32)

"کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرایع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دُوسرے لوگوں پر ہم نے بہ درجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں- اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (ان کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں-"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ رزق کی تقسیم اللہ کے ہاتھ میں ہے اور رزق کے حوالے سے بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے تاکہ ایک دوسرے کی خدمت کا کام لیا جا سکے اور کاروبارِ دنیا چلتا رہے- اس تفاوت میں ظلم نہیں ہے، ظلم بے جا طور پر اس تفاوت کو زیادہ بڑھانے اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم میں ہے- اللہ کا اتارا ہوا رزق ناکافی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے یہ بندوں کی تقسیم ہے جو ناانصافی پیدا کرتی ہے اور بھوک اور افلاس جیسے المیے سامنے آتے ہیں- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل:21)

"مگر دیکھ لو، دنیا ہی میں ہم نے ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے، اور آخرت میں اس کے درجے اور بھی زیادہ ہوں گے، اور اس کی فضیلت اور بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر ہو گی-"

چناں چہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ محنت کشوں اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے موثر اقدامات کرے- افراطِ زر سے کم زور طبقات کو محفوظ رکھنے کے لیے پالیسی تشکیل دے اور استحصال کے راستوں کو بند کرتے ہوئے ایسا رویہ اختیار کرے کہ امیر اور غریب کا فرق بہ تدریج کم ہونے لگے- اہل اسلام کو ترغیب دلائی گئی ہے کہ وہ اپنے زائد از ضرورت مال کو ناداروں اور ضرورت مندوں پر خرچ کریں-

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس سامانِ خورد و نوش ضرورت سے زیادہ ہو، اس کو چاہیے کہ ضرورت مندوں کو صدقہ کر دے؛ جس کے پاس قوت و طاقت کا سامان زیادہ ہو وہ کم زور کو دے دے--- حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مختلف طرح کے مال کا ذکر کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے!

اس ضمن میں اسلامی ریاست بھی اپنے بیت المال کو امکان بھر لوگوں کی مشکلات کے حل کے لیے کھلا رکھتی ہے- اگر بیت المال میں موجود رقم اہل ضرورت کے لیے ناکافی ہو تو فقہا کے ایک گروہ نے اس مقصد کے لیے زکات کے بعد بھی امرا سے اموال کا لینا جائز قرار دیا ہے- علامہ ابن حزم اندلسیؒ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقرا اور غربا کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فے (اور بیت المال کی آمدنی) ان غربا کی معاشی کفالت کو پورا نہ کرتی ہو تو سلطان وقت ان ارباب دولت کو ان کی کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے تا کہ ان کو ضروریات زندگی کے مطابق روٹی، سرد و گرم موسم کے مطابق لباس اور رہنے کے لیے ایسا مکان مہیا ہو سکے جو ان کو بارش، سردی، دھوپ اور سیلاب وغیرہ سے محفوظ رکھ سکے۔" (المحلیٰ)

7-بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ

کسی قوم اور ملک کے تنزل کا اہم سبب بے روزگاری بھی ہے۔ عوام کو فقر و فاقہ کسی سوچ کے قابل نہیں چھوڑتا اور **کاد الفقر ان یکون کفرا** کے مصداق آدمی بھوک کے لیے کچھ بھی کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

غیر اسلامی حکومتیں بھی اس مقصد کے لیے کام کرتی ہیں کہ عوام کو معاشی آسودگی مہیا ہو سکے لیکن ان کے پیش نظر انسان اور اس کی خواہشات ہی ہوا کرتی ہیں۔ اسلام کی رہ نما تعلیمات کی روشنی میں اسلامی ریاست غربت و بے روزگاری کے خاتمے کے لیے مختلف پہلوؤں سے سرگرم عمل ہوتی ہے:

7.1-کسب معاش کی ترغیب

اسلام میں ہر فرد اپنے معاشی تحفظ کا سب سے پہلے خود ذمہ دار ہے۔ **کسب الحلال فریضة بعد الفرائض** کے تحت رزق حلال کی جستجو اور جدوجہد کرنا بہ ذات خود نیک عمل اور مطلوب ہے۔ اس پہلو سے اسلامی ریاست فرد کی معاش کے لیے یک ساں مواقع فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے اور یہ کہ دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں نہ ہو رہے جس سے معاشرے میں معاشی فساد پیدا ہوتا ہے۔ چناں چہ حصول رزق کی جدوجہد اپنے شہریوں سے طلب کی جاتی ہے اور اس کے مواقع یک ساں فراہم کیے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

7.2-توکل کے غلط مفہوم کا سدباب

بعض لوگ توکل علی اللہ کا دعویٰ کر کے در حقیقت ہاتھ ہاؤں توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ آسمان سے ان کے لیے من و سلویٰ نازل کیا جائے گا، یا دیگر لوگوں کی اعانت کے سہارے ایک مفلوج زندگی گزاریں گے-اسلام نے کمانے کی استطاعت ہوتے ہوئے یہ طرز عمل اختیار کرنے کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے- فرمان الٰہی ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعه:10)

"پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو- اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے-"

7.3-ترک دنیا کی تردید

اللہ کی عبادت کے لیے بالکل الگ تھلگ ہو جانا اور دنیا کو فساق و فجار کے لیے خالی چھوڑ دینا اسلام میں مطلوب نہیں مذموم ہے-رہبانیت، ترک ازدواج اور ترک معاش اسلام میں نہیں ہیں-نبی کریم ﷺ اور دیگر اصحاب نے جو فقر اختیار کیا، وہ اس سبب سے نہیں تھا کہ وہ کچھ کمانے کی کوشش ہی نہ کرتے تھے بل کہ اس وجہ سے تھا کہ جو بھی کماتے تھے، اس کا سب سے زیادہ حصہ راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے؛ یہ فقر اختیاری کہلاتا ہے یعنی اپنی ضرورتوں پر اپنے بھائیوں کو ترجیح دینا اور خود قناعت اور صبر کا مظاہرہ کرنا-یہ حقیقی توکل ہے نہ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا-

7.4-معاشی تحفظ

معاشی تحفظ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو کوشش کے باوجود اپنے حالات درست نہیں کر پاتے، ان کے لیے اسلامی ریاست کا پیکج بہت وسیع ہے جس میں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا، ضروریات کا کفیل بننا اور کھانے، کپڑے، مکان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب کا بندوبست شامل ہیں- یہ بیت المال کا ایک بنیادی مصرف ہے کہ اہل اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے-

یوں اسلام ایک طرف افراد کو عضو معطل بن کر روٹیاں توڑنے یا کسی کی امداد کا بھکاری بن کر شرف انسانیت کو دفن کرنے سے روکتا ہے اور دوسری طرف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور ضرورت کے بہ قدر دنیا کمانے کا حکم دیتا ہے، تو تیسرے پہلو سے دنیا کو جیب سے دل کی طرف منتقل ہونے سے روکتا ہے- زہد اور دنیا میں رہ کر دنیا سے بے رغبتی کو اذہان و قلوب میں راسخ کرتا ہے؛ پھر مال کی محبت دلوں سے نکالنے کو انفاق فی سبیل اللہ کی بے شمار صورتیں اور ترغیبات سامنے لاتا ہے اور چوتھی طرف کوشش کے باوجود بھی اپنی معاشی ضروریات پورا نہ کر سکنے والے ضرورت مندوں کے لیے ریاست کو ذمہ دار ٹھیراتا ہے-

اسلامی ریاست ایک کام اور بھی کرتی ہے کہ اسلامی ماحول کی نشوونما کے تحت اس رویے کو پروان چڑھانا شروع کرتی ہے کہ عزت وذلت کے معیارات یہ مال اور دولتِ دنیا نہیں ہیں- عزت وذلت کا معیار اللہ کے ہاں سرخروئی ہے جو قیامت کے دن فیصلے پر سامنے آئے گی، اس سے پہلے دنیا میں کوئی معیار ہے تو صرف تقویٰ ہے: **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات 49: 13)** یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین ہوتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوتا اور یاسیدی بلال! کہہ کر مخاطب کرتا دیکھتے ہیں-

اسلامی ریاست غربت کا مفہوم یہ لیتی ہے کہ انسان کی سوچ اور دل غریب ہو- نبی ﷺ نے دل کے غنی ہونے کو حقیقی غنی ہونا قرار دیا ہے:

إنما الغِنَى غِنَى القلبِ ، والفقرُ فقرُ القلبِ(صحيح ابن حبان)

تونگری تو در حقیقت دل کی تونگری ہے اور اصل فقر دل کا فقر ہے-

تو یہ ایک پہلو ہوا کہ اسلامی ریاست قلوب و اذہان کی تعمیر ایسے خطوط پر کرتی ہے کہ ان کے نزدیک دنیا میں امارت کا تصور اپنی رعنائی کھو دیتا ہے- اس کی حقیقت جو آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے، دل میں راسخ ہوتی چلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے اور یوں دولت کی حرص اور لامحدود خواہشات کی ہوس کاری کا خاتمہ ہونے لگتا ہے- اسلامی ریاست حلال کے راستوں کو آسان بنا کر خواہشات کو شتر بے مہار بنانے کی روش ترک کر دینے کی فضا پیدا کرتی ہے- 'لامحدود خواہشات اور محدود وسائل' کا اطلاق سرمایہ دارانہ معیشت پر تو ہوتا ہے لیکن اسلامی ریاست لامحدود خواہشات کے مائنڈ سیٹ ہی کو تبدیل کر دیتی ہے جس سے ضروریات خود بہ خود قناعت، شکر، توکل اور صبر ایسی صفات کے پروان چڑھنے سے وسائل کے دائرے میں سمٹتی چلی جاتی ہیں-

اسلام مادے سے پہلے روح کا مذہب ہے اور اسی کے ذیل میں اسلامی ریاست کے لیے بھی سب سے پہلے روح کی پاکیزگی کا ماحول بہم پہنچانا فرض اولین ہے- قوانین کے نفاذ اور اطلاق کا مرحلہ بہت بعد میں جا کر آتا ہے، بالخصوص آج کے دور میں جب کہ انسانیت اللہ کے دین سے جتنا مادی حوالے سے دور ہو رہی ہے، اس سے کہیں زیادہ روحانی پہلو سے بعید تر ہو چکی ہے- اس سیاق میں معاشی سرگرمیوں کے حوالے سے ریاستِ اسلامی وہ سازگار ماحول پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے جس میں دل بدلتے چلے جائیں اور خواہشات نفسانی کے مقابلے میں اللہ کی رضا کے لیے سینہ سپر ہونے اور نفس سے مجاہدہ کرنے کا ماحول پروان چڑھنا شروع جائے؛ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے-

8- صنعتی اور لیبر پالیسی

اسلام یہ چاہتا ہے کہ آجر اور اجیر میں باہمی یگانگت و تعاون کے جذبات پیدا ہوں اور معاملہ کرتے وقت فریقین صرف اپنے فائدے کا پہلو ہی مد نظر نہ رکھیں بل کہ ایسا رویہ اختیار کریں کہ ایک دوسرے کے ممد و معاون ثابت ہوں- اسلامی ریاست اس ضمن میں عادلانہ اجرت کے نظام پروان چڑھانے پر عمل کرتی ہے جس کے تحت مزدور کی اتنی اجرت مقرر کی جاتی ہے جو اس کے بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کر سکے- ایسا نہ ہو کو امیر، امیر تر جب کہ غریب اور غریب ہوتا چلا جائے- اسلامی لیبر پالیسی کے بنیادی ستون درج ذیل ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

8.1-انسان قابل خرید نہیں

کسی کی خدمات کچھ پیسے کے عوض حاصل کرنے کا معنیٰ مزدور کو اپنی ملکیت خیال کرنا نہیں ہے-نہ مزدور کو یہ سمجھنا چاہیے اور نہ آجر کو ایسا خیال دماغ میں لانا چاہیے-یہ ایک باہمی معاہدہ ہے جس کے دونوں فریق یک ساں قابل عزت ہیں-یہ اجرت، تنخواہ یا مشاہرہ اس وقت کا بدل ہے جو مزدور کسی اور ذریعہ سے اپنے نان ونفقہ حاصل کرنے میں خرچ کر سکتا تھا-

8.2-ظلم وناانصافی کی نفی

اسلامی ریاست مزدوروں پر ظلم وزیادتی، بیگار، جبری مشقت کے خاتمے اور ان کی عزت نفس کی بحالی اور معاشرے میں برابر کے مقام کو ممکن بنانے کی پابند ہے-اسلام کے نظریۂ مساوات کے تحت یہ اہم ذمہ داری ہے کہ انسانوں کی برتری کا معیار اگر تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے تو معاشرے میں ایسی حالات بالفعل پیدا کیے جائیں کہ متقی فرد کو قابل عزت جانا جائے نہ کہ مال دار کو!اسلامی تاریخ میں ہمیں اہل علم کی ایک تعداد 'مولیٰ' کے نام سے ملتی ہے؛یہ آزاد کردہ غلام تھے جنھوں نے علم حاصل کیا اور بڑے بڑے گھرانوں کے بچے ان کے سامنے زانوے تلمذ طے کرتے تھے مثلاً:سالم مولیٰ حذیفہ اور عطابن ابی رباحؒ-

8.3-عادلانہ اجرت

اسلامی ریاست مزدور کی کم سے کم اجرت مقرر کرنے اور اس پر عمل درآمد یقینی بنانے کی زمہ داری رکھتی ہے،اسی طرح اجرت دینے میں تاخیر،لیت ولعل اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے کا سدباب بھی کرتی ہے-ان تمام لعنتوں کے سدباب کے لیے اسلام عادلانہ اجرت کا تصور پیش کرتا ہے جس کے تحت ہر محنت کش کو اتنی اجرت ملے گی جو اس کے گزراوقات کو کافی ہو-حکومت وقت کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایسے قوانین ترتیب دے جو محنت اور اجرت میں توازن پیدا کریں-بڑے کارخانوں اور صنعتوں کے مالکان کو ان اقدامات کا پابند کیا جائے گا اور خلاف ورزی پر تعزیزی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سزائیں لاگو ہوں گی تاکہ لوگ مزدوروں کے استحصال سے باز رہ سکیں- اضافی محنت پر اضافی اجرت بھی عادلانہ اجرت کا ایک جزو ہے-

8.4- سرمایہ، ہنر اور محنت میں توازن

عاملین پیدایش میں سرمایہ، ہنر اور محنت اہم حیثیت کے حامل ہیں- ان میں سرمایہ بہت اونچا اور مضبوط درجہ رکھتا ہے؛ ہنر کا درجہ بد قسمتی سے نیچے مگر قابل قبول ہے جب کہ محنت کو محرومی اور ذلت کا باعث گردانا جاتا ہے- دورِ جدید میں مکر و فریب کی چالوں سے محنت کو از حد ذلیل کیا گیا ہے اور یہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے سخت خلاف ہے- اسلامی ریاست میں ماہرین معاشیات اور شوریٰ ایسے اقدامات لے گی کہ ان عوامل (سرمایہ، ہنر، محنت) میں توازن پیدا کیا جاسکے-

8.5- اخلاقی اور قانونی حقوق کی ادایگی

مزدور معاشرے کا پِسا ہوا طبقہ شمار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اکثر ان کے معاشی ہی نہیں اخلاقی اور قانونی حقوق کا استحصال بھی ہوتا ہے- اسلامی ریاست اخلاقی حوالے سے افراد کو ترغیب بھی دیتی ہے کہ وہ مزدور کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کے باب میں جو کر سکتے ہیں کر گزریں؛ خود اسلامی ریاست بھی اس تلقین پر عمل کرتی ہے- قانونی حقوق کے ضمن میں ریاست اسلامی میں ہر ہر مقام پر مزدور کا خیال رکھا جائے گا جو حقیقت، صداقت اور عقل و دانش پر مبنی ہے- اس ضمن میں درج ذیل اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

1. رعایتی قیمتوں پر اشیاے خورد و نوش کی فراہمی
2. سستی رہایش یا مفت رہایش کی سہولت
3. مزدوروں کے تحفظ اور حقوق کی ضمانت کے لیے محکمے کا قیام
4. مزدوروں کے بچوں کی تعلیم کا انتظام
5. صحت کے مراکز، اسپتال وغیرہ-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

9-اسلامی معیشت اور افراط زر

افراطِ زر کی سادہ تعریف کراؤتھر کے الفاظ میں یوں کی گئی ہے:

"افراطِ زر اس حالت کا نام ہے جب زر کی قدر گر رہی ہو یعنی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہو-"

اس کی دو بڑی وجوہات ہیں: اول یہ کہ اشیا اور خدمات کی طلب بڑھ جانا اور دوسرا اشیا کی تیاری پر آنے والی لاگت کا بڑھ جانا-

اشیا اور خدمات کی طلب میں حکومتی ترقیاتی اخراجات میں اضافہ اور نجی شعبے میں عملِ صرف کا بڑھ جانے کے عوامل اثر ڈالتے ہیں جب کہ اشیا کی تیاری پر آنے والی لاگت پر مزدوروں کی اجرتوں میں ہونے والا اضافہ، ٹیکس اور خام مال کی قیمتوں میں اضافہ وغیرہ اثر انداز ہوتے ہیں-

اسلامی ریاست کی آزادی شریعت کی حدود سے مختص ہوتی ہے اس لیے صارفین، پیدا کنندگان، کاروباری ادارے؛ کوئی بھی کسی ریاستی جبر کا شکار نہیں ہوتے لیکن سب کے لیے اپنے اپنے دائرہ کار میں شریعت کی مقرر کی ہوئی حدود و شرائط کی پابندی لازم ہوتی ہے- اسلامی معیشت میں معاشی سرگرمیوں کا پہلا محرک دنیوی فائدہ نہیں، آخرت کی فوز و فلاح ہوتی ہے- دوسرا، لوگ حکومت کی اطاعت زبردستی اور مجبوری کی وجہ سے نہیں بل کہ ایمان کے جزو ہونے کی بنا پر محض معروف میں اطاعت کرتے ہیں- یہ دو اجزا اسلامی نظام معیشت کو افراط زر سمیت دیگر معاشی ناہمواریوں کے مفاسد سے معاشرے کو محفوظ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں-

9.1-افراطِ زر پر قابو پانے والے عوامل

اسلامی معیشت کا ڈھانچا اس طرح استوار کیا گیا ہے کہ اس میں افراطِ زر کے سر اٹھانے کے مواقع محدود تر ہیں- معیشت میں ہی ایسے خودکار عوامل موجود ہیں جو افراطِ زر کے میلانات کو زور پکڑنے سے روکتے رہتے ہیں- ان کو خودکار مستحکم کنندگان کہا جا سکتا ہے- ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

9.1.1-سود اور سٹے بازی کی ممانعت

مروجہ معیشت میں خلل آنے کے بڑے ذرائع سود اور سٹے بازی ہیں-اسلامی معیشت میں ان دونوں کو شدت سے بند کر دیا گیا ہے-بلاسود بینکاری، شرکت و مضاربت کے اصول پر کاروبار اور سٹہ بازی سے پاک سٹاک ایکسچینج کا قیام کاروبار کے لیے سرمایے کی فراہمی کو محفوظ بنا دیتا ہے اور معیشت افراطِ زر کے گرداب میں گرنے سے محفوظ رہتی ہے-

9.1.2-اسراف کی ممانعت

اسلامی معیشت میں صارف کے اعمال میں غیر ضروری خریداری اور بے جا اسراف و تبذیر کی روک تھام کی گئی ہے اور نمود و نمایش کے اخراجات کا سدباب کیا گیا ہے- تعلیم و تربیت کے نظام اور انتظامی و قانونی اقدامات کے ذریعے اس بات کا انتظام کیا جاتا ہے کہ لوگ اپنی جائز اور حقیقی ضروریات پر ہی صرف کریں-اس سلسلہ میں پر فریب اور مبالغہ آمیز اشتہار بازی کی روک تھام اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے-

9.1.3-منصفانہ اجرت

مصارفِ پیدایش میں رونما ہونے والے افراطِ زر کا اہم سبب مزدوروں کی اجرتوں میں اضافہ ہے جو مزدور یونینوں کے دباو کے زیر اثر ظہور میں آتا ہے- آجر اور مزدور کی کش مکش موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کا لازمی جزو ہے- اسلامی معیشت میں مزدور اور آجر کے تعلقات کا تعین ازروے شریعت کر دیا گیا ہے اور مزدوروں کے مابین کش مکش کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا گیا ہے-دونوں ایک دوسرے کے حریف کے بجاے حلیف کے روپ میں سامنے آتے ہیں اور اس طرح یہ عنصر افراطِ زر کی شرح کو کم کرتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

9.1.4-فراخ دلانہ درآمدات کی اجازت

اسلامی ریاست اشیاے ضرورت کی رسد میں اضافے کے لیے ان کی درآمدات کی بلاروک ٹوک اجازت دے سکتی ہے اگرچہ اس اقدام کا تعلق ادائیگی کے توازن پر ہو گا، تاہم ہنگامی صورت حال سے نمٹنے اور عام لوگوں کو معاشی دشواریوں سے نجات دلانے کے لیے ایسا کیا جاتا سکتا ہے-

10-اسلام اور معاشی ترقی

معاشی ترقی کا مغربی تصور یہ ہے کہ فی کس آمدنی اور قومی آمدنی میں اضافہ ہو جائے اور فرد اپنے آپ کو پہلے سے بہتر حالت میں پائے؛ اس کی عزت نفس میں بھی اضافہ ہو جائے- اسلام کے پیش نظر انسان کی فلاح ہے- فلاح کا تصور ترقی سے وسیع تر ہے کیوں کہ اس میں دنیا کے ساتھ بل کہ اس سے پہلے آخرت کا مفہوم شامل ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً - جب کہ دوسری طرف محض دنیوی ترقی کی تمنا کو کفار کی صفت قرار دے کر ان کے لیے آخرت میں صفر حصہ بتایا گیا ہے- اسلام کے تصور فلاح کے مطابق افراد کی روحانی اور مادی صلاحیتوں میں اضافہ کے اقدامات کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ٹھہرتی ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○ ... وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:200،201)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" ان میں سے کوئی تو ایسا ہے ، جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے- ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں- اور کوئی کہتا ہے کہ ! اے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا- "

یوں آخرت کے ساتھ ساتھ اس دنیا کی بھلائیوں اور ترقیوں کا حصول بھی ایک فرد اور پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے- اسلامی ریاست سرمایہ دارانہ معیشت کے مقابلے میں صرف اور صرف معاشی اور مادی ترقی کی علم بردار نہیں بل کہ الٹا معاشی ترقی کو بھی حدود و قیود کا پابند کر دیتی ہے- سب سے بڑا عامل جو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، وہ سود ہے ! موجودہ دنیا کی اکثر ترقی سودی معیشت کی بنیاد پر لیے گئے قرضوں پر ہے اور ان قرضوں کے نتیجے میں تعمیر ہونے والے معاشی ترقی کے مظاہر "چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر !" کے مصداق ہیں- اسلام معاشی ترقی کو وہیں تک رکھتا ہے، جہاں تک اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی اقدار بھی پروان چڑھیں؛ معاشرے کے تمام ادارے خاندان، مسجد، حکومت، کاروبار، تعلیمی ادارے اپنا بھرپور کردار ادا کریں تا کہ معاشی ترقی سے اصل مقصود یعنی آخرت کے حصول کی منزلیں طے ہونے لگیں اور معاش کے ساتھ ساتھ تقویٰ کے لحاظ سے افراد میں تنزل کے بجائے ترقی نظر آئے- اسلامی ریاست اخلاق و سلوک کو روندنے والی ترقی کو ترک کرنا کارِ ثواب سمجھتی ہے ! اس کی مثال فحاشی اور بے حیائی کی ترویج کے ذریعے اپنی مصنوعات فروخت کرنا ہے جو انسان کی حیوانی خواہشات کو اپیل کرنے کی بنا پر بڑا کام یاب ہتھکنڈہ ہے لیکن اسلامی اقدار کے خلاف اور معاشرتی بگاڑ کا سبب ہونے کی بنا پر اسلامی ریاست ترقی کے اس 'کام یاب ذریعے' کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہے-

اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے دائرۂ کار میں معاشی تعمیر و ترقی کو پروان چڑھانے کے لیے اقدامات کرے کیوں کہ اس کے بغیر معاشرہ آسودگی اور خوش حالی سے ہم کنار نہیں ہو سکتا- معاشی ترقی کے عمل کو تیز کرنے اور اسے اپنے نظریۂ حیات سے ہم آہنگ بنانے کے لیے بنیادی طور پر افراد کی نجی کاوشوں کی حوصلہ افزائی ہی کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں انھیں ہر ممکن امداد اور سہولت مہیا کی جائے گی تاہم ترقی کے بنیادی لوازمات کی فراہمی اور انفراسٹرکچر کی تعمیر کے لیے ریاست بہ قدر ضرورت حصہ لیتی ہے- مثال کے طور پر ذرایع آب پاشی کی ترقی، ذرایع نقل و حمل کی توسیع و تجدید، بحری و بری راستوں کی تعمیر اور دیکھ بھال، تعلیم و صحت کے مختلف منصوبے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفادِ عامہ سے تعلق رکھنے والے ایسے کام جن میں کم شرح منافع کی وجہ سے نجی شعبے کے لوگ آگے آنے سے گریز کرتے ہوں۔سائنس و ٹیکنالوجی کی سرگرمیوں کا فروغ بھی اس مقصد کے لیے اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے اور زری، مالیاتی اور تجارتی پالیسیاں بھی اس حوالے سے بہ روے کار لائی جاسکتی ہیں۔

11۔دورِ جدید کا معاشی بحران اور اسلام

آج دنیا پے در پے معاشی بحرانوں سے گزر رہی ہے جن کی نوعیت پر اختلاف ضرور ہے لیکن بنیادی سبب سرمایہ دارانہ معیشت کا طرز اور رویہ ہی مانا جاتا ہے۔ایسے میں متبادل اقتصادی نظام کی آوازیں بھی بلند ہو رہی ہیں جو ایک مسئلے کے ایک جزو کو لے کر حل کرنے کی اپروچ ظاہر کرتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اصل مسئلہ نیا اقتصادی نظام نہیں، نیا عادلانہ عالمی نظام ہے! ایک ایسا عالمی نظام جس کی بنیاد پر زمین پر انسان کے مقام اور مقصد کے بارے میں ایک نئے تصور پر رکھی جائے۔اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ان بنیادوں پر نئے سرے سے غور کیا جائے جن پر آج کا معاشرہ اور معیشت استوار ہیں اور ان مقاصد کا جائزہ بھی لیا جائے جن کے حصول کے لیے آج کا معاشرہ بھٹک رہا ہے۔ اسلام انسانیت کو دعوت دیتا ہے کہ اسے معاشرے کو اصلاح اور پاکیزگی سے ہم کنار کرنا ہے تو اسے انسان اور معاشرے کے بارے میں نئے تصور پر غور کرنا ہو گا۔گویا بنیادی نقطۂ نظر میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں اہم نکات یہ ہیں:

1. موجودہ بحران کا جائزہ مجموعی انسانی بحران یعنی تہذیبی بحران کے حوالے سے لیا جائے۔
2. یہ سمجھنا ہو گا کہ معاشی تجزیہ اگرچہ قابل قدر راہ نمائی دیتا ہے لیکن معاشی مسائل کو محض معاشی پالیسی یا معاشی تجزیہ کاری سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسا درست ہوتا تو آج غربت، قومی اور بین الاقوامی تفاوت، وسائل کا غلط استعمال، استحصال، بے روزگاری اور افراط زر کے مسائل حل ہو چکے ہوتے۔سو معاملات کو محض معاشی کے بجاے اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں ہمارا زاویۂ نگاہ مادی نہیں نظریاتی ہونا چاہیے اور مستقل اقدار پر مبنی ہونا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3. ایسے معاشرے جو ایمان سے مزین ہوں، ان کے لیے صرف چند معاشی یا سیاسی تبدیلیاں اطمینان بخش نہیں ہو سکتیں- اس کے لیے ایک نئے نظام کی تخلیق ضروری ہوتی ہے اور یہ کام انھی معاشروں میں ممکن ہو سکتا ہے جن کی اپنی اقدار، مقاصد اور بنیادیں ہوں- اس لیے ہمارے راستے کے لیے اس کا منفرد ہونا ضروری ہے- مغرب کی سوچ یہ ہے کہ بیرونی حالات میں تبدیلی پیدا کی جائے جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ تبدیلی ہمہ گیر اور مکمل ہو جو محض بیرون پر قناعت نہ کرے بل کہ انسان کے اندرون اور باطن کو بھی بدل ڈالے- جب اندرونی طور پر انسان بدل جائے تو وہ بیرونی دنیا میں بھی انقلاب لا سکتا ہے اور یہی اسلامی نقطۂ نظر ہے- اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں:

- یہ تبدیلی بامقصد ہونی چاہیے یعنی اصل مقصدِ حیات کی جانب ہو-
- انسان اس تبدیلی کا اہم ذریعہ ہے، زمین پر خدا کا نائب اور اسی کے لیے تمام قوتیں اور وسائل مسخر کر دیے گئے ہیں-
- یہ تبدیلی ماحول اور انسان کے قلب و ذہن میں ایک ساتھ واقع ہو- اس کے رجحانات تبدیل ہوں اور محرکات و لگن بدل جائے-
- تبدیلی کا عمل بہ تدریج، متوازن اور مرحلہ وار انجام پائے- یہ منفرد اسلامی راستا ہے جس میں فطری طریقے پر انقلابی تبدیلیاں آتی ہیں-
- اسلام جو توحید کی بنیاد پر کھڑا ہو کر دنیا کو بہ روے کار لانے اور آخرت کی کام یابی کا ذریعہ بنانے کا علم بلند کرتا ہے، مساوات کے تصور پر استوار ہے اور انسانوں کو تمام تفریقات بھلا کر ایک مالک کے سامنے قطار باندھنے کی طرف لاتا ہے-
- معاشرتی صف بندی میں اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے؛ محض چند رسوم پر اصرار کرنے والا مذہب نہیں! یہ ایک اخلاقی نظام ہے؛ ایک معاشرت اور ایک معیشت ہے؛ ایک سیاسی نظام ہے اور ایک روحانی نظام ہے! اس کے پیروکار جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ زندگی کو اس کے اصولوں کے مطابق ڈھال لیں- ریاست بھی انھی اصولوں کی پابند ہوتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- اسلام انسانی شخصیت اور انسانی تہذیب کا ایک ایساماڈل پیش کرتا ہے جس میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی تو بلاشبہہ ہونی چاہیے لیکن مقصد نہیں ہونی چاہیے- یہ ترقی کے سفر کی انتہاؤں پر موجود خالی پن(Nothingness)اور اندھیروں کو آخرت میں کامیابی کا پاکیزہ مقصد بخش کر لگن، جذبے اور نشاط سے سرشار کر دیتا ہے-توحید و آخرت کا عقیدہ انسان کو جذبۂ عمل اور پاکیزگی کا وہ سرچشمہ عطا کرتا ہے جو کسی اور نظریے یا نظام کے بس میں نہیں-معیشت سے اخلاق تک انسانیت کو اسی دامن عافیت کی تلاش ہے جو چودہ صدیوں سے ان کے سامنے موجود ہے-

---

خود آزمائی

1. اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی کے اہم خدوخال بیان کریں-
2. بیت المال کی آمدنی اور اخراجات کے زمرہ جات تفصیل سے بیان کریں-
3. فلاح اور ترقی کے تصورات کا تقابل کریں-
4. اسلامی ریاست میں لیبر پالیسی پر نوٹ لکھیں-
5. اسلامی ریاست میں زکات کے کردار پر روشنی ڈالیں-
6. اسلامی ریاست میں بے روزگاری کے خاتمے اور اقتصادی تفاوت دور کرنے کا کیا تصور ہے؟تفصیل سے بحث لکھیں-

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماخذ و مصادر

- کتاب الخراج، امام ابو یوسفؒ، دار الشرق، قاہرہ
- کتاب الاموال، ابو عبید قاسم بن سلامؒ، تادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
- معاشیات اسلام، سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- اسلام میں عدل اجتماعی، سید قطبؒ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- اسلام کا اقتصادی نظام، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، ادارہ اسلامیات، لاہور
- فقہ الزکاۃ، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، البدر پبلیکیشنز، لاہور
- اسلام کا نظریۂ ملکیت، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- اسلام اور معاشی ترقی، خواجہ نسیم احمد، ادارۂ تعلیمی تحقیق، لاہور

- The Economic System of Islam, Umar Chapra, University of Karachi.
- The Muslim World and Future Economic Order, Prof. Khurshid Ahmed.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 7

اسلام کا نظامِ محاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 249
یونٹ کے مقاصد 249
1-اسلامی ریاست میں ٹیکس کی شرعی حیثیت 250
1.1- ٹیکس کی ممانعت کا موقف 250
1.2-ہنگامی ضرورت کے تحت مشروط اجازت 252
2-اسلام کا عادلانہ تصور محاصل 253
3- ٹیکس کے اسلامی اصول 259
3.1-اصول عقیدہ و نظریہ 260
3.2-معاشرتی اصول 260
3.3-اصول مساوات 261
3.4- تیقن کا اصول 263
3.5-اصول سہولت 263
3.6-اصول کفایت 264
4-اسلام کے نظام مالیات میں ٹیکس کا دائرہ کار 265
5-زکات اور صدقات واجبہ کے علاوہ ٹیکس لگانے کا حکومتی حق 266
10.2.1- ٹیکس عائد کرنے کے ضوابط 269
خود آزمائی 272
ماخذ و مصادر 272

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

ٹیکس وہ رقم ہے جو عوام پر حکومت کی طرف سے مختلف خدمات کے عوض عائد کی جاتی ہے-مثلاً ہم جنرل سیلز ٹیکس سے آگاہ ہیں جو خریداری کے موقع پر صارفین ادا کرتے ہیں؛اسی طرح پراپرٹی ٹیکس ہے جو جائیداد کے مالک پر ہر سال لاگو ہوتا ہے وعلیٰ ہذاالقیاس-

جدید دنیا میں ٹیکس کا موضوع معاشیات کی ایک اہم بحث ہے،اس لیے اس کے متعلق اسلام کا نقطۂ نگاہ واضح کرنا لازم ہے-زیرِ نظر یونٹ ڈاکٹر نور محمد غفاری کی کتاب اسلام کا نظام محاصل سے ماخوذ ہے جس میں اس موضوع پر اسلام کا اصولی موقف واضح کرنے کے ساتھ ساتھ تطبیق کے پہلو سے بھی قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں-مزید تفصیلات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے سے آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1. ٹیکس کے بارے میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے آگاہ ہو سکیں-
2. ٹیکس کے جواز وعدم جواز کے قائلین کے دلائل سے واقف ہو سکیں-
3. یہ جان سکیں کہ زکات اور واجب صدقات کے علاوہ غیر معمولی حالات میں کس قسم کے ٹیکس عائد کیے جا سکتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-اسلامی ریاست میں ٹیکس کی شرعی حیثیت

اسلام کا نقطۂ نگاہ ٹیکس کے بارے میں کیا ہے؟اس بارے میں علماے امت ہمیں دو موقفوں کے قائل نظر آتے ہیں اس لیے ہم دونوں ہی کو سامنے رکھتے ہوئے بات کریں گے تا کہ اسلامی حکومت ان میں سے کوئی بھی موقف اپنائے، طلبہ کو اس سے بہ ہر حال آگاہی ہو-

1.1- ٹیکس کی ممانعت کا موقف

علما کی ایک کثیر تعداد کا موقف یہ ہے کہ اسلام میں زکات کے ماسوا کسی ٹیکس کا کوئی تصور نہیں ہے-اس نقطۂ نظر کی بنیاد ذاتی ملکیت کے احترام پر مبنی ہے جس کو شریعت نے تحفظ فراہم کیا ہے-اس بنا پر کسی قسم کے ٹیکس کا اطلاق ناانصافی ہو گی-

اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ اسلامی ریاست میں زکات کے نفاذ کے سوا کسی قسم کا ٹیکس موجود نہ تھا اور اسلامی ریاست اپنے دیگر اخراجات کے لیے زیادہ تر رضاکارانہ عطیات پر انحصار کرتی تھی حتیٰ کہ ایسا بھی ہوا کہ شدید بھوک اور ضرورت کے وقت بھی ایسا کوئی اقدام نہ اٹھایا گیا-جنگ احد میں پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے؛اصحابِ صفہ کے حالات سے سب آگاہ ہیں لیکن ٹیکس عائد نہ کیا گیا-دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے بیان کے مطابق آپؐ کی زرہ تیس صاع کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی-(صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ کا طریق زندگی یہ نظر آتا ہے کہ شروع شروع میں جب کسی مقروض کا جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے قرض کی ادایگی کے لیے وراثت کے متعلق سوال فرماتے؛اگر اس کا بندوبست نہ ہوتا تو فرماتے کہ اپنے دوست کا جنازہ پڑھ لو اور خود نہ پڑھاتے لیکن جیسے ہی فتوحات ہونا شروع ہوئیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ یہ فرماتے نظر آتے ہیں کہ میں مومنین کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہوں ،سو جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس پر واجب الادا قرض کی ادایگی میری ذمہ داری ہے-(بخاری و مسلم)اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی شخص آپ ﷺ سے امداد کی درخواست کرتا تو آپ ﷺ اس کو کام کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ ایک انصاری کا معروف واقعہ ہے کہ اس نے امداد طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے کاروبار کی ترغیب دی- اس کی چادر اور پیالہ نیلام کر کے کلہاڑا خریدنے کا حکم دیا- اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرض کی ادائیگی اور لوگوں کو روزگار کی فراہمی جیسے مسائل کے حل کے لیے بھی ٹیکس کا نفاذ پسند نہیں فرمایا!

خلفاے راشدین کے زمانے میں بھی ہمیں یہی صورت حال نظر آتی ہے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عشور کا نفاذ ہوا جو مسلمانوں سے سال میں ایک مرتبہ اڑھائی فیصد کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا- ذمیوں سے پانچ اور اہل حرب سے دس فیصد کی شرح سے لیا جاتا تھا- اس کی وجہ بھی یہ بتائی گئی ہے کہ دیگر سلطنتوں میں مسلمان تاجروں سے یہ کسٹم ڈیوٹی ہر مرتبہ لی جاتی تھی- دوسری مثال عراق اور شام کی زمینوں پر خراج کا معاملہ ہے- یہ بھی کفار سے وصول کیا جاتا تھا جب کہ اہل اسلام کے لیے عشر ہی کو باقی رکھا گیا-

احادیث میں ٹیکس کے لیے "مکس" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ٹیکس وصول کرنے والے کو الماکس یا المکاس یا صاحب المکس کہا جاتا تھا جو لوگوں سے زبردستی ٹیکس وصول کیا کرتا تھا- مسند احمد کی حدیث ہے:

ان صاحب المکس فی النار یعنی صاحب مکس بالضرور جہنم میں ہوگا-

مسند احمد کی شرح الفتح الربانی میں شیخ عبد الرحمٰن البنا الساعاتیؒ لکھتے ہیں کہ بے شک ٹیکس کبیرہ گناہ ہے اس لیے کہ اس میں لوگوں سے کثرت کے ساتھ مطالبات کیے جاتے ہیں اور وصول نہ ہونے کی صورت میں ان پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور وصول ہو کر بھی ان کا استعمال غلط ہوتا ہے-

متقدمین فقہا کی تحریروں میں بھی ہمیں ٹیکس سے متعلق بحث نہیں ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون میں عموماً اس کا تصور نہ تھا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1.2-ہنگامی ضرورت کے تحت مشروط اجازت

بعض اہل علم نے اشد ضرورت کے تحت ٹیکس کا جواز نکالا ہے-اس موقف کے تحت جب روایتی وسائل ختم ہونے لگے اور مالی ضروریات میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور خاص طور پر دفاعی اخراجات نے وسعت اختیار کر لی تو اسلامی ریاست کے اخراجات پورے کرنے کے سلسلے میں فقہانے سوچنا شروع کیا-امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر وزارت خزانہ کے پاس فنڈز کی کمی ہو جائے، یا پھر فوج کی ضروریات وزارت خزانہ کے مالی وسائل سے پوری نہ ہو رہی ہوں تو ریاست کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اُمرا پر ٹیکس لگائے لیکن ٹیکس کی سطح اتنی ہی ہونی چاہیے کہ جس سے ریاست کی ضرورت پوری ہو جائے اس کے بعد یہ ٹیکس ختم کر دیا جائے؛ مستقل ٹیکس عائد نہیں کیا جائے گا-یہ اجازت ہنگامی حالات کے لیے ہے-

علامہ ابن حزمؒ اور دیگر فقہانے اس اجازت کو غربا کی کفالت تک وسیع کیا ہے اور کہا ہے کہ جب بیت المال میں زکات کے مال سے غربا کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں، (ان کے مطابق روٹی کپڑا مکان کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے اور اگر اس رستے میں وسائل کی تنگی ہو) تو امرا کا مال لیا جا سکتا ہے-زکات کے علاوہ جن فقہانے اجازت دی ہے، یہ بھی ہنگامی یا خاص حالات کے پیش نظر دی گئی ہے، عموی طور پر یہ معمول نہیں ہو گا-

یہ بات پیش نظر رکھنے کی ہے کہ اسلام میں ایسی فلاح جس سے انسانی بقا قائم رہے، اور انسان کی خواہشات کی رفتار سے 'ترقی' کے تصورات میں فرق ہے-لازمی فلاح کا حصول نہ صرف اسلامی معاشی پالیسی کے مقاصد میں لازمی ہے بل کہ ریاست کی ذمہ داری ہے جب کہ اس سے زیادہ کی فراہمی لازمی نہیں ہے، اگرچہ اس کا جواز ثابت ہے-لازمی فلاح برائے بقا میں قدرتی آفات، جنگ، قحط اور ضرورت سے کم پیداوار کی صورت میں مالی امداد اور خدمات کی فراہمی شامل ہے-

مادی ترقی کے سلسلے میں ریاست کو کوشش تو کرنی چاہیے لیکن جس طرح فلاح برائے بقا لازم ہے اس کی شدت اور حدت اتنی نہیں ہے-یہی وجہ ہے کہ دور صحابہ اور تابعین میں ہمیں مادی ترقی کے ویسے مظاہر نظر نہیں آتے جیسا کہ اس دور میں "ترقی یافتہ" تہذیبیں روم اور ایران کے ہاں پائے جاتے تھے-اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اسلام دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی میں آگے بڑھنے سے روکتا ہے بل کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے بڑے معاملات کی طرف توجہ کر چکے تھے، بعد کے ادوار میں اندلس اور بغداد اور دمشق کی ترقی دنیا میں ضرب المثل بنی لیکن بہ ہر حال توازن ضروری ہے-

2-اسلام کا عادلانہ تصور محاصل

اسلام کا نظام مالیات معتدل اور عادلانہ نظام محاصل پیش کرتا ہے- اسلام نے مفتوحہ علاقوں میں نہ صرف مروجہ ظالمانہ ٹیکسوں کو بہ یک جنبش قلم محو کر دیا بل کہ ایک عادلانہ نظام ٹیکس بھی مروج کیا جس کی نظیر سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دونوں پیش کرنے سے عاجز ہیں- اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نظائر قابل توجہ ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے واپس آرہے تھے تو راستے میں دیکھا کہ کچھ آدمی دھوپ میں کھڑے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ جزیہ ادا نہ کرنے کی بنا پر انھیں سزا دی جارہی ہے، پتہ چلا کہ وہ ادائیگی کے قابل نہیں تھے- آپ نے اپنے عاملوں کو سختی سے اس ظالمانہ روش پر ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

دعوهم لا تكلفوهم مالايطيقون قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: لاتعذ بواالناس فان الذين يعذبون الناس فى الدنيا يعذبهم اللّٰه يوم القيمه، و امربهم فخلّىٰ سبيلهم (كتاب الخراج لابى يوسف)

"ان کو چھوڑ دو اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو اس لیے کہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا- پھر حکم دے کر ان کو عذاب سے نجات دلائی-"

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت مشہور ہے:

اوصى الخليفة من بعدى باهل الذمة خيراً ان يوفى لهم عهدهم وان يقاتل من اعدائهم و ان لايكلف فوق طاقتهم (كتاب الاموال لابى عبيد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ ذمیوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے اور ان کے عہد کو پورا کرے؛ ان کی حفاظت میں ان کے دشمن سے جنگ کرے اور ادائیگیِ خراج میں ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالے۔"

دوسری روایت میں ہے:

عن عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیه ان عمر بن الخطاب اتی بمال کثیر قال ابوعبید احبه قال من الجزیه فقال انی لاظنکم قد اهلکتم الناس قالوا لا واللّٰه ما اخذ نا الا عفواً صفواً، قال بلا سوط ولا نوط؟ قالوا: نعم، قال الحمداللّٰه الذی لم یجعل ذالک علی یدی و لا فی سلطانی (کتاب الاموال)

حضرت عبدالرحمنؓ بن جبیر بن نفیر راوی ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطابؓ کے پاس جزیہ کا بہت سا مال پیش کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ تم نے لوگوں کو برباد کرکے یہ جمع کیا ہے۔ عاملوں نے کہا: بخدا ایسا نہیں ہوا، ہم نے ان کی حاجات سے فاضل مال میں سے ان کی رضامندی سے وصول کیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: بغیر مار پیٹ اور باندھ کر لٹکانے جیسی تکلیف کے؟ سب نے عرض کیا: بے شک بغیر ایذا دیے۔ تب حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس خدا کا بے حد شکر ہے جس نے میرے ہاتھ سے ایسے کام نہیں کروائے اور نہ میرے زمانۂ خلافت میں اس قسم کے مظالم ہو سکے۔

ایک مرتبہ سعید بن عامرؓ والیِ شام نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی۔ جب وہ دربارِ خلافت میں آئے تو حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے سخت باز پرس کی۔ سعید بن عامرؓ نے جواب دیا کہ آپ نے دو حکم دیے تھے، میں ان دونوں پر عامل ہوں؛ ایک یہ کہ کاشت کاروں پر فی جریب چار دینار سے زیادہ لگان نہ لگاؤں اور دوسرے یہ کہ لگان عائد کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نرمی سے کام لوں؛ سو میں اس وقت تک لگان نہیں لگاتا جب تک ان کی خوب آمدنی نہیں ہو جاتی- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر فرمایا: یہی چاہیے اب میں تجھ کو معزول بھی نہیں کروں گا-

قال امرتنا ان لا نزید الفلاحین علی اربعة دنانیر فلسنا نزیدهم علی ذالک ولکنا نوخرهم الیٰ عذاتهم فقال عمر: لا اعذلتک ماحییت (کتاب الاموال)

" سعیدؒ نے کہا: آپ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ کاشت کاروں پر چار دینار سے زیادہ لگان نہ لگائیں- سو ہم اس کے پوری طرح پابند ہیں اور ہم ان سے وصول کرنے میں ان کی آمدنی تک تاخیر کرتے ہیں- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجھ کو زندگی بھر معزول نہیں کروں گا-"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے والیِ کوفہ کو مفصل خط تحریر فرمایا تھا، جس میں درج تھا:

ولا من العامر الا وظیفة فی رفق و تسکین لاهل الارض (کتاب الخراج)

"اور آباد زمینوں پر مقررہ خراج سے ہر گز زیادہ نہ لو- اور جو بھی وصول کرو اہل زمین سے نرمی اور دلجوئی کے ساتھ وصول کرو-"

امام ابو یوسفؒ انھی روایات کے پیش نظر لکھتے ہیں:

ولا یضربن رجل فی دراهم خراج و لایقام علی رجله، فانه بلغنی انهم یقیمون اهل الخراج فی الشمس و یضربو نهم الضرب الشدید و یعقلون علیهم الجراد و یقید ونهم بما یمنعهم عن الصلوٰة، هذا عظیم عند الله شینع فی الاسلام (کتاب الخراج)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اے ہارون! کسی شخص کو بھی لگان (خراج) کے سلسلہ میں زدوکوب نہ کیا جائے اور نہ ایک پیر پر کھڑا رکھا جائے- یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض وصول کرنے والے اس قسم کی ذلیل حرکتیں کرتے ہیں کہ اہل خراج کو دھوپ میں کھڑا کرتے ہیں؛ ان کو سخت مار پیٹ کرتے ہیں؛ ان کی گردنوں میں گھڑے لٹکاتے ہیں اور ان کو قید کرتے ہیں کہ وہ نماز بھی نہ پڑھ سکیں- حالاں کہ یہ تمام باتیں اللہ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہیں اور اسلام ان حرکتوں کو بدترین سمجھتا ہے-"

امامؒ آگے رقم طراز ہیں:

ان العدل وانصاف المظلوم و تجنب الظلم مع ما فی ذالک من الاجر یزید به الخراج وتکثر به عمارة البلاد والبرکة مع العدل تکون و هی تفقد مع الجور، والخراج الماخوذ مع الجور تنفص البلاد به تخرب

" واضح رہے کہ عدل اور مظلوم کے ساتھ انصاف اور ظلم سے پرہیز، ان باتوں میں جو کچھ اجر وثواب ہے وہ تو ظاہر ہے، اور اس کے علاوہ یہ فائدہ ہے کہ اس سے خراج بڑھتا ہے اس سے شہروں کی آبادی بڑھتی ہے اور انصاف سے برکت میں اضافہ ہوتا ہے- ظلم سے برکت مٹ جاتی ہے اور جو لگان (خراج) ظلم سے حاصل ہوتا ہے، اس سے شہر اجڑ جاتے ہیں اور ملکوں میں تباہی اور خرابی آتی ہے-"

امام ابو یوسفؒ خلیفہ ہارون الرشید کو ذمی کاشت کاروں سے وصول خراج (لگان) کے متعلق احکام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

و امرک ان لا تأخذ فی الخراج الا وزن سبعة لیس فیها تبرولا اجور الضرابین ولا اذابة الفضة ولا هدیة النیروز والمهرجان و لا ثمن الصحف و لا اجور الفتوح و لا اجور البیوت و لا دراهم النکاح (کتاب الخراج)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ہارون! میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو خراج میں وزن سبعہ (درہم و دینار کی ایک خاص قسم جو عام طور پر رائج تھی) کے علاوہ نہ لینا کہ اس وزن میں خالص سونے کے پتر داخل نہیں ہیں- اور سکہ ڈھالنے والوں کی اجرت بھی نہ لینا اور نہ چاندنی پگھلانے کی اجرت لینا اور نہ نوروز اور مہرجان کے ہدایا (بھینٹ) لینا اور نہ رسید کی لکھائی کی اجرت اور نہ نہر کے پانی کی اجرت اور نہ مکانوں کی اجرت (ہاؤس ٹیکس) اور نہ نکاح کا ٹیکس لینا-"

مزید ہدایات یوں دیتے ہیں:

ولا یوخذ اھل الخراج برزق عامل ولا اجر مدی ولا احتفان ولا نزلة ولا حمولة طعام السلطان ولا یدعی علیھم بنقیصة فتوخذ منھم ولا یوخذ منھم ثمن صحف ولا قراطیس ولا اجور الفتوح ولا اجورالکیالین ولا مؤنة لاحد علیھم فی شئ من ذالک ولا قسمة لانائبة سوی الذی وصفنا من المقاسمة (کتاب الخراج)

"اور اہل خراج سے نہ تحصیل دار کی تنخواہ وصول کی جائے اور نہ تولنے اور ناپنے کی اجرت لی جائے اور نہ کٹائی کی اور نہ خلیفہ کے لیے رسد اور مہمان نوازی کے سلسلہ میں کوئی بار ڈالا جائے اور نہ یہ بہانہ بنا کر اور الزام لگا کر کہ انھوں نے پیداوار میں سے چرا لیا ہے، ان سے مزید لیا جائے- اور نہ رسید اور رجسٹر کی اجرت لی جائے اور نہ نہروں کے پانی کی اور نہ تولنے والوں کی اور نہ اس قسم کا کوئی اور بوجھ ان پر ڈالا جائے اور بٹائی کے اس حصے کے علاوہ جو ہم نے بیان کر دیا ہے، نہ کسی اور قسم کا حصہ لیا جائے اور نہ حادثہ کا تاوان ان پر ڈالا جائے-"

حضرت عمر بن عبدالعزیز امویؒ نے گورنر کوفہ عبدالحمید کو اس سلسلہ میں جو فرمان بھیجا تھا، اس میں یہ احکام درج تھے، جو کتاب الخراج سے نقل کیے گئے ہیں- (کتاب الاموال)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام ابو یوسفؒ نے اہل خراج پر عاملوں کی بے عنوانیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی تنبیہ کی تھی کہ رشوت اور بھینٹ کی ظالمانہ رسوم کا کلیتاً انسداد ہونا چاہیے- وہ تحریر فرماتے ہیں:

انما مذهبهم اخذ شئ من الخراج كان ا ومن اموال الرعية ثمه انهم يأخذون ذالک فيما يبلغنى بالصف والظلم والتعدى ثمه لايزال الوالى ومن معه قد نزل بقرية يأخذ اهلها من نزلة بما لا يقدرون عليه و لا يجب عليهم حتى يكلفوا ذلک (كتاب الخراج)

"ان ٹیکس وصولنے والوں کا تو یہ مذہب ہے کہ بہ ہر حال لینا چاہیے خواہ وہ مقررہ خراج ہو یا رعیت کا ذاتی مال متاع- اور مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے، یہ جبر و ظلم اور سختی کرتے ہیں اور لے کر چھوڑتے ہیں؛ پھر حاکم اور اس کے کارندے اگر کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو حق مہمانی کے نام سے وصول کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی طاقت سے بھی زیادہ لے لیتے ہیں اور جو حق ان کے ذمہ نہیں ہے اس کو ظلماً حق بتا کر لیتے ہیں-"

اسلام کے نظام ٹیکس میں غریب رعایا پر کس قدر شفقت اور کرم کیا جاتا ہے، اس کا اندازہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے اس جملے سے ہوتا ہے جو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مظلوم مصری کسانوں کے بارے میں لکھا تھا:

"ایک مخلوق جس پر خدا کی مہربانی ہے اور شہد کی مکھیوں کی طرح دوسروں کے لیے مشقت اور محنت کرتی ہے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتی-" (موسیو لی بان، تمدن عرب، ص202)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مظلوم طبقہ سے وہ تمام ٹیکس ہٹا دیے جو عیش پرست حکم رانوں نے ان پر لاد رکھے تھے- بٹلر کے الفاظ میں عرب حکم رانی نے مصریوں کو بھاری ٹیکس سے بہت بڑی نجات دلائی- (تمدن عرب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نامور مسلم معیشت دان مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے اسلام کے نظام ٹیکس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

> عدل و ظلم کی حکومت کے درمیان ہمیشہ سے یہ امتیازی فرق چلا آتا ہے کہ عدل کی حکومت کا نصب العین رعایا اور عوام (پبلک) کی خدمت ہوتا ہے اور اس لیے عادل بادشاہ (حکم ران) کا شاہی خزانہ رفاہِ عام اور پبلک خدمات اور ان کی خوش حالی کے لیے ہوتا ہے - اور وہ اپنی ذات پر ضروری حاجات سے زیادہ اس میں سے خرچ نہیں کرتا اور نہ عوام کو ٹیکسوں کی کثرت سے پریشان حال بناتا ہے - اس کے برعکس جبر و ظلم کی حکومت کا منشا بادشاہ اور حکومت کا اقتدار، ذاتی تعیش اور اسی کا استحکام ہوتا ہے؛ اس لیے وہ نہ رعایا کے دکھ درد کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ان کی راحت و آرام کا خیال کرتا ہے اور اس سلسلے میں اگر کچھ ہو بھی جاتا ہے تو وہ حکومت کے مفاد و مصالح کے پیش نظر ضمنی ہوتا ہے - نیز اس حکومت کی رعایا ہمیشہ ٹیکسوں کے بوجھ سے دبی رہتی ہے اور اس ملک کی اکثریت افلاس و غربت ہی کا شکار رہتی ہے -" (قصص القرآن 3/312)

الغرض، اسلام کے نظام مالیات میں ظالمانہ ٹیکسوں کا نہ تو شرعی جواز ہے اور نہ وجود، اگر کچھ ہیں تو صرف عادلانہ اور مصالحانہ محصول -

3- ٹیکس کے اسلامی اصول

بعض مسلم معیشت دانوں نے اسلامی محاصل کے اصول کا جائزہ آدم اسمتھ (Adam Smith) کے بیان کردہ چار قوانین کے تحت لیا ہے مگر اس ذہنی مرعوبیت سے ہٹ کر خالصتاً اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے اصول محصول وضع کیے جاسکتے ہیں -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3.1-اصول عقیدہ و نظریہ

اسلامی ریاست کا مسلمان شہری بعض ٹیکس محض اپنا مذہبی فریضہ اور عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے، مثلاً :زکات، عشر وغیرہ- قرآن مجید میں قریباً20 مقامات پر زکات کا ذکر نماز کے بعد کیا گیا ہے جس سے اصول عقیدہ کے تحت زکات کی ادائیگی کس قدر ضروری اور وجدانی طور پر سہل نظر آتی ہے؛ اور بعض ٹیکس اس لیے ادا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست اس کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کرتی ہے؛ نیز اسلامی ریاست ان شعارات کو قائم کرتی اور پروان چڑھاتی ہے جن پر وہ ایمان رکھتا ہے-

اس طرح ذمی رعایا اپنا جزیہ اور خراج اس لیے ادا کرتے ہیں کہ وہ اسلامی ریاست میں امن وامان سے رہ کر اپنے مسلمہ معتقدات پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں-

3.2-معاشرتی اصول

اسلام کے مالیاتی نظام میں محصول کا دوسرا اصول "معاشرتی اصول" ہے جس کے تحت اسلام ٹیکسوں کے ذریعے معاشرتی اور معاشی دونوں قرضوں کو پورا کرتا ہے-یعنی ایک طرف ریاست کو آمدنی ہوتی اور دوسری طرف معاشرتی اونچ نیچ کا علاج بھی ہوتا ہے-اسلام اس ناپسندیدہ صورت کو برداشت نہیں کرتا کہ دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع رہے، چند سرمایہ دار ملک و قوم کے مقدر سے کھیلتے رہیں-اور غربا کو اپنا محتاج بنا کر رکھیں بل کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت جو دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور قوامِ حیات ہے، وہ مسلسل گردش کرتی رہے-اس لیے اسلام ٹیکس لگا کر اس معاشرتی اور معاشی تفاوت کا علاج کرتا ہے-ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ [الحشر 7:59]

"تاکہ دولت تمھارے مال داروں ہی میں گردش نہ کرتی رہے-"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے ٹیکس کے اس اصول کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ [البقرة: 219]

وہ آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرمائیں: جو زائد از ضرورت ہو-"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے محصول کا مقصد سمجھاتے ہوئے فرمایا:

تؤخَذُ من أغنيائِهم ، فتُرَدُّ على فُقَرائِهم (صحيح بخاری)

"زکات ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی-"

3.3-اصول مساوات

اسلام کے مالیاتی نظام میں ٹیکس ریاست کے مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے شہریوں پر لگائے جاتے ہیں- علاوہ ازیں امرا پر بھی اور غربا پر بھی- امرا سے مراد وہ صاحب نصاب لوگ ہیں جن سے زکات اور عشر وغیرہ لیا جاتا ہے- غربا سے ٹیکس دو صورتوں میں لیا جاسکتا ہے-

1. درآمدات کا محصول ان سے بالواسطہ کم و بیش وصول کیا جاتا ہے-
2. ہنگامی حالات میں ان سے بھی قربانی، گو نہایت قلیل ہو، کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے- غربا کو جب اغنیا کے فاضل اموال سے ملے گا تو ان سے کچھ وصول بھی کیا جاسکتا ہے- قرآن حکیم کا یہ ارشاد غالباً اس کی دلیل بن سکتا ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [الحشر 59: 9]

"اور وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے اور اگرچہ وہ خود بھوکے ہوں-"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس مسئلے کی جانب راہ نمائی کرتا ہے:

أَفضَلُ الصَّدَقةِ جُهدُ المُقِلِّ (مسند حمُيَدى)

"بہترین صدقہ اس شخص کا ہے جو قلیل المال ہو کر مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالتا ہے-"

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری قبیلے کے بارے میں جو ارشاد فرمایا، وہ اس پر جواز کی سند رکھتا ہے:

إنَّ الأشعريّينَ إذا أرملوا في الغزوِ أو قلَّ طعامُ عيالِهم بالمدينةِ جمعوا ما كانَ عندَهم في ثوبٍ واحدٍ ثمَّ اقتسموهُ بينَهم في إناءٍ واحدٍ بالسَّويَّةِ فَهم منِّي وأنا منْهم (صحيح بخارى)

"اشعری قبیلے کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ جنگ (ہنگامی حالت) کے لیے روانہ ہوتے ہیں اور ان کا زادِ راہ ختم ہونے کو آئے یا مدینہ میں رہتے ہوئے ان میں غذائی (اشیا کی) قلت محسوس ہو تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں، پھر ایک برتن کے ساتھ اسے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں- وہ (اپنے اس ایثار کی بنا پر) مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں-"

غیر مسلموں کی جب اسلامی ریاست جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہے اور ان سے بیرونی دشمن سے حفاظت کے وقت جان کی قربانی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا، تو ان سے اس حفاظت کے صلہ میں کچھ وصول بھی کیا جاسکتا ہے- اس سلسلے میں ضابطہ یہ قرار دیا گیا ہے:

الجباية بالعماية

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محصول حفاظت کرنے پر ہی ہے

اور مسلمانوں کے لیے تو بہ آسانی یہ قانون بنادیا گیا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں اس طرح ہے:

لا يؤخذ منهم إلا فضلهم عن رضاهم (صحيح بخاری)

"ان کی رضامندی سے ان سے اتنا ہی مال لیا جائے جو ان کی ضروریات سے زائد ہو۔"

3.4- تیقن کا اصول

اسلام کے نظام محصول کا چوتھا اصول "اصول تیقن" ہے، یعنی جو ٹیکس بھی لگائے جاتے ہیں ان کی قانونی حیثیت، ان کی مقدار، ان کا وقت ادایگی، طریقہ ادایگی اور ضرورت ادایگی سب کا علم ٹیکس دہندگان کو ہوتا ہے۔ آپ اسلامی ریاست کے کسی ٹیکس کو دیکھ لیجیے، یہ اصول اس پر پورے طور پر لاگو ہوگا؛ مثلاً زکات، خراج، جزیہ، عشور وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانے میں ان کی تمام جزئیات متعین تھیں اور ایسے تمام ٹیکسوں کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے جن کا عوام کو تیقن ہی نہ ہو۔

3.5-اصول سہولت

اس اصول کے تحت اسلام نے ٹیکس دہندگان کو ٹیکس کی ادایگی کے طریقہ کار اور وقتِ ادایگی میں سہولت پیدا کر دی ہے۔ مثلاً عشر ہی کو لیجیے؛ یہ صرف اس وقت لاگو ہوتا ہے جب فصلیں پک کر تیار ہو جائیں اور طریقۂ ادایگی میں سہولت کی مثال پھلوں کا عشر ہے کہ انھیں درختوں پر ہی موزوں کر لیا جاتا ہے اور کاشت کار کو انھیں توڑنے اور پھر وزن کرنے کے جنجال سے بچایا گیا ہے۔ معدنیات کے خمس میں بھی اسی کو ہی پیش کیا جاسکتا ہے اور ان کی قیمت کو بھی اسی طرح جزیہ کی ادایگی میں جنس اور نقد دونوں کی اجازت ہے۔ حتیٰ کہ بعض صورتوں میں خدمات کی شکل میں بھی جزیہ لیا گیا ہے۔ (بلاذری، فتوح البلدان، ص178)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی کا وقت بھی موزوں ہے کہ ٹیکس دہندہ سے اسی وقت لیا جاتا ہے جب ان کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ ہوتا ہے۔

اصول سہولت کے تحت عوام پر ایسا ٹیکس یا اتنی مقدار میں ٹیکس نہ ہو جو انھیں مغلوب کر دے یا بغاوت پر آمادہ کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو اس بارے میں اس قدر اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت حذیفہؓ دجلہ کی ایک سمت اور حضرت عثمان بن حنیفؓ دجلہ کی دوسری سمت کا خراج وصول کر کے واپس ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا:

"شاید تم نے ذمیوں سے ان کی طاقت سے زیادہ وصول کیا ہو گا؟"

حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ جو ان کے پاس چھوڑا ہے اس کے مقابلے میں یہ بہت ہی کم مقدار ہے اور حضرت عثمان نے فرمایا کہ ان کے پاس اس سے دوگنا حصہ چھوڑ آیا ہوں۔ (کتاب الخراج)

ذمیوں سے جزیہ کے وصول کے سلسلے میں "اصول سہولت" کی تشریح کرتے ہوئے فقہاے اسلام نے کہا ہے:

لا یظلموا و لا یوذوا و لا یکلفوا فوق طاقتھم و لا یوخذ شیء من اموالھم الا بحق یحب علیھم (کتاب الخراج)

"ان پر ظلم کیا جائے، نہ انھیں تکلیف دی جائے، نہ ان پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بار ڈالا جائے اور نہ ان کے اموال میں سے کچھ لیا جائے جو ان پر واجب نہ ہو۔"

3.6۔ اصول کفایت

اسلام کے نظام ٹیکس کا اصول کفایت مندرجہ ذیل صورتوں میں اپنا عمل کرتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1. ٹیکس دہندگان پر ٹیکس اس طور پر لگایا جاتا ہے کہ اس سے حاصل شدہ رقم سرکاری اخراجات کی کفایت کرے اور بہ صورت ہنگامی حالات رعایا سے بعد میں نہایت قلیل مقدار وصول کی جائے۔
2. ٹیکس کی وصولی کے اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں جو حاصل شدہ رقم کا ہی کثیر حصہ لے اُڑیں۔
3. اخراجات اس قدر زیادہ نہ ہوں جن کو ٹیکس کفایت ہی نہ کر سکیں۔ اسی لیے فقہاے کرام نے لکھا ہے کہ زکات کی وصولی کے اخراجات 20 سے 50 فی صد تک ہوں۔ (تفسیر مظہری)

4۔ اسلام کے نظام مالیات میں ٹیکس کا دائرہ کار

اس ضمن میں غور و فکر سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

1. اکثر ٹیکس بلاواسطہ ہیں۔
2. شہریوں کی جائز معاشی کمائیوں کو محدود کرنے پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ بے جا مصرف کو ٹیکسوں کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔
3. آمدنی پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں بل کہ زائد اور جمع شدہ دولت پر ہے جو نصاب کے مطابق ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے؛ جیسے زکات۔
4. پیداوار کے ذرایع اور آلات پیدایش پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں۔ لہٰذا تمام مشینوں، کارخانوں کی عمارات، اور دیگر تمام ذرایع نقل و حمل پر مقررہ ٹیکس نہیں۔
5. درآمدات و برآمدات پر اسلام نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا تھا۔ البتہ جب دیگر ممالک مسلمان تاجروں پر ٹیکس لگائیں تو اسلامی ریاست بھی ایسا کر سکتی ہے مگر ضروری نہیں۔ تاہم اسلامی ریاست مسلمان تاجروں کے اموال تجارت سے عشور (یعنی اموال تجارت کی زکات) وصول کر سکتی ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کے عمل سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر اجماع بھی ہے۔
6. حصول انصاف کے راستے میں کوئی مقررہ ٹیکس اسلام میں نہیں، لہٰذا کورٹ فیس وغیرہ ناجائز ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

7. سرکاری صنعتوں کے قیام کے لیے ٹیکس لگانا بھی جائز نہیں بل کہ ایسے منصوبے اندرونی اور بیرونی سرکاری قرضوں سے پورے کیے جائیں، یا شراکت و مضاربت کی بنیاد پر عوام کے تعاون سے ہوں۔

5-زکات اور صدقات واجبہ کے علاوہ ٹیکس لگانے کا حکومتی حق

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لیے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس بارہ مروج ذرایع آمدن رہے ہیں۔ لیکن اسلامی ریاست کو ان ذرایع کے علاوہ اور ہنگامی ٹیکس لگانے کی بھی اجازت ہے۔ فقہاے کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب و نوائب وغیرہ کا نام دیا ہے۔ ان ضرائب کا جواز مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے:

1. وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ (الاسراء 17:26)

"اور قرابت والوں اور مسکین اور مسافر کے جو حق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو۔"

2. وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (الذاریات 51:19)

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔"

3. وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرۃ 2:219)

"اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو۔
"

4. سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:

إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَى الأَغْنِيَاءِ فِي أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِي فُقَرَاءَهُمْ ، فَإِنْ جَاعُوا ، أَوْ عُرُّوا ، أَوْ جُهِدُوا فَبِمَنْعِ الأَغْنِيَاءِ (المحلی لابن حزم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے اغنیا کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے فقرا کی کفایت کر سکے۔ پس اگر فقرا بھوکے ہیں، یا ننگے ہیں اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہو گا کہ اغنیا اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔"

5. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

في مالِكَ حقٌّ سِوَى الزكاةِ (ابن ابی شیبة)

تیرے مال میں زکات کے علاوہ بھی (اجتماعی) حقوق ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کرامؓ کا یہی مذہب ہے۔ فقہاے کرام میں سے عطا بن ابی رباحؒ، امام شعبیؒ، طاؤسؒ، حماد بن سلمہؒ، ابوعبید قاسم بن سلامؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (کتاب الاموال)

حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے:

وفرض على الاغنياء من اهل كل بلدان يقوموا بفقرائهم ويجبر هم السلطان على ذالک، ان لم تقم الزكوٰة بهم (المحلیٰ)

"اور ہر شہر کے مال داروں پر فرض ہے کہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انھیں اس پر مجبور کر سکتا ہے بہ شرطے کہ زکات کی آمدنی اسی مقصد کے لیے ناکافی ہے۔"

فقہاے اسلام کے نزدیک ناگہانی ضرورت مثلاً حادثہ، جہاد وغیرہ کی صورت میں سرکاری خزانہ کی مدد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ بن جاتا ہے اور اگر ضرورت ایسی ہو جو کسی خاص علاقہ کے لیے مخصوص ہو تو اس کی ذمہ داری عام نہیں ہو گی۔ (ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، ص 37)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان ضرائب کی مثال نبی اکرم ﷺ کا غزوۂ تبوک کے لیے صحابہ کرام پر چندہ لگانا ہے جس کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسے مخیر تو گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لائے تھے۔

مفاد عامہ کے لیے جو جائز طور پر لگائے گئے ہیں جیسے مشترکہ نہر کھودنے کے لیے، پہرے دار کی اُجرت یا اسلامی فوج لیس کرنے کے لیے، یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لیے یا اس طرح کے دیگر کاموں کے لیے؛ ایسے محاصل کی ادائیگی بالاتفاق جائز ہے۔(الہدایۃ)

ان ٹیکسوں کی ادائیگی کی ضرورت پر علامہ ابن ہمامؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسے نئے محصول کی ادائیگی ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیوں کہ حاکم وقت کی اطاعت ہر ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔(فتح القدیر 5/432)

البتہ وہ محاصل جو مفاد عامہ کے لیے نہ ہوں ان کی ادائیگی میں فقہا کا اختلاف ہے۔

شمس الائمہ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حکم تو اس زمانہ کے لیے تھا کیوں کہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لیے جاتے ہیں۔پس جس شخص کے لیے ممکن ہو کہ اپنی ذات سے ظلم دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔شمس الائمہ نے تو یہاں تک لکھا اگر کوئی دینا ہی چاہتا ہے تو ایسے شخص کو دے جو ظلم کو اپنی ذات سے دور کرنے سے عاجز ہے یا ایسے نادار کو دے جو اپنی ناداری کی اعانت ظلم کے مقابلہ میں کرے اور دینے والا ثواب پائے۔

امام ماوردیؒ نے حاکم کے ظلم اور عوام کا جائز ٹیکسوں کے لیے تعاون کے سلسلے میں نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

لان الزيادة ظلم فی حقوق الرعية - النقصان ظلم فی حقوق بيت المال۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"کیوں کہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے۔"

ایک دن ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! ان دونوں (خلیفہ اور بادشاہ) میں فرق ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ خلیفہ نہ تو بے جا لیتا ہے اور نہ بے جا صرف کرتا ہے اور الحمد للہ آپ ایسے ہی ہیں، اور بادشاہ رعایا پر ظلم ڈھاتا ہے اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد 3/221)

جہاں تک جنگی چندوں کا تعلق ہے، اس کے بارے میں فقہا کی رائے یہ ہے کہ اگر سرکاری خزانہ میں اتنی رقم ہے کہ جنگی اخراجات پورے کیے جاسکتے ہیں تو عوام سے چندہ کی اپیل کرنا یا محصول لگانا مکروہ ہے اور اگر سرکاری خزانہ خالی ہے یا اخراجات پورے نہیں کر سکتا تو اس کی اجازت ہے۔ (الہدایۃ)

غالباً جہاد اور فلاحی جنگ کے لیے یہ رائے نہیں ہو گی۔

10.2.1- ٹیکس عائد کرنے کے ضوابط

اکثر مسلم معیشت دانوں نے لکھا ہے کہ اسلامی ریاست چوں کہ ایک فلاحی ریاست ہے اس لیے وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے زائد ٹیکس لگا سکتی ہے لیکن اس سلسلے میں اس کے اختیارات لامحدود نہیں ہیں۔ ٹیکس عائد کرنے کے سلسلے میں ریاست کچھ راہ نما اصولوں کو سامنے رکھے گی، جو درج ذیل ہیں:

1-شدید ناگزیر صورت حال: ٹیکس ایک استثنائی صورت ہے اور اس کو استثنا ہی رکھا جائے گا جس کو بہ وقت ضرورت بہ روے کار لانا چاہیے، جب ریاست کے لیے وسائل کی فراہمی دیگر ذرائع سے کم پڑ رہی ہو اور کوئی چارہ کار باقی نہ بچا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2-ٹیکس کا پیمانہ اور مدت: ٹیکس عائد کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ ٹیکس اتنا ہی لگایا جائے جتنا ناگزیر طور پر ضرورت ہو اور اتنے عرصے کے لیے ہی لگایا جائے جب تک اس کی ضرورت ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے کہ ٹیکس کی مدت، ٹیکس کی ضرورت کے برابر ہونی چاہیے- ایسا نہ ہو کہ کسی ضرورت کے لیے ایک مرتبہ ٹیکس عائد کیا گیا تو وہ دائمی صورت اختیار کر گیا اور اب اس پر نظر ثانی نہیں ہو سکتی-

3-استطاعت کا لحاظ: ٹیکسوں کا اطلاق لوگوں کی ٹیکس دینے کی صلاحیت کے مطابق ہو- اس طرح غربا پر ٹیکس عائد نہیں کیے جا سکتے، صرف اُمرا پر ان کا اطلاق کیا جائے گا- یہ قرین انصاف بھی ہے اور مساوات کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے- غیر مساوی لوگوں میں برابری کرنا مساوات نہیں ہے- بالواسطہ ٹیکسوں کا بار اُمرا و غربا دونوں پر پڑتا ہے- اس سے غربا بھی متاثر ہوتے ہیں اور اسلامی معیشت کے مقاصد کا حصول بھی نسبتاً مشکل ہو جاتا ہے- اس لیے بلاواسطہ ٹیکس زیادہ قرین انصاف نظر آتے ہیں- البتہ اشیاے تعیش پر بالواسطہ ٹیکسوں کا نفاذ کیا جا سکتا ہے- ٹیکسوں کی نوعیت کا تعین اسلامی ریاست ہی کو کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں مقاصد شریعہ کو سامنے رکھنا چاہیے-

4-سہولت کا لحاظ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹیکس دہندہ کو ٹیکس کی تشخیص میں ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے اور اس کو مشکلات میں مبتلا نہ کیا جائے، نیز ٹیکس کی وصولی میں بھی نرمی کا برتاو کیا جائے- اسی طرح وصول شدہ ٹیکسوں کو استعمال کرتے ہوئے بھی میانہ روی کو اختیار کیا جائے-

ٹیکس کے بارے میں مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں:

1. اسلامی ریاست کو زکات اور صدقات واجبہ کے علاوہ بھی ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے-
2. یہ زائد ٹیکس اس وقت لگا سکتی ہے جب باقاعدہ شریف ٹیکسوں اور حکومت کے اپنے پیداواری اور دیگر ذرائع آمدنی سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی شرعی فلاحی ضروریات کو کافی ہو-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3. جنگ تحت سیلاب زلزلہ اور دیگر ہنگامی حالات میں حکومت اغنیا پر ٹیکس لگا کر اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضروریات پوری کر سکتی ہے۔

4. ایسے زائد ٹیکس دائمی نہیں عارضی ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی

سوال نمبر 1- اسلام میں ٹیکس کے تصور کی شرعی حیثیت پر نوٹ لکھیں-

سوال نمبر 2- زکات اور واجب صدقات کے علاوہ ٹیکس لگانے کا حکومتی حق کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں-

سوال نمبر 3- ٹیکس عائد کرنے سے متعلق اسلامی اصول بیان کریں-

ماخذ و مصادر

- اسلام کا نظام محاصل، ڈاکٹر نور محمد غفاری
- قرآن کی معاشی تعلیمات، سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 8

جدید معاشی مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 276
یونٹ کے مقاصد 276
1-سودی اور غیر سودی معیشت 277
1.1-روایتی معیشت کا جائزہ 277
1.2-سرمایہ دارانہ معیشت 279
2-سودی معیشت کا حل 280
3-اسلامی مالیاتی ادارہ: اصولی ذمہ داریاں 281
3.1-کھاتہ دار اسلامی مالیاتی ادارے کے فرائض وخدمات 281
4-متوازی اسلامی مالیاتی ادارہ 282
4.1-ابتدائی مالی وسائل برائے متوازی مالیاتی ادارہ 284
4.2-متوازی مالیاتی ادارے کی ذمہ داریاں (Liabilities) 285
4.3-متوازی مالیاتی ادارہ: کھاتوں کی تفصیل (Accounts in Detail) 285
4.3.1-کرنٹ اکاؤنٹ 285
4.3.2-قرض حسن اکاؤنٹ 286
4.3.3-شراکتی اکاؤنٹ 286
4.3.4-بچت اکاؤنٹ 286
4.4-متوازی مالیاتی ادارے کی دیگر ذمہ داریاں 287
4.4.1-بیت المال فنڈ 288
4.4.2-اوقاف فنڈ 289

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.4.3-حج فنڈ 289
4.4.4- کمیٹی فنڈ 290
4.4.5-موسمی فنڈ 291
4.5-متوازی مالیاتی ادارے کے لیے وسائل کی فراہمی 292
4.5.1-مالی وسائل 293
4.5.2-وسائل کے استعمال کا طریقہ 296
4.5.2.1- قرض حسنہ کا استعمال 297
4.5.2.2-شراکت کا استعمال 298
4.5.2.3-زکات، خیرات، انفاق فنڈ کا استعمال 299
4.5.3-فنڈ کا بہ راہ راست استعمال 300
4.6-دیگر مالیاتی اداروں سے تعلقات 302
4.7-چھوٹے پیمانے سے آغاز 303
5-اسلامی نظام کے نفاذ کی صورت میں قائم مالیاتی ادارے 304
6-نظامِ احتساب 305
6.1-معاشی سرگرمیوں میں احتساب کا دائرہ کار 306
6.2- محتسب کی خصوصیات 308
6.2.1-اللہ کا تقویٰ 308
6.2.2-حسن اخلاق 308
6.2.3-احتساب سے واقفیت 309
خود آزمائی 309
ماخذ و مصادر 310

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

گذشتہ یونٹس میں ہم اسلام کے معاشی نظام سے اصولی آگاہی حاصل کر چکے ہیں، مثلاً: حلال و حرام، قانونِ محنت و اجرت، زرعی نظام اور نظامِ محاصل اور اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں وغیرہ- اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کے دور کے معاشی مسائل کیا ہیں اور اسلام ان کا کیا حل پیش کرتا ہے؟ جدید دور میں سب سے بڑا مسئلہ سود کا نظام ہے جس نے ساری دنیا کو گھیر رکھا ہے- عالمی مالیاتی ادارے اسی بنیاد پر چلتے ہیں اور ان سے منسلک دنیا کے ڈیڑھ سو سے زیادہ ممالک بھی اپنے نظام کو سودی بنیادوں پر استوار کیے ہوئے ہیں- دنیا میں معاشیات کے مضمون کا تناظر (Perspective) سود کے گرد گھومتا ہے- اس لحاظ سے یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے، جو درپیش ہے- اسلامی معاشیات کو سودی معاشیات کا متبادل پیش کرنا ہے- زیر نظر یونٹ میں بنیادی استفادہ محمد یونس قادری کی کتاب بینکاری کا اسلامی متبادل سے کیا گیا ہے جس کے تحت سودی معیشت کے متوازی اسلامی مالیاتی اداروں کا ڈھانچا نیز نفاذ اسلام کی صورت میں حکومتی سطح پر اسلامی مالیاتی اداروں کے خدوخال واضح کیے گئے ہیں- بے روزگاری اور غربت دوسرا بڑا مسئلہ ہے جس کا جائزہ یونٹ 9: پاکستان کے معاشی مسائل اور ان کا حل میں لیا جائے گا- ترقی پذیر ممالک کے ساتھ اب ترقی یافتہ ممالک بھی اس سے خاطر خواہ متاثر ہو رہے ہیں- ایک اور اہم مسئلہ نظامِ احتساب کا ہے- سودی معیشت میں معاشرے میں دولت کا ارتکاز انھی سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہونے کے ساتھ ساتھ سرمایہ دار رفتہ رفتہ احتساب کی زَد سے آزاد ہوتے چلے جاتے ہیں- اس یونٹ میں ہم انھی جدید مسائل پر بات کریں گے-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ اسلامی تناظر میں:

1- یہ جان سکیں کہ قدیم روایتی اور سودی معیشت میں معاشی نظام کیسے چلتا ہے؟
2- سودی نظام کے متبادل نظام کے خدوخال اجاگر سکیں-
3- اس سے واقف ہو سکیں کہ مالیاتی نظام کی اصلاح کن خطوط پر ممکن ہے؟
4- یہ بتلا سکیں کہ دورِ جدید میں نظام احتساب کو یک ساں طور پر کیسے لاگو کیا جائے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-سودی اور غیر سودی معیشت

سودی معیشت کے مسئلے کے حل کے لیے ہمیں سرمایہ دارانہ سودی دور سے پیچھے جا کر دیکھنا ہو گا کہ اس سے پہلے غیر سودی معیشت کیسے کام کیا کرتی تھی- اس سلسلے میں یہ سوال سب سے اہم ہے کہ سرمایہ داری سے پہلے کر نسی کن بنیادوں پر تشکیل پاتی تھی- اگر ہم پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو ہم کو مغلیہ دور میں جانا ہو گا کہ اس دور میں کر نسی کن بنیادوں تشکیل پاتی ہے-

1.1-روایتی معیشت کا جائزہ

سب سے پہلے ایک سادہ معیشت کا خاکہ 1 کی مدد سے جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں- اس معیشت میں اگر فی الحال حکومت اور بقایا دنیا اور بچت کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہم خاکہ 1 کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں کہ ایک گھرانہ اپنی آمدنی اور صرف کے لیے سب سے پہلے اپنی مزدوری کو آمدنی کے عوض بیچتا ہے یا خود بہ حیثیت کاروباری منافع حاصل کرتا ہے اور اگر کوئی زمین ہو تو اس پر کرایا وصول کرتا ہے-

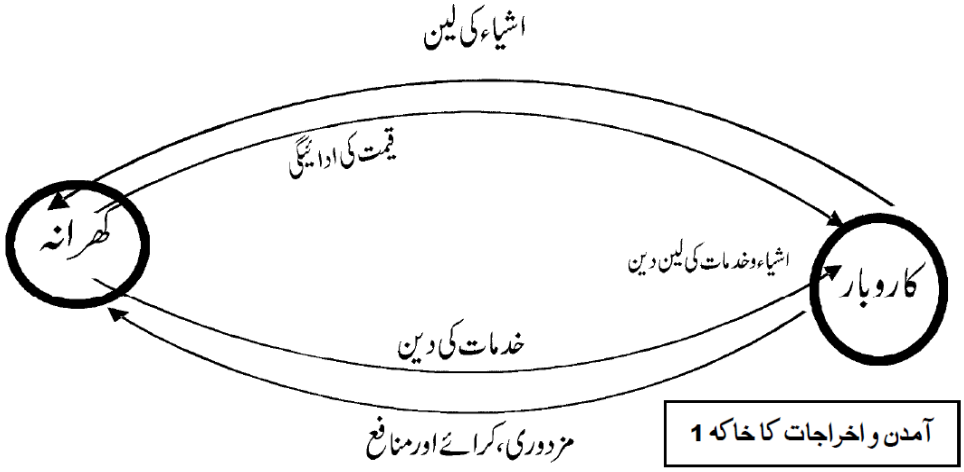

آمدن و اخراجات کا خاکہ 1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس طرح آمدنی برابر ہوئی مزدوری، کرایے اور منافع کے- اگر کاروباری فریق اور گھرانہ کوئی بچت نہیں کرتے- کل اخراجات برابر ہوئے گھرانے کے خرچ کے اور یہ بھی برابر ہوئے مزدوری اور منافع کے کہ کاروباری فریق نے جو اشیا بیچیں، اس سے جو آمدنی ہوئی اس کا ایک حصہ اس نے مزوری، کرایے اور منافع کی صورت میں دیا- اس طرح اس سادہ سے معاشرے میں اگر خرچ 1000 روپے ہے، جس سے کاروبار سے 1000 روپے کی اشیا خریدی جاتی ہیں تو یہ رقم اس کاروباری فریق کے پاس پہنچ جاتی ہے- وہ اس 1000 روپے میں سے 800 روپے کی مزدوری، 100 روپے کا کرایا اور 200 روپے کا منافع ادا کرتا ہے- مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ 1000 روپے کہاں سے آئے؟ 1000 روپے یا تو مرکزی مالیاتی ادارے نے جاری کیے، اتنے جتنی کہ اس معاشرہ کی ضرورت ہوگی یا پھر طلائی اور نقرئی سکے ہوں گے جس کی مالیت حکومت یا ریاست طے کرے گی- **زر کی ترسیل کا مقصد اس معاشرہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ اشیا کو خریدا اور بیچا جاس کے- زر دراصل ترسیل کا ذریعہ قبول ہوتا ہے- اس معاشرے میں زر کی خرید و فروخت نہیں ہوتی چاہے خواہ یہ دھاتی کرنسی کیوں نہ ہو-**

یہ سوال سب سے اہم ہے کہ سرمایہ داری سے پہلے کرنسی کن بنیادوں پر تشکیل پاتی تھی- اگر ہم پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو ہم کو مغلیہ دور میں جانا ہوگا کہ اس دور میں کرنسی کن بنیادوں تشکیل پاتی ہے-

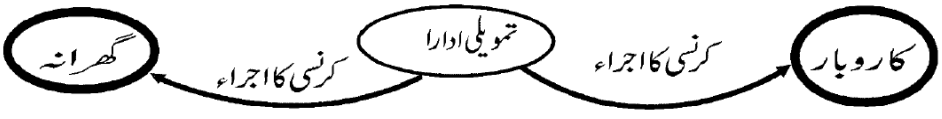

خاکہ 2

خاکہ 2 میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پہلے دور میں مالیاتی ادارے کی ضرورت بہت محدود ہوتی ہے وہ صرف کرنسی کے اِجرا اور اس کی ترسیل کا ذمہ دار ہوتا اور وہ ذمہ داری بھی ریاست کے ایک ادارے کی صورت میں ادا کرتا ہے- اس زر کی ضرورت میں تب ہی اضافہ ہوگا جب آبادی میں اضافہ ہو، قیمتوں میں اضافہ ہو یا پھر لوگوں کے طرزِ زندگی میں تبدیلی واقع ہو-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آبادی میں اضافہ برسوں میں ہوتا ہے اس کے ساتھ اموات میں اضافہ بھی ہوتا ہے، اس لیے ایک روایتی معاشرے میں آبادی میں اضافہ کا تناسب بہت زیادہ نہیں بڑھتا- قیمتوں میں بھی برسوں میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے-چوں کہ لوگوں میں حرص و طمع کم ہوتی ہے-لوگوں کا طرز زندگی بھی غیر ترقی یافتہ معاشروں میں بہت مشکل سے تبدیل ہوتا ہے اور اس میں برسوں لگتے ہیں-اس نقطہ نگاہ سے مزدوری ، منافع میں بہت معمولی تبدیلی نہ ہونے کے برابر آسکتی ہے اسی وجہ سے خرچ میں اضافہ بھی معمولی نوعیت کا ہو سکتا ہے-

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک روایتی معاشرہ میں حکومت اور بقایا دنیا کے آنے سے اس خاکے میں کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے-

حکومت کا کردار اس سادہ معیشت میں مالی لحاظ سے یہ ہے کہ وہ اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کاروبار پر ٹیکس لگاتی ہے جس کو بیت المال کے ذریعہ ضرورت مندوں اور اپنے اخراجات کے لیے ادائیگی پر خرچ کرتی ہے-دیگر دنیا سے درآمداد اور برآمداد زیادہ تر کاروباری ضرورت کے لیے ہوتی ہے اس لیے وہ ہی اس کی ادائیگی اور وصولی کا ذمہ دار ہوتا ہے-اس پورے نظام میں مالیاتی ادارے کا کردار صرف کرنسی کی حد تک ہے کہ وہ کرنسی کے اجراء کا ضامن ہو گا- قرض کا لین دین نجی پیمانے پر معاشرے میں جاری رہتا ہے وہ بھی بہت محدود پیمانے پر اس کے لیے کوئی باقاعدہ ادارے کی ضرورت نہیں ہوتی- محدود وسائل پر پیداوار ہوتی ہے جو کہ اس معاشرہ کی محدود ضروریات کو پورا کرتی ہے-مالیاتی نظام (Financial system)کی ضرورت رہتی ہے کہ حکومت کو اپنے اخراجات پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے-مگر زری پالیسی محدود ہوتی سوائے کرنسی کے اجراء اور ترسیل کے اس کے کوئی اور فرائض نہیں ہوتے-

1.2-سرمایہ دارانہ معیشت

کیپٹل ازم میں اس نظام میں جو مخصوص تبدیلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کا طرزِ معاشرت بدل جاتا ہے-وہ خواہشات کے پجاری بن جاتے ہیں- ان کی بڑھتی ہوئی خواہشات موجودہ وسائل سے پوری نہیں ہوتیں تو ان کو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وسائل میں توسیع کے لیے پیداور کو وسعت دینی پڑتی ہے- نئے وسائل کے لیے بڑے پیمانے پر بچتوں (Savings)کی ضرورت ہوتی ہے-اس جدید معاشرے کی ادارتی صف بندی(Institutional manner) تبدیل ہو جاتی ہے - پہلے محدود ضروریات کو پورا کرنا مقصود تھا، اب لامحدود خواہشات کو پورا کرنا مقصود بن گیا- لامحدود خواہشات لامحدود منافع! یہ اس معاشرے کے اوصاف بن گئے-

لامحدود منافع کے لیے جس ادارے کی اہمیت بہت محدود تھی، اس کی اہمیت بڑھ گئی یعنی مالیاتی اداروں کی ضرورت کہ وہ اس بڑھتی ہوتی خواہشات اور پیداوار کے لیے قرضوں کا اِجرا کریں- قرضوں میں اضافہ ہوا تو لوگوں کی بچتوں کی ضرورت پیدا ہوئی- اس کے لیے ان کو لالچ دیا گیا کہ ان کی بچتوں پر محدود مدت بعد اضافہ کر کے دیا جائے گا- مذہبی معاشرے میں اس کو سود سے تعبیر کرتے ہیں، جس کی ممانعت تھی- جدید معاشرے میں مذہب کو بالاے طاق رکھ کر اس کو قبول کر لیا گیا- **مالیاتی اداروں میں بینک کا وجود قائم ہوا- جس کا کام یہ ہوا کہ وہ لوگوں سے بچت لے کر اس کو زیادہ سود پر قرض داروں کو سرمایہ کاری یا خرچ کے لیے دے سکیں** جو لوگوں کی ضرورت کے لیے خرچ تھا وہ "خواہشات کو پورا کرنے کے لیے چیزوں کا استعمال" بن گیا- پیداواری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہونے والی دولت سرمایہ Capital بن گئی- سرمایہ: ایسی دولت جو کہ خود اپنے اضافے کے لیے جمع کی جائے-

2-سودی معیشت کا حل

متبادل غیر سودی نظام کو دو قسم کے حالات در پیش ہو سکتے ہیں- پہلی صورت اسلامی نظام کے نفاذ کی صورت ہے-اس صورت میں ایک مکمل اسلامی معاشی نظام اپنی پوری آزادی اور خود مختاری کے ساتھ غیر سودی معیشت تشکیل دے گا اور اسلامی معاشرے اور حکومت کے دیگر مدد گار عناصر کے ساتھ مل کر کام کرے گا- دوسری صورت میں حکومت سے الگ تھلگ رہتے ہوئے سودی معیشت سے الگ ایک غیر سودی مالیاتی نظام کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے گی جس میں رضاکارانہ بنیادوں پر لوگ شامل ہوں گے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی مالیاتی نظام نہ صرف سود کو مسترد کرنے والا ہونا چاہیے بل کہ ارتکاز، حرص وحسد جیسے جذبات کا قلع قمع بھی اس کی اولین ترجیح ہوتی ہے- دوسری طرف یہ سسٹم انفاق فی سبیل اللہ کو پروان چڑھائے گا-ہر اسلامی کاروباری فریق جب بھی بڑے پیمانے پر اپنے کاروبار کو وسعت دینا چاہتا ہے، اس کے لیے اسے سرمایے کی اشد ضرورت ہوتی ہے-اس لیے ہم ایسے وسائل (Tools) کے متلاشی ہیں جو کہ:

1. سود اور اس کے متبادل فائنانشل آلات سے پاک ہوں-
2. سودی بینکوں سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو-
3. ایسی دولت ہو جو اسلامی معاشرت اور تہذیب کے فروغ کی ضامن ہو-جائز دولت ہو سود، سٹہ سے پاک ہو-

3-اسلامی مالیاتی ادارہ: اصولی ذمہ داریاں

اسلامی بینکوں کی جگہ ہم اسلامی مالیاتی اداروں (Islamic Financial Institutions) کی اصطلاح استعمال کریں گے-پہلے ہم اسلامی مالیاتی ادارے کے فرائض، اس کی بیلنس شیٹ جس میں اس کی ذمہ داریاں اور اثاثوں کو دیکھیں گے-پھر اس کے فرائض، اثاثوں اور ذمہ داریوں سے متعلق جائزہ پیش کریں گے-

3.1-کھاتہ دار اسلامی مالیاتی ادارے کے فرائض وخدمات

اول: سرمایہ دارانہ نظام کے بالمقابل مالیاتی اداروں کے قیام کو ممکن بنانا-

دوم: مکمل طور پر ان اداروں کا نظام اہلِ علم کے ہاتھ میں ہو-

سوم: ان اداروں کا بنیادی مقصد دین ہو، باقی کام ثانوی حیثیت کے حامل ہوں-

چہارم: یہ ادارے ثالثی ادارے ہوں گے جو کہ اسلامی کاروباری طبقے اور اسلامی وسائل کے فراہم کاروں کے درمیان صرف ثانوی حیثیت کے حامل ہوں گے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پنجم: یہ ادارے نجی طور پر منافع کمانے والے نہ ہوں گے بل کہ وہ یہ خدمت " باہمی امداد" کے اصول کے تحت کریں گے- یہ اسی طرح کا ادارہ ہو گا جیسا کہ آج کل فوج کا ادارہ ہے وہ کسی منافع اور نفع کی خاطر خدمات سر انجام نہیں دیتے بل کہ ملکی ضرورت کے تحت کام کرتے ہیں- البتہ اس خدمت کے تحت اپنا حق بطور تنخواہ لینے کے اہل ہوں گے-

ششم: یہ ادارے عام مسلمانوں کی کچھ رقم کھاتوں میں رکھنے کا حق رکھیں گے جو کہ شریعت کی روشنی میں علماء کرام صلاح و مشورے سے طے کریں گے- ہر کام میں شریعت کو منافع پر فوقیت ہو گی-

ہفتم: یہ ادارے ان جمع شدہ رقوم کو قرض حسنہ، مشارکت کے اصول کے تحت آگے فراہم کریں گے-

ہشتم : دیگر خدمات میں یہ ادارے زکوۃ اور صدقات کے نظام کو بہ حسن و خوبی سر انجام دے سکیں گے- مستحقین تک رقم پہنچانا انھی کی ذمہ داریوں میں شامل ہو گا-

اب سودی نظام کی موجودگی میں متوازی اسلامی مالیاتی ادارے کا ڈھانچہ پیش کیا جاتا ہے-

4- متوازی اسلامی مالیاتی ادارہ

سودی نظام کی موجودگی میں اسلامی مالیاتی ادارے کو ہم 'متوازی اسلامی مالیاتی ادارہ' کا نام دیتے ہیں- یہ مالیاتی ادارے اسلامی گروہوں یا جماعتوں کے تحت پبلک سیکٹر کے طرز پر کام کریں گے- یہ جماعتیں ایک کونسل برائے اسلامی مالیاتی ادارہ قائم کریں گی- یہ کونسل دو گروہوں پر مشتمل ہو گی:

پہلا گروہ- سپریم کونسل: یہ علما اور فقہاے کرام پر مشتمل ہو گا- اس کونسل میں شامل علماے کرام تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہوں گے تا کہ مسلکی اختلافات کے علی الرغم یہ خالص اسلامی سوچ کا حامل ادارہ ہو- یہ کونسل اپنا ایک متفقہ سربراہ کا چناو کرے گی جو کہ اس کونسل برائے مالیاتی ادارے کا سربراہ ہو گا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا گروہ-دین دار ماہرین معاشیات: اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان افراد کا تعلق بین الاقوامی مالیاتی اداروں یا غیر ملکی بینکوں سے نہ ہو-یہ افراد اس خیال سے متفق ہوں کہ اسلامی مالیاتی نظام کا قیام سرمایہ داری کے تحت ناممکن ہے-

اس مالیاتی ادارہ کا چوں کہ ڈھانچا موجود نہیں ہے، اس لیے اس کی شروعات وہاں کی جائیں گی جہاں ممکن ہو اور جس کی سفارش کونسل کرے-

متوازی مالیاتی ادارے کی شاخیں، مدارس و مساجد میں قائم کی جائیں-یہ ادارے اسٹیٹ بینک سے منسلک نہیں ہوں گے-اس لیے یہ اپنا ایک مرکزی مالیاتی ادارہ قائم کریں گے جو کہ مالیاتی اداروں کی تمام شاخوں کی نگہ داشت اور رہ نمائی کرے گا-اس کا آفس بھی کسی بھی بڑے شہر کی مسجد یا بڑے مدرسے میں ہونا چاہیے یا جہاں ممکن ہو-

مدارس کے تحت آخری سال کے طلبہ کو تربیت و تعلیم اس مالیاتی ادارے سے متعلق دی جائے گی اور اس کورس مکمل کرنے کے بعد طلبہ کو عملی تربیت کا چھے ماہ کا پروگرام بھی رکھا جائے گا-اس طرح مدارس کے یہ طلبہ آیندہ آنے والے وقتوں میں اس ادارے کے مکمل امور خود سنبھالیں گے اور اس مالیاتی ادارہ کا ماحول خالص مدرسہ کا ماحول بن جائے گا-مدارس و مساجد کا سادہ اور شریعت کا پابند ماحول عام مسلمانوں کے لیے مانوس ہو گا اور وہ اپنی جمع پونجی کو ثواب کی نیت سے ان اداروں میں رکھیں گے اور کم منافع پر راضی رہیں گے-

چوں کہ اس ادارے کے قیام کا مقصد ہی عام مسلمانوں کو سرمایہ دارانہ نظام سے نکال کر اسلامی نظام میں لانا ہے، ان کے حلال مال کو اسلامی کاروبار کے فروغ اور غلبہ اسلام کے لیے استعمال کرنا ہے-سرمایہ داری جیسا کہ ہم نے دیکھا اپنا فروغ اور اظہار مالیاتی اداروں کے تحت کرتی ہے-سرمایے کی بڑھوتری برائے بڑھوتری جب ہی ممکن ہے جب سرمایہ کاری کو پیداوار سے الگ کر دیا جائے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سود، سٹہ، قمار بازی کی بنیاد پر زر اور سرمایے کی خرید و فروخت ان ہی مالیاتی سیکٹر (Financial Sector) میں ممکن ہے- اس مالیاتی ادارے کی اصل ذمہ داری یہ ہی ہو گی کہ یہ درج بالا سرمایہ داری کے عوامل کو پنپنے نہ دیں- یہ جب ہی ممکن ہے جب مالیاتی اداروں کا تعلق پیداوار سے ہو کہ وہ زر کو سرمایہ بننے سے روکیں- اس طرح کہ زر کی خرید و فروخت ختم ہو جائے اور زر اشیا کے لیے ذریعہ مبادلہ کا کام سر انجام دے- اسی کام کو کرنے کے لیے اسلامی مالیاتی ادارہ کی داغ بیل ڈالنا لازمی ہے- یہ مالیاتی ادارہ ایک ثالثی ادارہ ہو گا جو کہ عام مسلمانوں کے حلال مال کو جمع کر کے اس کو حلال کاروبار یا جائز صرف پر لگائے گا اور کاروباری حضرات یا عام مسلمانوں کو بہ طور قرض، شراکت، بیع کے اصول کے تحت رقوم فراہم کرے گا- اس کام کا وہ کوئی نفع حاصل نہیں کرے گا - البتہ وہ حق خدمت جو کہ واقعی اخراجات پر مبنی ہو لینے کا مجاز ہو گا-

4.1- ابتدائی مالی وسائل برائے متوازی مالیاتی ادارہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بغیر ریاست کے اس کام کی ذمہ داری تو اسلامی گروہوں یا جماعتوں نے قبول کر لی مگر اس ادارے کے قیام ے لیے وسائل کہاں سے آئیں گے جب کہ یہ کام بغیر منافع کے کیا جائے گا؟ پاکستان جہاں پر لوگ اپنی آمدن کا ایک بڑا حصّہ اسلامی، دینی کاموں پر خرچ کرتے ہیں؛ مدارس اور مساجد کی ایک بڑی تعداد جہاں لاکھوں بچے بغیر فیس کے کھانے اور رہایش کی سہولیات کے ساتھ اسلامی تعلیم حاصل کر رہے ہیں- یہ ادارے قیام پاکستان سے لے کر اب تک اپنے وسائل کے لیے کبھی بھی حکومت کے دستِ نگر نہیں رہے - اسلامی ادارے جب بھی چندہ کرتے ہیں تو مسلمانان پاکستان دل کھول کر ان کی مدد کرتے ہیں- اسی طرح جب دینی گروہ یا جماعتیں اس ادارے کے قیام کے لیے چندے کی اپیل کریں گی تو پھر اس ادارے کو اپنے قیام کے لیے وسائل کی کمی نہیں ہو گی- ابتدائی وسائل کے دو ذرایع ہو سکتے ہیں: ایک چندہ دوسرا قرض حسن- ابتدائی طور پر ایک سال کے فنڈز جمع ہونے کے بعد اس ادارے کی بنیاد رکھی جائے گا -چوں کہ یہ اپنے اخراجات کے لیے حق خدمت (Services charges) لے گا؛ اس کے علاوہ دیگر وہ خدمات بھی دے گا جن کے وہ چارجز (Charges) بھی لے گا- اس لیے ابتدائی فنڈ کی فراہمی کے بعد یہ ادارہ خود کفیل ہو جائے گا- چوں کہ یہ ادارہ بلا منافع کام کرے گا اس لیے اس میں شراکت نہیں کی جا سکتی؛ قرض اور چندہ کی رقم سے یہ ادارہ قائم کیا جائے گا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.2-متوازی مالیاتی ادارے کی ذمہ داریاں(Liabilities)

اسلامی معیشت دان اور فقہاے کرام موجودہ دور میں اسلامی بینکوں کے لیے بہت سے مالی وسائل حاصل کرنے کے ذرایع بتاتے ہیں جو کہ اس بینک کے ذمہ داری ہوتی ہے-اسلامی بینک قرض حسن، شراکت و بیع کے ذریعے وسائل حاصل کرتے ہیں-اب ہم دیکھتے ہی کہ پاکستان میں ہم کون کون سے ذرایع کن حالات میں استعمال کرسکتے ہیں-کسی بھی مالیاتی ادارے کے لیے مالی وسائل کا زیادہ انحصار کھاتے داروں سے وصول کی گئی رقموں پر ہوتا ہے-ان رقوم کو کن کن کھاتوں میں رکھا جائے گا-اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

4.3-متوازی مالیاتی ادارہ: کھاتوں کی تفصیل(Accounts in Detail)

1-کرنٹ اکاؤنٹ 2-قرض حسنہ اکاؤنٹ 3-شراکتی اکاؤنٹ 4- بیع خرید وفروخت و کرایہ اکاؤنٹ 5-دیگر اکاؤنٹس

4.3.1-کرنٹ اکاؤنٹ

کرنٹ اکاؤنٹس میں جمع رقوم امانت تصور کی جائیں گی-جو کہ پوری کی پوری مالیاتی اداروں میں محفوظ رہیں گی-ان کھاتے میں جمع رقوم عام طور پر کاروباری حضرات یا اہل ثروت حضرات رکھتے ہیں جن کا مقصد ان رقوم کی حفاظت اور چیک کے ذریعے ادایگی ہوتی ہے-تنخواہ اکاؤنٹس، جیسے مدارس کے اساتذہ کی تنخواہیں زیادہ تر اسی اکاؤنٹ میں جمع ہوں گی-ان اکاؤنٹس کو کھولنے کا طریقہ وہی ہو گا جو کہ عام بینکوں میں رائج ہے-اسی طرح کھاتے داروں کو چیک بک جاری کر دی جائے تا کہ وہ جب چاہے اپنی رقم چیک کے ذریعہ نکلوا سکیں-ان کا حق خدمت چیک کے ذریعے منہا کیا جاسکتا ہے-پاکستان کے حالات جہاں پر آپ کا مال غیر محفوظ ہو، جہاں حکومت عوام کو تحفظ پہچاننے سے قاصر ہو، اس صورت حال میں جاری کھاتوں میں وہ لوگ بھی اپنی رقوم رکھوائیں گے جو کہ اس رقم کو کچھ عرصے بعد استعمال کے خواہش مند ہوں گے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.3.2- قرض حسن اکاؤنٹ

اس میں رکھی ہوئی رقوم قرض حسنہ تصور کی جائیں گی- یہ ادارہ کتنے فی صد اپنے پاس محفوظات (Reserve) کے طور پر رکھتا ہے اور کتنا فی صد بہ طور قرض دے گا- اس کا فیصلہ کمیٹی کے افراد علماے کرام کے مشورے سے ناگزیر ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کریں گے-

4.3.3- شراکتی اکاؤنٹ

جیسا کہ اسلامی مالیاتی نظام میں شراکت کے دو اصول وضع کیے گئے ہیں: ایک مشارکت اور دوسرا مضاربت، پاکستان میں اسلامی مالیاتی کھاتہ دار ادارہ شراکتی کھاتوں میں دونوں کھاتوں کو علاحدہ علاحدہ کھولے گا تاکہ کاروباری حضرات سے شراکت کے وقت ان کے ساتھ مشارکت اور مضاربت کے معاہدوں میں مال کی آمیزش نہ ہو جائے- مضاربت کھاتوں سے مضاربت کے لیے وسائل مہیا کیے جائیں گے اور مشارکت کھاتوں سے مشارکت کے لیے وسائل مہیا کیے جائیں گے- ہمارا ماڈل چوں کہ ارشاد اور اطاعت کے تحت اسلامی جماعتوں کی سرپرستی میں قائم ہے- یہ نظام ان ہی مسلمانوں کے لیے جو کہ اس اطاعت کے نظام سے منسلک ہیں- اس لیے بر خلاف اسلامی معیشت دانوں کے ماڈل کے یہاں پر رقم رکھنے اور رقم وصول کرنے والوں کو یہ کوئی دشواری نہیں ہو گی کہ وہ کس کھاتے میں رقم رکھیں اور کس کے تحت رقم حاصل کریں- جو طریقہ کار اسلامی مالیاتی ادارے متعین کریں گے، سب اس کی اطاعت کریں گے- کس مد میں رقم جمع کرنے کی ضرورت ہے اور کون سے مالیاتی آلات کا استعمال امت کے لیے سود مند ہے، اس کا فیصلہ نہ ہی کھاتے داری اور نہ ہی اسلامی کاروباری حضرات کریں گے؛ یہ فیصلہ تو مرکزی مالیاتی ادارہ خود کرے گا-

4.3.4- بیع اکاؤنٹ

بیع کھاتوں کے لیے تجویز یہ ہے کہ ان کا استعمال بالکل نہ کیا جائے- جیسا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ نے اس کو سود کو پچھلے دروازے سے داخل کرنے کا سبب تجویز کیا ہے- اس کو صرف بہ حالت مجبوری استعمال کا مشورہ دیا ہے- چوں کہ ہمارے ماڈل میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے م اس لیے اس کے استعمال کو بالکل ترک کیا جائے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درج بالا امور کا ایک رائج طریقہ تجویز کیا گیا ہے جو کہ حتمی نہیں ہے بل کہ حتمی فیصلہ کونسل کرے گی جس کے فیصلے کی اطاعت لازمی ہو گی - اسلامی مالیاتی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر نظام اطاعت، بھروسا اور بھائی چارگی پر قائم ہوتا ہے - جب کہ آخر الذکر نظام لالچ، حسد، شک، حرص پر مبنی ہوتا ہے - اسلامی مالیاتی نظام سے وابستہ دونوں کھاتے دار اور مالی وسائل کے استعمال کرنے والے علماے کرام پر بھروسا کر کے ان کے ہر فیصلے کی توثیق کریں گے - اس لیے یہ مالیاتی نظام بغیر علماے کرام کی عملی سرپرستی کے صحیح اسلامی روح سے خالی رہے گا - یہ مالیاتی نظام اسی معنی میں موجودہ سرمایہ دارانہ نظام فائنانسنگ (Financing) کا متبادل ہو گا کہ نہ صرف یہ سود سے عاری ہو گا بل کہ یہ دعوت و ارشاد سے منسلک ایک ایسا روحانی نظام ہو گا جس کا اصل ہدف نفع کی بڑھوتری (Profit maximization) نہیں ہو گا بل کہ قلیل نفع کو ترجیح دی جائے گی - انفاق کے جذبات کی بہ دولت ایسے پروجیکٹ پر بھی وسائل مہیا ہوں گے جو کہ مسلمانوں کی ضروریات کے لیے اہم مگر منافع کے اعتبار سے کم ہوں گے، جیسے مدارس، مساجد، خانقاہوں کی تعمیر - اوپر دیے گئے رجحان میں جس قدر اضافہ ہو گا، اتنا ہی یہ مالیاتی نظام ایک روحانی نظام بن جائے گا اور پھر مضاربت اور مشارکت کے تحت شراکت کا مسئلہ نہیں رہے گا - جو علماے کرام پاکستان میں بہتر سرمایہ کاری تصور پیش کریں گے، عام مسلمان اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو قبول کریں گے - اگر ہم نے ان اداروں میں مسلمانوں کی خواہشات کو منافع محض کی خواہشات سے دور نہیں کیا تو پھر یہ خواہش ہی سود کو پچھلے دروازہ سے داخل ہونے کا موقع دے گی -

4.4- متوازی مالیاتی ادارے کی دیگر ذمہ داریاں

متوازی مالیاتی ادارہ بیت المال اور اوقاف کی کمی کو پورا کرے گا - پاکستان میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں لوگ دینی رجحانات کے تحت زکات، خیرات، صدقات میں اپنی آمدنی کا کافی حصّہ خرچ کرتے ہیں - انھی رجحانات کے سبب حکومتی اعانت کے بغیر پاکستان میں مدارس، مساجد اور فلاحی ادارے کام کر رہے ہیں - مخیر حضرات کی اعانت سے چلنے والے یہ ادارے نہ صرف حکومت کے اخراجات کو بچاتے ہیں بل کہ یہ نادار طلبہ کی تعلیمی ضروریات، کھانے پینے، لباس کو بھی پورا کرتے ہیں - چوں کہ ان اسلامی اداروں کے پاس فنڈز کے حصول کے یہ ذرایع غیر حتمی اور غیر معتبر ہوتے ہیں اس لیے ان پر مکمل بھروسا طویل مدت تک بہت خطرناک ہے - اسلامی اداروں کے استحکام اور ان کو مستقلاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فنڈز کی فراہمی کے لیے تجویز دی جاتی ہے کہ یہ مالیاتی ادارہ ان فنڈز کے حصول کے لیے زکات اور صدقات و خیرات کو استعمال کرے۔

4.4.1- بیت المال فنڈ

اس سلسلے میں ماہرینِ اسلامی معاشیات نے یہ تجویز بھی دی ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارہ اس فنڈ کے تحت رقوم کو بہ طور چندہ وصول کرے۔ ان رقوم کے دو حصے کرے: ایک فوری ضرورت کے لیے ہو تو دوسرا مستقل اس فنڈ میں اضافے کے لیے ہو۔ ان رقوم کو یہ ادارہ اس طرح منافع بخش مقاصد میں استعمال کرے کہ ان میں مستقلاً اضافہ ہو۔ اس فنڈ کی ضرورت ان مالیاتی اداروں کے تحت اس لیے ضروری ہے کہ:

اوّل: یہ کہ ان کی شاخیں ملک بھر میں ہوں گی، اس لیے اس کو جمع کرنا نہایت سہل ہو گا۔ کوئی بھی شخص اپنی قریبی شاخ میں ان رقوم کو بہ طور چندہ دے گا۔ یہ چندہ اس بھروسے پر دیا جائے گا کہ اس کا استعمال اس ادارے کی صواب دید پر ہو گا کہ اس کو جس جگہ استعمال کرے۔

دوم: پاکستان میں حکومتی سطح پر بیت المال کا نظام نہایت ناقص حالت میں ہے۔ اس لیے اس پر بھروسا عام مسلمانوں کا نہیں ہے۔ مسلمانانِ پاکستان اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے جو بھی انفاق کرتے ہیں، ان کا یا تو انفرادی طور پر انتظام کرتے ہیں، ورنہ ملک بھر میں قائم دینی اور فلاحی ادارے ان کو منظم کیے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں قائم یہ نظام جہاں غیر مربوط طریقہ سے اپنے کارہائے رفاہ بہ حسن و خوبی انجام دے رہا ہے، وہاں کسی مربوط حکومت عملی کی عدم موجودگی میں ان فنڈز سے وہ فوائد حاصل نہیں کیے جا رہے جو کسی منظم اور اجتماعی نظام کے تحت ہونے چاہییں تھے۔ اسلامی مالیاتی ادارہ علمائے کرام کی سرپرستی میں اس فنڈ کو اس طرح منظم کرے کہ اس کے ذریعے ذاتی، گروہی مفادات کے بجائے مسلمانانِ پاکستان کے اجتماعی مفادات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

سوم: ہمارے ملک میں فنڈ کی کثیر تعداد فوری ضروریات پر خرچ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے چندوں پر انحصار بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ان فنڈز کا استعمال اس طرح نہیں ہو رہا کہ ان کو صَرف کے علاوہ کسی ایسے استعمال میں لایا جائے کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اضافہ بھی ممکن ہو-اس کے لیے تجویز ہے کہ اس میں سے کچھ رقم دیے گیے مالیاتی آلات کے تحت استعمال کر کے اس فنڈ میں مسلسل اضافہ کیا جائے اور ضرورت مندوں کو ماہانہ بنیادوں پر رقم مہیا کی جائے-

4.4.2-اوقاف فنڈ

مالیاتی ادارے علماے کرام کی سرپرستی میں ایک اوقاف کمیٹی قائم کریں گے جو ملک میں موجود تمام مساجد و مدارس کے لیے مستقل بنیادوں پر فنڈ کا انتظام کریں گے- اوقاف کمیٹی سب سے پہلے ایک بجٹ بنائے گی جس میں جاری اخراجات کا تخمینہ لگایا جائے گا- جاری اخراجات میں مدرسین، موذن، ائمہ کرام اور دیگر خدام کی تنخواہیں، یوٹیلیٹی بلز اور دیگر اخرجات شامل ہوں گے- ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کتنی زکات اور کتنے دیگر صدقات و خیرات کی ضرورت ہے، اس کا بھی الگ حساب لگانا ہو گا- اوقاف اس تخمینے کے بعد زائد وسائل کو شراکت یا بیع کھاتوں میں ڈال کر ان میں مستقلاً اضافہ کی کوشش کرے گا تاکہ مساجد و مدارس آیندہ چند سالوں میں وسائل کی کمی کو پورا کر کے خود کفیل ہو جائیں-

4.4.3-حج فنڈ

ملایشیا کا تبونگ حاجی جو کہ حج کی سہولت بہم پہنچانے کے لیے حج کے لیے مختص رقوم جمع کر کے اس کو منافع بخش کام میں لگا کر اس سے حاجیوں کے فنڈز میں نہ صرف اضافہ کرتا ہے بل کہ ان کو اس فنڈ میں رقوم جمع کروانے کا ایک موقع بھی فراہم کرتا ہے- اسی طرز پر حج و عمرہ، قربانی یا کسی دینی خدمات کے حصول کا بھی انتظام کیا جائے- اس فنڈ میں رقوم ماہانہ بنیادوں پر جمع ہوں گی- اس میں جمع رقوم پر سال کے آخر میں منافع دیا جائے گا- جمع شدہ وہ رقم جن پر کم از کم تین ماہ گزر چکے ہوں ان پر نفع دیا جائے گا- تین ماہ سے کم عرصہ کے لیے جمع رقوم پر کوئی منافع نہیں ملے گا-

اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں: حسان اگلے سال حج کرنا چاہتا ہے- اس نے حج کے غرض سے ماہ محرم میں 10,000 روپے جمع کروائے- اگر حج کے اخراجات کم و بیش ایک لاکھ روپے ہوں تو اگر کوئی 10,000 روپے بھی ہر ماہ جمع کروائے تو اس کے دس ماہ بعد ایک لاکھ جمع ہو سکتے ہیں- حسان نے مزید 20,000 روپے ماہ صفر میں جمع کرائے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر 15,000 روپے ماہ ربیع الاوّل میں جمع کروائے، یعنی تین ماہ کے دوران اس نے 45,000 جمع کروائے- اب یہ ادارہ پہلے 10,000 روپے پر منافع کا اعلان تین ماہ بعد یعنی ربیع الثانی میں کرے گا- دوسرے 20,000 روپے پر منافع کا اعلان اس رقم کے جمع ہونے کے بعد کیا جائے گا- اس طرح شعبان تک جمع ہونے والی رقوم پر منافع دیا جائے گا- اس کے بعد جمع رقوم کو قرض حسن تصوّر کیا جائے گا جس پر کوئی منافع نہیں دیا جائے گا- ان افراد کو یہ ادارہ مکمل حج کی سہولیات جس میں رہایش گروپ کی تشکیل جیسے امور بھی شامل ہوں گے، دے گا- اس طرح مسلمانان پاکستان حج کے لیے سودی بینکاری میں رقوم جمع کروانے کے بجاے بلاسود اس ادارہ میں رقم جمع کروا کر اپنے حج کو سود کی لعنت سے پاک کر دیں گے- حج کے اس فنڈ میں درمیانی عرصے میں رقم نکلوانے کی اجازت نہیں ہو گی اگر جمع کیے گئے فنڈ اور منافع کی رقم دونوں مل کر بھی حج کے لیے مختص رقم سے کم ہو گی تو اس کھاتے دار کو اس رقم کو اگلے سال حج کے لیے مختص کر دیا جائے گا- اسی طرح وہ افراد جو کسی وجہ سے حج نہ کر سکیں وہ بھی اپنی رقوم جمع رکھیں گے بل کہ ان پر نفع بھی دیا جائے گا-

حج کے علاوہ عمرہ کے لیے بھی لوگ حج فنڈ میں پیسا جمع کروا سکتے ہیں- یہ افراد جو عمرہ کے لیے رقم رکھوائیں گے، وہ اسے تین مہینے سے پہلے نہیں نکلوا سکتے- اسی طرح عید الاضحیٰ میں قربانی کے لیے بھی اس طرح کے فنڈ قائم کیے جا سکتے ہیں-

4.4.4- کمیٹی فنڈ

سرمایہ دارانہ سودی معیشت میں جس طرح سے چھوٹے کاروباری اور گھریلو صارفین فنڈز کی کمی کو پورا کرنے کے لیے محلہ، بازار، دفاتر میں کمیٹی کا انتظام کرتے ہیں- اس طریقے میں کچھ افراد مل کر ماہانہ طے شدہ رقم ہر ماہ جمع کرواتے ہیں، پھر جمع شدہ رقم کسی ایک ممبر کو دے دیتے ہیں- یہ عمل ممبر کی تعداد کے اعتبار سے اتنے ماہ تک چلتا ہے- اس طریق کار میں سود کی آمیزش بالکل نہیں ہوتی مگر چوں کہ یہ آرگنائزڈ (Organized) نہیں ہے، اس لیے یہ اتنا موثر نہیں ہے جتنا ہونا چاہیے- اب اس ادارے کی ذمہ داری ہے کہ کمیٹی فنڈ میں کمیٹی کے طرز پر رقم جمع کرے- یہ رقم 100 روپے سے لے کر لاکھوں تک ہو سکتی ہے- اس کے ممبر 10 افراد سے لے کر کئی افراد تک ہو سکتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں-ہر ماہ قرعہ اندازی سے جس کا نام نکلے، یہ ادارہ اس کو وہ رقم ادا کر دے-اور یہ کام ہر مہینے کی 10 تاریخ تک کرے گا-اس کمیٹی فنڈ میں اُن کو شریک کرے جن کی رقم پہلے سے اس ادارہ میں کسی اور کھاتے میں رکھی ہو یا اس شخص کی کوئی ضمانت لے لے-مالیاتی ادارہ مکمل جانچ پڑتال کے بعد اس فنڈ میں اس شخص کا اندراج کرے-یہ ادارہ اس بات کو بھی مدّ نظر رکھے کہ اس کے تمام ممبر ہر ماہ کی 10 تاریخ سے پہلے اپنی رقم جمع کروادیں-جو شخص 10 تاریخ کے بعد رقم جمع کروائے گا اس کا نام اس ماہ کی قرعہ اندازی میں شامل نہیں ہو گا-یہ ادارہ اس فنڈ کے لیے کچھ سروسز چارجز (Services Charges) بھی وصول کرے گا-

4.4.5-موسمی فنڈ

دیہی علاقوں میں لوگوں کا زیادہ دارومدار کاشت کاری پر ہوتا ہے؛چوں کہ کاشت کاری ایک موسمی کام ہے اس لیے اس میں مخصوص دنوں میں کاشت کاروں کو پیسے کی ضرورت ہوتی ہے-اس کے بعد کافی عرصہ تک جب تک فصل پک کر تیار نہ ہو جائے، پیسے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے-ضرورت اس امر کی ہے کہ کاشت سے فارغ دنوں میں کاشت کاروں کی حاصل کی ہوئی رقم کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ ان کو اس دوران منافع بھی مل سکے-زرعی علاقوں میں یہ ادارہ ان کاشت کاروں سے رجوع کرے اور ان کی رقوم ایک کاشت کاری کھاتے میں رکھ کر اس رقم کو شراکت کی بنیاد پر صنعتی شعبے میں لگائے تاکہ کاشت کاروں کو مزید منافع حاصل ہو سکے-جب ان کاشت کاروں کو ضرورت پڑے تو وہ رقم نکلوا سکتے ہیں-اسی طرح ہر اس شعبے میں جہاں پر کام مخصوص موسم (Season) میں ہوتا ہے اس کو یہ سہولت دی جائے کہ وہ آف سیزن (Off Season) میں اپنی رقم اس فنڈ میں رکھ کر منافع کمائے اور سیزن آنے پر رقم نکلوا کر اپنے کاروبار میں لگائے-یہ فنڈ قلیل مدّتی کھاتے میں استعمال ہوں گے-پاکستان کی ضرورت ،ماحول، اقتصادی و معاشرتی حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ ادارہ عوام الناس کی جمع شدہ رقم کو مختلف فنڈز میں رکھ کر ان کا مفید استعمال بھی کرے گا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.5-متوازی مالیاتی ادارے کے لیے وسائل کی فراہمی

جیسا کہ اکاؤنٹس کے حوالے سے تجویز کیا گیا کہ اس ادارے کا اصل کام ان ذمہ داریوں کا استعمال اس طرح کرنا ہے کہ اسلامی کاروبار اور انفاق پروان چڑھے؛ ساتھ ساتھ کھاتے داروں کو اس کے عوض حلال و افضل منافع بھی حاصل ہو- اس سلسلے میں تجویز ہے کہ قرض حسنہ اور شراکت کو فروغ حاصل ہو- کرایے اور لین دین کا طریقہ کار صرف ان کی ضرورت کے مطابق کیا جائے اور اس نوعیت کے عقد کے تحت پیداواری فائنانسنگ نہ کی جائے- یہ ادارہ بغیر نفع نقصان کے خدمت انجام گا مگر چوں کہ یہ خود انحصاری کی بنیاد پر قائم ہو گا تو یہ اپنے اخراجات پورا کرنے کے لیے حق خدمت کی مد میں طرفین یعنی کھاتے دار اور کاروباری حضرات سے فیس وصول کرے گا-چوں کہ یہ مالیاتی ادارہ کاروبار میں شریک نہیں ہے، اس لیے اس کا فیس لینا ہر سطح پر جائز ہو گا-

یہ ادارہ اتنا ہی حق خدمت وصول کرے گا جتنا کہ اس کے اخراجات ہوئے ہیں؛ زائد فیس سود کے مماثل ہو جائے گی، اس لیے زائد فیس نہیں لی جائے گی- فیس کی مد میں جیسا کہ سودی بینکاری میں بھی موجود ہے، کھاتے دار ہر چیک جو وہ وصول کرتا ہے اس کی فیس پہلے ہی ادا کر دیتا ہے، اسی طرح یہ مالیاتی ادارہ بھی چیک بک کی قیمت میں کھاتے دار سے فیس وصول کر سکتا ہے-اس کے مدتی کھاتوں میں رقم مدت سے پہلے نکلوانے کی صورت میں جرمانہ بھی یہ مالیاتی ادارہ وصول کر سکتا ہے- کھاتے دار کے علاوہ اصل خدمت چوں کہ یہ ادارہ کاروباری حضرات کی کر رہا ہے، اس لیے ان سے بھی اخراجات کی مد میں فیس وصول کی جاسکتی ہے- ہر کاروباری جو اس ادارے سے مالی معاملات کرنا چاہتا ہے، سب سے پہلے اپنا اندراج اس ادارے میں کروائے گا، جس کی فیس ہو گی-ادارہ ان حضرات کے کاروبار جس کی مد میں وہ شراکت، قرض یا بیع کا معاملہ کر رہا ہے، ان کی جانچ پڑتال کرے گا کہ آیا وہ منافع بخش جائز اور اسلامی شعار کا پاس دار ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی جماعت یا گروہ کے کاکن بھی ہیں، اس لیے کہ یہ ماڈل موجودہ صورت حال میں صرف ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو کہ کسی بھی اسلامی جماعت یا گروہ کے رکن ہوں گے - ہر پروجیکٹ کو وسائل مہیا کرنے سے پہلے اس کی مکمل جانچ پڑتال ہو گی-اس جانچ پڑتال میں جو وسائل اس ادارہ کے استعمال ہوں گے، ان کی پیشگی ادائیگی ہر کاروباری فریق کو رجسٹریشن فیس کی مد سے کرنی ہو گی- یہ مالیاتی ادارہ کاروباری حضرات سے یا کھاتے دار سے جو بھی فیس کی مد میں حق خدمت وصول کرے گا، اس میں یہ بات مدّ نظر رہے گی کہ اس ادارہ کا مقصد منافع کمانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے بل کہ اس فیس سے اخراجات کو پورا کرنا ہے–اس لیے یہ فیس ہر کاروباری سے اور کھاتے کے لیے مختلف ہو سکتی ہیں کہ یہ فیس اس کام میں آنے والے حقیقی اخراجات کے برابر ہو گی-

4.5.1-مالی وسائل

حق خدمت جو کہ کسی بھی کاروباری کے اخراجات کا ایک حصّہ بن جائے گا، چاہے جو قرض لے، چاہے شراکت کرے ہر صورت میں اس کو حق خدمت ادا کرنا ہو گا–اس لیے جب مالیاتی ادارہ کسی بھی کاروبار کی قابل عمل رپورٹ(Feasibility Report)تیار کرے گا تو وہ حق خدمت کو اخراجات کا حصّہ تصوّر کرے گا-ایک مسئلہ جو کہ کسی بھی اسلامی کاروبار کو جانچنے کا ہے کہ آج کے اعتبار سے اس کی قدر معلوم کی جائے، جس کو فائنانسنگ کی زبان میں موجودہ قدر(PV-Present value) کہتے ہیں مالیاتی ادارہ کے لیے اپنے وسائل کے استعمال میں لانے سے پہلے اسلامی کاروبار کو جانچنے کے دو نقطہ نگاہ ہوں گے:

1- نفاذ اسلام کا فروغ، اسلامی کاروبار کا فروغ، اہلِ اسلام کے لیے زیادہ روزگار کے مواقع-

2- اسلامی کاروبار مالیاتی لحاظ سے منافع بخش کاروبار ہو-

اوّل الذکر جانچ کو تو کونسل جانچے گی جب کہ آخر الذکر جانچ کے لیے مالیاتی آلات میں موجود قدر (PV، Net Present Value (NPV) کو استعمال کرنا ہو گا-انھی آلات کو استعمال کر کے اسلامی کھاتے داروں کو کسی بھی پروجیکٹ میں لگے ہوئے پیسے کا تخمینی منافع بھی بتایا جا سکتا ہے- کونسل کو چاہیے کہ وہ اپنے کھاتے داروں کی مسلسل ذہن سازی کرے کہ وہ صرف منافع پر نظر نہ رکھیں بل کہ ایسے پروجیکٹس جو کہ ان کے لیے آخرت میں صدقہ جاریہ ہوں، ان پر زیادہ اعتبار کریں- اسلامی فائنانشل آلات میں جو بات قابلِ اعتراض ہے وہ ان کی پڑتال میں سود کا عنصر ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو فارمولا ہم کسی بھی کاروبار کو جانچنے کے لیے عام طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں سود کو بہ طور پیمانہ استعمال کیا جاتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اسلامی معیشت دان اجارہ کو یا مرابحہ کو استعمال کرتے ہیں تو کرایے کی پیمایش کے لیے سود ہی کو آلہ کار کے طور پر استعمال کرتے ہیں- اگر ہم المیزان بینک کی گھر اجارہ اس کیم دیکھیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس کے میزانیہ سے جو شرح نکلتی ہے، وہ 8 فی صد سے 10 فی صد ہے جو کہ موجودہ دور میں بینکوں کا شرح سود بھی ہے اور یہی مارکیٹ ریٹ (Market Rate) کہلاتا ہے- اور شرح سود، زر کی وقتی قدر (Interest is the time value of money) کے برابری سب سے اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں 100 روپے جو آج آپ کے پاس ہے، اس کی قدر سود سے نکالی جائے گی- اگر مارکیٹ شرح سود 10 فی صد سالانہ ہے تو پھر 1000 روپے اگست 2005ء کی قدر اگست 2006ء میں 1100 روپے کی ہوگی- اس طرح آج 1000 روپے ایک سال بعد 1100 کے برابر ہوں گے- جیسا کہ اس مثال سے واضح ہے کہ روپے کی آج اور کل کی قدر کو برابر کرنے کا پیمانہ شرح سود ہے- جتنی شرح سود زیادہ ہوگی، اتنی ہی آنے والے دنوں میں روپے کی قدر کم ہوگی اور اس کے برخلاف زیادہ ہوگی-

اگر کسی بھی اسلامی کاروبار کو جانچنے کے لیے ہم یہی طریقہ کار استعمال کرتے ہیں تو پھر ہم سود کو ہی اسلامی کاروبار کا میزان گردانیں گے جو کہ سراسر غیر اسلامی ہے- ہمیں ایک ایسا طریقہ کار وضع کرنا ہوگا جس میں سود کا شائبہ بھی نہ ہو- اور اس اسلامی فائنانسنگ ناپنے کے لیے کوئی اور پیمانہ وضع کرنا ہوگا- ہم برابری (Equivalence) کے تصور کو رد کرتے ہیں اور زر کی برابری کے قائل نہیں ہیں- ہم اسلامی کاروبار کا فروغ چاہتے ہیں- جہاں پر حلال کی ہمیشہ حرام اور مکروہ پر فوقیت ہوگی، چاہے حرام مکروہ کام کتنا ہی منافع بخش کیوں نہ ہو-

اسلامی کاروبار کے جانچ کے لیے ہم سود کو پیمانہ تصور نہیں کرتے بل کہ اس کی جگہ ایک اور پیمانے کو وضع کرتے ہیں- وہ بنیادیں جن کی بنا پر اسلامی کاروبار کی جانچ ہوگی، کہ آیا قابل عمل ہے یا نہیں- اس کی کچھ بنیادیں تو نظری (Qualitative) ہیں اور کچھ مقداری (*Quantitative*) ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظری بنیادیں کونسل میں شامل علمائے کرام طے کریں گے جن کی کچھ شرائط یہ ہیں:

1. اس کی پہلی شرط جو لازمی شرط ہے کہ مالیاتی ادارہ یہ رقوم ان افراد یا گروہوں کو دے گا جو کہ کونسل کے طے شدہ اسلامی جماعتوں سے منسلک ہوں گے۔
2. جس کاروبار کے لیے یہ مال مختص کیا جائے گا، وہ اسلامی کاروبار ہو گا۔
3. ایسا کاروبار جس کا تعلق کسی بھی طرح سودی فائنینشل مارکیٹ سے نہ ہو۔
4. ایک اہم ترین شرط یہ ہے کہ اس کاروبار تعین کونسل میں شامل علمائے کرام نے اپنی صواب دید پر کیا ہو۔

دیگر نظری بنیادیں درج ذیل ہیں:

1. ایسا پروجیکٹ جس کے ذریعہ کارکنان اسلامی کو زیادہ ملازمتوں کے مواقع ہوں۔
2. تربیت کا مکمل انتظام ہو۔
3. ملازمین کی بہبود کا مناسب انتظام ہو۔
4. زکات کی ادائیگی کرنے والے ہوں۔
5. اس کے علاوہ بھی دیگر لاگتیں بھی کسی اسلامی کاروبار کا حصہ ہوں گی:

1- ملازمین کی سہولیات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور پیداور / مقدار کو بڑھانے کے کیے جدید آلات، مشینری و دیگر آلات کی خریداری اور لگائی پر آنے والے اخراجات۔

2- اسلامی مالیاتی ادارے کا حق خدمت۔

دیگر عوامل کی جتنی پاس داری ہو گی، اتنا ہی اس ادارے کی لاگت میں اضافہ ہو گا اور اس کے منافع کی شرح میں کمی واقع ہو گی۔ اس لیے ایک اسلامی کاروبار کی جانچ صرف منافع کے زیادہ حصول پر نہیں ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک اسلامی کاروبار کی جانچ میں کم از کم شرح منافع کا تعین کرنا لازمی ہو گا کہ کسی بھی کاروبار کا منشا اپنی کم از کم ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جائز منافع کا حصول ہوتا ہے-اسی طرح مالیاتی ادارے کو مال شراکت داروں سے لے گا اس کے عوض ان کو کچھ نہ کچھ منافع ضرور دے گا-اس منافع کے طے کرنے میں درج بالا لاگت کو ضرور شامل کیا جائے گا-اس کے علاوہ دیگر عوامل اور لاگتوں کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے-

4.5.2-وسائل کے استعمال کا طریقہ

جیسا کہ تفصیل سے بیان ہوا کہ مالیاتی ادارہ دیگر کھاتوں کے علاوہ تین قسم کے کھاتے کھولے گا-اس میں سے جاری کھاتوں کو تو وہ استعمال نہیں کرے گا، چوں کہ وہ امانت ہیں-اس لیے اس کی سو فی صد محفوظات اس ادارے کے پاس ہوں گی-اس کے علاوہ دیگر کھاتوں کی تفصیل یہ ہے:

اگر قرض حسن کی ضرورت ہے تو قرض حسن کھاتے سے یہ فنڈ نکال کر ضرورت مند کو ادائیگی کی جائے گی-اگر شراکت کی ضرورت ہے تو پھر شراکت کھاتے سے رقم ادا کی جائے گی-اس طرح سے ایک بالکل سادہ نظام ہو گا جس میں معاہدوں میں آپس میں خلط ملط نہیں ہو گا-علاحدہ علاحدہ کھاتوں سے علاحدہ علاحدہ معاہدوں کے تحت مالیاتی ادارہ اپنی نگرانی میں رقوم ادا کرے گا اور اس کی اصل اور منافع یا کرایہ یا قسطیں وصول کرے گا اور پھر ان رقوم کو کھاتے داروں میں دیے گئے معاہدوں کے تحت تقسیم کر دے گا-ان کھاتوں میں رکھی ہوئی رقوم کو کس طرح استعمال کیا جائے گا کہ دیے گئے مقاصد کا حصول ممکن ہو، کونسل اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ کس قسم کے کام کے لیے کون سی مد سے رقم ادا کی جائے گی-چوں کہ یہ اسلامی ادارہ ہے اور اس کی اصل ذمہ داری فروغ دین ہے اس لیے منافع کا حصول نہ ہی کھاتے دار کا مقصد ہو گا اور نہ ہی کاروباری فریق کا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.5.2.1- قرض حسنہ کا استعمال

قرض حسن کے لیے رقم قرض حسن کھاتوں سے مہیا کی جائیں گی- چوں کہ قرض حسن پر کوئی اضافی رقم قرض لینے والے کو ادا نہیں کرنی ہو گی بل کہ مالیاتی ادارہ کو سروس چارجز ادا کرنے ہوں گے- قرض حسن کا استعمال کہاں ہو گا، اس کا حتمی فیصلہ تو کونسل اپنے ایما پر کرے گی- تاہم چند بنیادی باتیں اس ضمن میں پیش کی جا سکتی ہیں:

قرض حسن کو بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا ہو گا؛ اس کو ان کاروباری حضرات تک پہنچانا ہو گا جو درج ذیل خصوصیات کے حامل ہوں گے:

1. وہ اس ادارہ سے شراکت کے تحت رقم لے چکے ہوں؛ اب ان کو کاروبار کے ایسے حصّہ میں رقم لگانی ہے جس میں فوری منافع متوقع نہیں ہے- مثلاً جگہ کی وسعت یا نئی جگہ کی خریداری؛ ملازمین کی بہبود کا کام جیسے ان کے لیے رہایش، سواری یا ان کو ضروریات کے لیے قرض دینے کا انتظام وغیرہ- اس نوعیت کے کام سے کاروباری فریق کو بہ راہِ راست نفع نہیں ہوتا بل کہ بلاواسطہ اس کے کاروبار میں اور ملکی معیشت میں استحکام آتا ہے- ویسے بھی ہمارے اسلامی کاروباری کا مطمح نظر منافع محض کا حصول نہیں ہے، اس لیے ایسے بہبود اور اسلامی اخوت کے کام میں یہ اسلامی ادارہ ان کی مدد ضرور کرے گا-
2. ایسا اسلامی کام جو کہ امت کی بہبود اور غلبہ دین کے لیے ضروری ہو مگر اس میں نفع نہ ہو جیسا کہ خود اس اسلامی مالیاتی ادارہ کا قیام ہے-
3. اس قرض کو خالص صرف (Consumption) کے لیے استعمال نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کی خواہشات میں اضافہ ممکن ہو- چوں کہ اس ادارہ کا مقصد اسلامی شعار کا فروغ بھی ہے، اس لیے امت میں اپنے حلال مال کو صرف کرنے کے بجائے انفاق کی دعوت ہو گی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.5.2.2-شراکت کا استعمال

شراکت کے تحت یہ اسلامی مالیاتی ادارہ محدود اور غیر محدود، طویل المیعاد اور قلیل المیعاد مدتی کھاتوں کے ذریعے کاروباری حضرات کو فنڈ فراہم کرے گا- یہ اسلامی ادارہ چوں کہ ثالث کا کردار ادا کر رہا ہے اور اس کا کام امّت کے پیسے کو دیے گئے مقاصد کے تحت استعمال کرنا ہے، اس لیے یہ ادارہ ہر کاروباری کے لیے فیصلہ کرے گا کہ اس کو کس شراکت کے اصول کے تحت سرمایہ فراہم کیا جائے؟ آیا مضاربت کے تحت یا مشارکت کے تحت- چوں کہ اس میں مشترک کھاتے نہیں ہوں گے، اس لیے ایک وقت میں ایک کاروباری کو یا تو مضاربت کے تحت رقم دی جائے گی یا مشارکت کے تحت رقم فراہم کی جائے گی- کسی بھی کاروبار کے لیے جب بھی شراکت کی جائے تو پہلے دیے گئے موجودہ قدر (PV) کے تحت اس کاروبار کے متوقع کم از کم منافع کا تعیّن کر لیا جائے گا- یہ تخمینی ہو گا؛ اس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ہم مشارکت اور مضاربت کے تحت قرضہ دیں گے- مگر حتمی فیصلہ کونسل کرے گی- اس کی توجیہ صرف اطاعت و بھروسا ہو گا-

چند عمومی اصول جو کونسل وضع کرے گی، وہ مختصراً کچھ یوں ہیں:

1- ایسے کاروباری حضرات جو کہ قرض حسن لے چکے ہیں تو اگر ان کے مجموعی کاروبار میں قرض کا حصّہ 40 فی صد سے کم ہو گا تو وہ مضاربت کے تحت شراکت کرنے کا حق دار ہوں گے-
2- ایسا کاروبار جس کی NPP زیادہ ہو گی تو اس میں نفع کے امکانات زیادہ ہوں گے- ایسے کاروبار کو مضاربت کے تحت شراکت کرائی جائے-
3- وہ چلتا ہوا کاروبار جو کہ منافع بخش ہے، وہ بھی مضاربت کے تحت مال حاصل کر سکتا ہے-
4- مضاربت کے تحت دیا جانے والے مال میں مضارب یعنی کاروباری فریق کا مال میں حصّہ رب المال (کھاتے دار) سے زیادہ ہو گا جب کہ مشارکت میں کم حصّہ پر بھی شراکت کر لی جائے گی-
5- جب بھی اسلامی مالیاتی ادارہ شرکت کے تحت رقم مہیا کرے گا تو کوئی کم از کم کاروباری شریک کے لیے حصّہ کی شرط رکھے گا- ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تناسب 95 اور 5 فی صد کی ہو-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6- نئے اور چھوٹے کاروبار کے لیے مشارکت مضاربت کی نسبت زیادہ سود مند ہو گا- چھوٹے کاروباری کے لیے بھی مالیاتی ادارہ دیکھے کہ اس کی سالانہ فروخت کتنی ہے -مثلاً جس کاروبار کی سالانہ فروخت 150,000 روپے سے کم ہو گی وہ چھوٹا کاروبار کہلائے گا- ایسے فریق کو زیادہ شرح منافع پر کم حصّہ میں قلیل المدّتی فنڈ شراکت کے تحت فراہم کیا جائے گا- چھوٹا اور درمیانی کاروباری چوں کہ موجودہ پاکستان کے حالات میں حکومتی دست رس اور سودی لین دین سے کافی حد تک باہر ہے، اس لیے ان کے کاروبار کو فروغ دینا اور ان کو چھوٹے کاروباری سے بڑے کاروباری بنانا اس ادارے کی اوّلین ترجیح ہو گی- اس لیے ان کو زیادہ سے زیادہ فنڈ مہیا کیے جائیں گے -پاکستان کے معاشی خدوخال ایسے ہیں کہ یہاں پر وہ معیشت جو کہ پوشیدہ ہے جس کو Informal Sector سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا زیادہ تر حصہ چھوٹے اور درمیانی درجے کے کاروبار پر مشتمل ہے-

4.5.2.3-زکات، خیرات، انفاق فنڈ کا استعمال

اس فنڈ کے استعمال سے پہلے اس کی کمیٹی اور شعبہ بنایا جائے گا جو کہ اس فنڈ کے استعمال اور اس کے فروغ کے لیے اقدامات کرے گا- ریاستی سطح پر مکمل اسلامی معاشی نظام کے قیام سے پہلے یہ فنڈ بیت المال کے متبادل کے طور پر کام کرے گا-خلافت عثمانیہ کے ختم ہونے اور اسلامی مرکزیت کے بکھر جانے کے بعد جس طرح زکات، خیرات اور دیگر انفاق کے ذریعے ہم نے اسلامی اداروں، غریبوں، یتیموں، بیواؤں کی امداد اور جہاد کو فروغ دیا، وہ ایک قابلِ تحسین عمل ہے جس طرح امّت مسلمہ کے متموّل، کاروباری طبقے نے اسلامی اداروں کو بغیر حکومتی امداد کے قائم رکھا- خاص طور سے مدارس و مساجد مسلسل اس فنڈ سے افادہ حاصل کر رہے ہیں- آج ہمارے اسلامی اداروں کا حال یہ ہے کہ خود موجودہ دور میں غیر مذہبی ناقدین بھی مدارس کو سب سے بڑے فلاحی ادارے تصوّر کرتے ہیں جو کہ حکومتی امداد کے بغیر کروڑوں غریب طلبہ کو تعلیم کے ساتھ رہایش اور کھانے کا انتظام فراہم کرتے ہیں-

ہمارے اسلامی ادارے جو کہ مخیر حضرات کی امداد کے محتاج ہیں- پچھلے کم و بیش پچپن (55) سالوں میں اپنے قدموں پر کھڑے ہونے سے قاصر ہیں- اب اسلامی مالیاتی ادارہ کا کام ہے کہ وہ اس فنڈ کو منظم کرے اور ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیت المال اور دوسرا اوقاف بنائے جس کے تحت اس فنڈ کو غریبوں، یتیموں، بیواؤں، مدارس، مساجد و دیگر ضرورت مند افراد اور اداروں کو دیں- اوّل جس کا ذکر اوپر ہوا کہ اسلامی کاروبار کو فروغ دینا اس طرح کہ انفاق کا جذبہ پروان چڑھے اور اسلامی مخیر حضرات کے حاصل ہونے والے چندے میں اضافہ ہو- دوسرا اس چندے کی رقوم کا استعمال ایسا کیا جائے کہ ہمارے اسلامی ادارے اور ضرورت مند افراد خود کفیل ہو جائیں اور چندے کی ضرورت کم سے کم یا ختم ہو جائے-

اس فنڈ کو صِرف خرچ ہی نہ کیا جائے بل کہ اس کو اسلامی فائنانسنگ کے تحت منافع بخش کام میں لگایا جائے- اس طرح ایک طرف فنڈ میں کئی گنا اضافہ ہو گا اور اس کی نئی ضرورت تو پیدا ہو گی مگر پرانی ضرورت کم ہوتی جائے گی- جیسا کہ بیان ہوا کہ خلافت کے ختم ہوتے ہی چندہ کا فنڈ منظم طریقے سے نہیں ہوا بل کہ غیر منظم طریقے سے اسلامی شخصیات، گروہ، جماعتوں نے اس کو منظم کیا اور اس کا استعمال بھی منظم نہ ہونے کے سبب بعض دفعہ غلط استعمال کی وجہ سے ضایع ہو گیا- چندہ کی رقوم کے صحیح استعمال اور اس کے منظم کرنے میں یہ ادارہ اہم کام سر انجام دے گا- علماے کرام اور ماہرین کی چندہ کمیٹی اس کو منظم اور مستحکم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرے گی- یہ ادارہ اس فنڈ کے ذریعے ایک غیر کھاتہ دار مالیاتی ادارہ کا کام بھی کرے گا- یہاں یہ کام اس ایک ہی ادارے کے ایک شعبے کے تحت ہو گا- اس کے لیے نیا ادارہ کھولنے کی ضرورت نہیں ہو گی- اس فنڈ سے دو قسم کے کام لیے جاسکتے ہیں: ایک یہ اس فنڈ سے بہ راہِ راست امداد کرے گا اور ان کو زکات، خیرات، صدقات کی رقوم میں سے کچھ رقم ادا کرے گا جو کہ اس فرد یا ادارہ کی صواب دید پر ہو گا کہ اس کو جیسے چاہے استعمال کرے- دوسرا وہ اس فنڈ کی رقوم کو منافع بخش کام میں شراکت یا بیع کے تحت دے کر اس سے اس فنڈ میں مزید اضافہ کرے گا-

اب ہم دونوں طریقہ کار کو تفصیل سے دیکھتے ہیں-

4.5.3- فنڈ کا بہ راہ راست استعمال

اس فنڈ کے دو حصے ہوں گے: ایک اوقاف اور دوسرا بیت المال-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوقاف فنڈ کے تحت مدارس، مساجد، خانقاہوں اور دیگر دینی اداروں کو فنڈ دیے جائیں گے- اوقاف کو یہ فنڈز بجٹ کے تحت دیے جائیں گے- یہ فنڈز جاری اخراجات کو پورا کرنے کے علاوہ ان اسلامی اداروں کی مستقل آمدن کے لیے اس فنڈ کا زائد حصہ شراکت یا بیع کے تحت منافع بخش کاروبار میں لگائیں گے- بیت المال فنڈز سے یتیموں، بیواؤں، غریبوں، ناداروں کی مدد کی جائے گی- اس طرح کہ فنڈ میں موجود فنڈز کو منافع بخش کام میں شراکت کے تحت لگادیا جائے گا اور اس کے منافع سے ماہانہ ان افراد کا مشاہرہ مقرر کیا جائے گا تاکہ ان افراد کی کفالت کا مستقلاً بندوبست ہوسکے- اس فنڈ سے حاصل ہونے والی کچھ رقوم کو غریب افراد اسلامی اداروں، اسلامی گروہوں، جماعتوں، کارکنوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے- اس فنڈ کو ماہانہ یا یک مشت دونوں صورتوں میں ادا کیا جاسکتا ہے- یہ طریقہ کار عام خالص اسلامی اداروں کی طرح ہوگا- اسی طریق کار میں بیع فنڈ جس میں اشیا کے استعمال کے دوران جیسے موٹر کار کے حادثہ کی صورت میں معاوضے کی مد میں بھی فراہم کیا جاسکتا ہے- اس لیے ایک فنڈ ایسے نقصانات کو پورا کرنے کے لیے مخیر حضرات کے علم میں لاکر قائم کیا جاسکتا ہے مگر اس فنڈ سے اس کی مدد کی جائے گی جو کہ مدد کا مستحق ہو، مثلاً ایک شخص جو کہ عام حالات میں مکان خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اگر مکان میں جو کہ اس نے بیع موجل کے تحت لیا تھا، حادثہ درپیش آجاتا ہے تو اس فنڈ سے اس شخص کی بھی مدد کی جاسکتی ہے-

دوسرا طریق کار جو اس میں اضافے کا سبب بنے اور اوّل طریقہ کے لیے کام آسکے- اسلامی کارکنان اور فوت شدگان کے اہل وعیال وغیرہ کو اسی فنڈ سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاسکتا ہے-

اس فنڈ کا استعمال دو طرح سے ہوگا: ایک اسلامی مالیاتی ادارہ خود عوام الناس سے چندے کی رقوم حاصل کرکے اس کو اسلامی اداروں کے لیے استعمال کرے- دوسرا یہ کہ وہ ان اداروں کے فنڈ کو استعمال کرے- دونوں صورتوں میں ان اداروں کے فنڈ میں اضافہ ہوسکے اور وہ اپنی ضروریات میں خود کفیل ہوتے جائیں- اس کے علاوہ دیگر کھاتوں میں لوگ ملائیشیا کے تبونگ حاجی بینک کے طرز پر حاجیوں کے لیے موجود بچت فنڈ کو شراکت یا بیع کے کسی بھی فائنانسنگ میں رکھ سکتے ہیں- ان سے حاصل ہونے والی بچت کو حاجیوں کی بہبود اور ان کی مزید سہولیات کے لیے استعمال کرسکتے ہیں- اس فنڈ کا بڑا حصّہ قرض حسن کے تحت بھی دیا جاسکتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4.6-دیگر مالیاتی اداروں سے تعلقات

جیسا کہ ابتدائی طور پر تحریر کیا گیا تھا کہ ان اداروں کی اس ابتدائی دور میں ایک جداگانہ حیثیت ہو گی اور ان کی کسی دوسرے سودی مالیاتی یا اسلامی بینکوں سے کوئی تعلق نہیں ہو گا- یہ ادارے ابتدا میں اپنا ایک مرکزی مالیاتی ادارہ قائم کریں گے جس کی تفصیل اوپر درج ہے- تمام فنڈز اس مرکزی ادارے کے پاس جمع ہوں گے؛ وہ ان وسائل کے استعمال کا طریقہ کار وضع کرے گا- یہ وہی طریقہ کار ہے جو پاکستان میں بینکوں کے قومیانے کے بعد کیا گیا تھا اور بینکنگ کونسل بینکوں کے تمام امور کی ذمہ دار ہوتی تھی- ملک بھر میں قائم تمام مالیاتی ادارے دراصل برانچیں ہوں گی جو کھاتوں اور دیگر فنڈ کی وصولی کا کام انجام دیں گی- روزمرہ کی لین دین بھی ان ہی برانچز کی ذمہ داری ہو گی- ان برانچز سے روزمرہ کی دین کے علاوہ تمام وسائل مرکزی مالیاتی ادارے کے پاس منتقل ہو جائیں گے جہاں جاری کھاتے میں رکھی ہوئی رقوم چوں کی امانت ہوں گی اس لیے یہ تمام کی تمام رقوم برانچز میں رہیں گی تاکہ ان کی ادائیگی بروقت ہو سکے- اس کے علاوہ قرض حسن جو کہ قرض ہو گا، اس کا استعمال مالیاتی ادارے کر سکتے ہیں- اس لیے اس کا کچھ حصہ بہ طور محفوظات مالیاتی اداروں میں رہے گا اور بقایا حصہ بہ طور قرض دے دیا جائے گا- اس کا کتنا فی صد حصہ محفوظات کے تحت رہے گا اس کا فیصلہ کمیٹی کرے گی- ان دو کھاتوں کے علاوہ دیگر کھاتے چوں کہ مدتی کھاتے ہیں، اس لیے اس میں رکھی ہوئی رقوم اپنے مقررہ وقت پر ہی نکلوائی جا سکتی ہیں- اس مقررہ وقت سے پہلے نکلوانے کی صورت میں کھاتے دار کو درخواست دینی ہو گی اس کے بعد اس کا اس کو یہ رقم ادا کی جائے گی- اس طرح ان دیگر کھاتوں پر کوئی محفوظات نہیں رکھے جائیں گے- کسی ناگہانی صورت حال میں اگر برانچز میں قرض حسن کی ادائیگی میں کمی واقع ہو جائے تو اس کو مرکزی مالیاتی ادارہ پورا کرے گا-

جیسا کہ اسلامی بینکاری نظام میں انشورنس کی گنجایش تکافل کی صورت میں ممکن ہے، زیر بحث مجوزہ نظام میں اس کی کوئی گنجایش نہیں ہو گی- اشیا کے ناگہانی ضایع ہونے کی صورت میں اگر شراکت ہے تو لگائے گئے وسائل کے حساب سے نقصان ہو گا- اور اگر مضاربت ہے تو پھر رب المال پر اس کا ہرجانہ آئے گا- بیع کے معاہدوں میں اس کا تمام تر ہرجانہ شے کو استعمال کرنے والے پر آئے گا یا جیسا کہ شرع کا اصول ہو گا- ایسے نادار افراد کے لیے جن کے نقصان کا ازالہ اس شخص کے لیے ناممکن ہو تو مالیاتی ادارہ بیت المال سے اس کے نقصان کو پورا کر سکتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک غیر کھاتے دار مالیاتی اداروں کا تعلق ہے، اس ماڈل میں غیر کھاتے دار مخصوص شعبوں میں کام کرنے والے بینکوں کے فرائض اسی مالیاتی ادارے کے ذمے ہوں گے -یہی وسائل کو اس طرف منتقل کرے گا جہاں پر اس کی ضرورت ہو گی، چاہے وہاں چاہے نفع کم ہی کیوں نہ ہو- فرض کریں کہ دیہی علاقوں میں پانی کی کمی کو پورا کرنا ضروری ہے کہ اکثر لوگ زراعت سے وابستہ ہیں، اس لیے فوری طور پر وسائل کو اس طرف منتقل کر دیا جائے گا-اگر کونسل اس نتیجے پر پہنچے کہ وسائل اس طرف منتقل کیے جائیں جس سے خود روزگار کے مواقع زیادہ ہوں تو وسائل خود روزگار کی فراہمی کی طرف منتقل ہوں گے-

4.7-چھوٹے پیمانے سے آغاز

اس سلسلے میں قرینِ قیاس یہ ہے کہ اس پروجیکٹ کو پہلے اس علاقے میں شروع کیا جائے گا جہاں پر اسلامی جماعتوں کا اثر ورسوخ ہو-اس کو پہلے محدود پیمانے پر کیا جائے بعد میں اس میں توسیع دی جائے-یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ منصوبہ حکومتی اعانت سے شروع نہیں ہو گا اس لیے اس کو احتیاط اور سنبھل کر کیا جائے-

فرض کیا جائے کہ یہ پروجیکٹ جنوبی پنجاب کے ایک علاقے دینا پور میں کیا جائے گا-اس کا مرکز جنوبی پنجاب کے مرکزی شہر ملتان میں واقع ہو گا تا کہ شہر کے دیگر علاقوں سے رابطہ ممکن ہو-اس مالیاتی ادارے کی شاخیں دینا پور میں ہوں گی جہاں پر یہ پرجیکٹ شروع ہو رہا ہے-

سب سے پہلے اس علاقے کا مکمل سروے ہو گا جہاں سے ہمیں یہ پتہ چلے گا کہ اس علاقے میں لوگ کتنی بچتیں کروائیں گے؛ کاروبار کی کیا نوعیت ہے؛ کتنی صنعتیں ہیں اور کتنا زرعی شعبہ ہے-کتنے فنڈز وصول ہونے کی توقع ہے- یہ فنڈ کن شعبوں میں لگ سکتے ہیں- یہ وصولیاں اس علاقے سے باہر چاہے ملکی ہوں یا غیر ملکی آسکتی ہیں-ان کے استعمال میں یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھنی ہو گی کہ اسلامی کاروبار پر ترجیح اس علاقے کی ہو گی چاہے اس میں منافع کم ہی کیوں نہ ہو-اس کے بعد ایسے اسلامی پروجیکٹس جن پر علماے کرام کا اعتبار ہو گا، ان کو بھی اس پروجیکٹ سے مستفید کیا جاسکتا ہے- ملک میں قائم مدارس و مساجد میں اس کی شاخیں ہوں گی، جہاں سے اس میں رقم جمع ہو گی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکالی جائے گی- دیگر علاقوں میں یہ صرف کارکنان اسلامی تنظیمات کے لیے ہو گا کہ وہ اسلامی مالیاتی اداروں سے مستفید ہو سکیں- تمام افراد کے لیے یہ صرف دینا پور میں ہو گا مگر دیگر علاقوں میں کارکنان اسلامی تنظیم اس میں رقم رکھوا سکتے ہیں اور نکلوا سکتے ہیں-

رقم کیسے نکلوائیں گے اور کیسے رکھوائیں؛ کون سے اسلامی مالیاتی آلات استعمال ہوں گے، اس کی تفصیل وہی ہو گی جو کہ ہم نے اپنے پہلے ماڈل میں دیکھا تھا- فرق یہ ہو گا کہ ہم ایک ایسی ریاست کے اندر اسلامی مالیاتی ادارہ کا قیام ممکن بنا رہے ہیں جس میں اس سرمایہ دارنہ نظام کا عمل دخل کم سے کم ہو گا اور تمام قابو اسلامی تنظیمات کو ہو گا- جتنا قابو اسلامی تنظیمات کا مالی معاملات میں ہو گا، اتنا ہی ان علاقوں اور افراد پر ہو گا؛ اتنا ہی یہ نظام چلے گا اور اسلامی نظام معیشت و معاشرت کا قیام ممکن ہو گا- اسلامی گروہ اور شخصیات پہلے سودی معاشرت سے بچیں گے، اس کے بعد تمام مسلمان اس استحصال سے نجات پا سکیں گے-

اگلی سطح پر اس کے ساتھ ساتھ مندرجہ بالا خطوط پر ہی ایک مرکزی مالیاتی ادارے کے تحت درہم و دینار کا اجرا بھی کیا جا سکتا ہے جس کا کنٹرول بھی ایک سپریم کونسل کے ہاتھ میں ہو گا- سونے چاندی کو کرنسی نوٹوں سے بدلنے کے لیے البتہ ایک مضبوط نظم ضروری ہے اور اس کے بغیر یہ تجربہ کام یاب ہونا مشکل ہے- اس لیے مندرجہ بالا مالیاتی اداروں کا ڈھانچا ایک سودی معیشت میں کرنسی نوٹوں کو ہی استعمال کرتا رہے تو بھی سودی نظام کے اثر سے کافی حد تک باہر آیا جا سکتا ہے-

5- اسلامی نظام کے نفاذ کی صورت میں قائم مالیاتی ادارے

اس دوسرے ماڈل اور پہلے ماڈل میں صرف یہ بنیادی فرق ہیں:

1- بنیادی فنڈ اس ماڈل میں ریاست کی ذمہ داری ہو گی- ریاست اپنے وسائل سے یہ ادارے قائم کرے گی- ملک بھر میں قائم تمام مالیاتی اداروں کو مکمل بند کر دیا جائے گا اور ان کو حکومتی تحویل میں لے لیا جائے گا- کسی نجی ادارے کو مالیات میں کام کرنے کی اجازت نہیں ہو گی جیسا کہ کم و بیش 1974ء میں حکومتی سطح کیا گیا تھا- ان تمام مالیاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اداروں کو حکومتی تحویل میں لینے کے بعد ان کا نسب و نسق مسلم ماہرین معیشت کی سربراہی میں قائم کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے گا-اس کمیٹی کا نظم و نسق ویسا ہی ہو گا جیسا کہ پہلے ماڈل میں دیا گیا ہے-

2- اداروں کے لیے مدارس و مساجد کے بجائے پہلے سے قائم مالیاتی اداروں کے ڈھانچے کو استعمال کیا جائے گا- اسلامی مالیاتی ادارے پورے ملک میں قابل عمل ہوں گے، جیسا کہ پاکستان میں 1973ء میں بینکینگ کونسل (Pakistan Banking Council) کے تحت تمام بینکوں کو اس کی تحویل میں دے دیا گیا تھا- یہاں فرق یہ ہو گا کہ تمام ادارے ایک ہی ہوں گے ان تمام اداروں کو مرکزی فائنانسنگ اداروں کے تحت دے دیا جائے گا-

3- مرکزی فائنانسنگ اداروں کی سربراہی تو علماے کرام کے پاس ہو گی؛ ان میں موجود عملے کو برقرار رکھا جائے گا- صرف ان کی اس سلسلے میں تربیت کی جائے گی جو مرکزی کمیٹی کرے گی- اس تربیت اور تبدیلی کے لیے جو وقت درکار ہو گا، اس کو دیا جائے گا- اس وقت تک تمام اکاؤنٹس کو منجمد کر دیا جائے گا؛ نہایت ضروری پیسے نکلوائے جا سکیں گے-

6- نظامِ احتساب

دورِ جدید کے معاشی مسائل میں نظام احتساب بھی ایک بڑا سوالیہ نشان ہے- عموماً ایک محتسب اس مقصد کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے- کوئی سائل درخواست لے کر جاتا ہے تو اس کے بعد تفتیش وغیرہ کا لمبا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور اکثر سائل اس طوالت کی وجہ سے ویسے ہی دل برداشتہ ہو کر پیروی ترک کر دیتے ہیں- جو صاحبِ ہمت اس سمندر سے موتی نکال لانے کے لیے پر عزم رہتے ہیں، انھیں بھی بالعموم کسی گوہرِ مراد سے محروم ہی رہنا پڑتا ہے-

اسلام کا محکمہ احتساب بالکل الگ خطوط پر کام کرتا رہا ہے جو عدلیہ اور انتظامیہ کے ساتھ ایک مستقل اتھارٹی کے طور پر منکرات اور معاصی کا ارتکاب کرنے والوں کی سرزنش اور تادیب کے لیے سرگرم رہتا ہے- اس کا طریق کار ایک جگہ بیٹھنے کے بجائے خود معاشرے میں نکل کر اپنے دائرہ کار کے مطابق نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام دینا ہے- اس چانک احتساب کے خوف سے مجرمین اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں اور برائی کے امکانات مزید کم ہو جاتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکومت میں اختیار کے تمام مناصب اصلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ہیں- ہر منصب و اقتدار فی الحقیقت اس لیے ہے کہ اس سے اللہ کا دین غالب ہو اور منکرات کا قلع قمع ہو جائے؛ یہ ہر منصب کی بنیادی شرط ہے- جو شخص بھی کسی منصب پر مامور ہو گا، اسی مقصد کے تحت کام کرے گا- اگر وہ اپنے فرائض درست طور پر انجام نہیں دے رہا تو اس کا محاسبہ کیا جائے گا-

6.1- معاشی سرگرمیوں میں احتساب کا دائرہ کار

معاشی امور میں محتسب جن امور پر نظر رکھنے کا اختیار رکھتا ہے اور مناسب احکامات جاری کر سکتا ہے، ان میں سے کچھ یوں بیان کیے گئے ہیں:

1- مالکوں کو پابند کرے کہ وہ ملازمین کے حقوق ادا کریں اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں-
2- آجر اور اجیر کے مابین تعلق کو مطابق شریعت رہنا چاہیے، کسی بھی طرف سے زیادتی ہو رہی ہو تو محتسب کے دائرہ کار میں آتا ہے کہ اسے روک دے-
3- زکات ادا نہ کرنے والے سے محتسب جبراً زکات وصول کرے اور کوتاہی کرنے والے کو سزا دینے کے اختیارات بھی اسے حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے-
4- اسی طرح کسی کو سوال کرتا دیکھے اور اس کی بابت علم ہو جائے کہ وہ خود کھاتا پیتا ہے تو اسے روک دے اور اس کی سرزنش کرے- اگر مضبوط و توانا شخص سوال کرتا دکھائی دے تو اسے محنت و کوشش سے روزی کمانے کا حکم دے، اگر باز نہ آئے تو تعزیری سزا دے سکتا ہے-
5- جانور رکھنے والوں کو اس بات کا پابند کرے گا کہ وہ ان کی مناسب دیکھ بھال کریں-
6- لوگوں کو مشتبہ اشیا اور تجارت کی مشکوک اقسام سے خبردار کرتا رہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

7- بازاروں کی نگرانی؛ خرید و فروخت کے معاملات میں فریب اور دھوکا دہی کی تمام صورتوں کا انسداد کرے اور حسب ضرورت سرزنش کرتا رہے- خریدار کو دھوکا دیا جارہا ہو تو اس کی سزا سخت ہے اور اگر خریدار جانتا ہے، تو اسے بھی پوچھ گچھ میں شامل کیا جائے کہ وہ جانتے بوجھتے یہ کام کیوں کر رہا ہے؟ کیوں کہ عین ممکن ہے اس نے آگے کسی کے ساتھ یہی واردات کرنی ہو-

8- ناپ تول میں کمی کا قطعی انسداد محتسب کا کام ہے- اسی طرح جعل سازی کی روک تھام بھی اس کے دائرہ کار میں آتی ہے-

9- ذخیرہ اندوزی سے باز رکھنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے- ایسی اشیا کو فی الفور فروخت کرنے کا حکم جاری کیا جائے گا-

10- پیشہ وارانہ کوتاہی مثلاً ڈاکٹر، استاد یا انجینئرز وغیرہ کی جانب سے کام میں کوتاہی جو انسانی جان کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے، اس کی نگرانی بھی محتسب سے متعلق ہے-

11- لوگوں کے عام مفاد کے کاموں میں رکاوٹ اور لوگوں کے لیے نقصان دہ کاموں کے جاری ہونے پر بھی محتسب کا ادارہ حرکت میں آئے گا اور اصلاح احوال کرے گا- جدید دور میں اس میں عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں ارد گرد کا خیال رکھنا اور راستوں کی مرمت وغیرہ ایسے امور بھی شامل ہیں-

امام ماوردیؒ اور قاضی ابویعلیٰ کے نزدیک تین قسم کے دعوے محتسب کے ہاں دائر کیے جاسکتے ہیں:

اول: ناپ تول میں کمی یا دھوکا دہی کا دعویٰ

دوم: فروخت کی جانے والی اشیا میں ملاوٹ کا دعویٰ

سوم: مقروض کا باوجود قدرت کے قرض ادا نہ کرنے پر قرض خواہ کی طرف سے دعویٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محتسب کا منصب عدالت سے اس حوالے سے منفرد ہے کہ وہ خود ایسے معاملات پر گرفت کر سکتا ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق ہوں- ضروری نہیں ہے کہ کوئی آکر دعویٰ ہی کرے تو محتسب حرکت میں آئے- یہ اصول عام عدالت کے لیے ہے، محتسب اس معاملے میں آزاد ہے- وہ از خود نوٹس لے سکتا ہے- البتہ بے جا تجسس بہ ہر حال ممنوع ہی ہے، مثلاً لوگوں کے گھروں کے اندر معاملات کی کنہ لیتے پھرنا وغیرہ-

6.2- محتسب کی خصوصیات

عمل احتساب سر انجام دینے والوں میں بعض اوصاف کا ہونا لازم ہے، ورنہ وہ اس عمل کو نہ تو صحیح طور پر انجام دے سکیں گے اور نہ ان کی کارروائیوں سے مطلوبہ نتائج ہی بر آمد ہو سکیں گے-

6.2.1- اللہ کا تقویٰ

محتسب کا صاحبِ تقویٰ انسان ہونا ضروری ہے کیوں کہ لوگوں کے امور اس کی صواب دید پر ہیں- اس لیے بھی ضروری ہے کہ جو احتساب وہ لوگوں کا کرے اس پر خود بھی پورا اترنے والا ہو- صاحب کردار کا عمل بھی اس کی بات میں تاثیر پیدا کرتا ہے-

6.2.2- حسن اخلاق

مخلوق کے ساتھ ہر وقت اس کا معاملہ رہنا ہے، اس لیے اسے حسن اخلاق سے اعلیٰ درجے میں متصف ہونا چاہیے- اس کے بغیر تقویٰ بھی مشکوک ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6.2.3-احتساب سے واقفیت

احتساب کے حدود وضوابط سے کماحقہ آگاہ ہو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قواعد میں رسوخ رکھتا ہو-اسے علم ہو کہ کس صورت حال میں اپنے اختیارات میں سے کون سا استعمال کرنا موزوں ہو گا اور کتنی تادیب مناسب رہے گی-یہ نہ ہو تو وہ اصلاح کے بجائے فساد کا باعث بن جائے گا-

جدید ادارتی تنظیم میں محتسبین کے لیے ایک ادارہ کی صورت کام کرنا بہتر ہے-اس ادارے کے لیے تربیت کا نظام وضع شدہ ہونا چاہیے تاکہ احتساب کرنے والے اپنی ذمہ داریوں سے باخبر ہوں اور صاحب کردار حضرات سامنے آسکیں-

---

خود آزمائی

1. قدیم رویتی معیشت اور اس کے مقابل سودی معیشت میں لین دین کا اجمالی جائزہ لیں-
2. سودی نظام کی متبادل اسلامی مالیاتی ادارے کے بنیادی فرائض بیان کریں-
3. اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے مالی وسائل کی فراہمی اور دیگر مالیاتی اداروں کے ساتھ تعلقات پر نوٹ لکھیں-
4. اسلامی مالیاتی ادارے کے اکاؤنٹس کی اقسام تفصیل سے بیان کریں-
5. اسلامی مالیاتی ادارے بیت المال اور دیگر فنڈز کی ذمہ داریاں کس نہج پر ادا کریں گے؟ تفصیلاً بیان کریں-
6. اسلام کی رُو سے معاشی میدان میں محتسب کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماخذ و مصادر

- بینکاری کا اسلامی متبادل، محمد یونس قادری، کتاب محل، لاہور
- الاحکام السلطانیہ، ابو الحسن الماوردیؒ
- اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، ساجد الرحمان صدیقی کاندھلوی، دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ، لاہور
- اسلامی حدود کا فلسفہ اور نظام احتساب، سید محمد متین ہاشمی، دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر9

پاکستان کے معاشی مسائل اور ان کا حل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 314
یونٹ کے مقاصد 314
1- معاشی مسائل کی اصولی وجوہات 315
1.1- سرمایہ دارانہ معیشت 315
1.2- قرض کی معیشت 317
2- معاشی اصلاح اور بے روزگاری و غربت کا خاتمہ 319
2.1- نظام زکات 321
2.1.1- نظام زکات کے بنیادی فائدے 321
2.2- نظام خیرات 322
2.3- نظام میراث 323
2.4- نظام اوقاف 323
2.5- افراط زر پر کنٹرول 324
2.6- قرض حسنہ اور روزگار کی سکیمیں 324
2.7- ریاستی تعیشات اور نمود و نمایش پر پابندی 325
3- جاگیر داری 325
3.1- عطیہ زمین کے شرائط 326
3.1.1- زمین کو آباد کرنا 326
3.1.2- صرف غیر آباد زمین کا عطیہ 327
3.1.3- عطیہ زمین کا معیار 327
3.2- جاگیر داری اور معاشی مسائل کا حل 328

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4-مہنگائی اور افراطِ زر 328
5-درآمدات وبرآمدات میں عدم توازن 330
6- ٹیکس کا غیر منصفانہ نظام 331
خود آزمائی 332
ماخذ و مصادر 332

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کا قیام تھا- قائدِ اعظم محمد علی جناح کے معروف بیان کے مطابق اس خطۂ زمین پر اسلام کی ایک تجربہ گاہ بنایا جانا مقصود تھا- قیام پاکستان کے بعد تین دستور یکے بعد دیگرے مرتب ہوئے جن میں اسلامی شقیں شامل تھیں-1973ء کا آئین بھی اپنی پیشانی پر قرآن و سنت کی بالادستی کا دعویٰ سجائے ہوئے ہے- آئین میں غیر اسلامی اقدامات اور قوانین کو بتدریج ختم کرنے کی بات کی گئی ہے جس کے لیے ایک خاص وقت مقرر کیا گیا- بعد ازاں اس وقت کو مزید اور مزید مہلت میں تبدیل کر کے بڑھایا جاتا رہا اور آج تک یہ مہلت طویل سے طویل تر ہوتی جا رہی ہے-ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم نے اپنی کتاب محاضرات معیشت و تجارت میں بڑے عام فہم انداز میں سودی مسائل اور ان کے اسلامی حل پر بات کی ہے- زیر نظر یونٹ اس کتاب کو بہ طور خاص پیش نظر رکھا گیا ہے-اس کے علاوہ اعداد و شمار کے لیے سٹیٹ بنک کے سالانہ جائزے آن لائن موجود ہیں-

اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے معاشی نظام کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا معاملہ بھی التوا کا شکار ہے-اس سلسلے میں سود کے نظام کو ختم کر کے خالص اسلامی اصولوں پر معیشت کو استوار کرنا، اسلامی نظامِ زکات کو اپنی حقیقی روح کے ساتھ قائم کرنا اور اسی قسم کے دیگر اقدامات شامل ہیں-

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے سے اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1- پاکستان کے اہم معاشی مسائل کو اجاگر کر سکیں-
2- یہ واضح کر سکیں کہ اسلام کی روشنی میں ان معاشی مسائل کا کیا حل ممکن ہے؟
3- یہ بیان سکیں کہ پاکستان میں سودی نظام کے پیدا کردہ مسائل مثلاً، قرضوں کی معیشت، مہنگائی اور افراطِ زر سے چھٹکارا کیسے پایا جا سکتا ہے؟
4- یہ بتا سکیں کہ دیگر بڑے معاشی مسائل؛ جاگیر داری اور درآمدات و برآمدات میں عدم توازن کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1-معاشی مسائل کی اصولی وجوہات

1.1-سرمایہ دارانہ معیشت

پاکستان کے معاشی مسائل کی بنیادی وجہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا حصہ ہونا ہے جس کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے-زر کے نظام، بینکاری، بیرونی اور اندرونی قرضوں اور درآمدات وبر آمدات، ان تمام شعبوں میں سود شامل ہے-

سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی مسئلہ سرمایے کی حکومت ہے-اس کی اہم شق یہ ہے کہ انسان کی ہر خواہش کو جائز مان کر اس کی تکمیل کی کوشش کی جائے- اسی نقطۂ نظر سے آدم سمتھ کی معروف تعریف یوں شروع ہوتی ہے کہ "خواہشات لا محدود ہیں اور ذرایع محدود---" بہ ظاہر یہ بے ضرر بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے نتائج بہت دور رس ہیں جو ساری دنیا میں مشاہدہ کیے جارہے ہیں-

معاشی مسائل کی بنیادی وجہ دولت کی غیر عادلانہ تقسیم ہے-سرمایہ دارانہ نظام اس سلسلے میں دولت پر کوئی بیرونی پابندی عائد نہیں کرتا- 'فری مارکیٹ اکانومی'، اخلاقی اور مذہبی تصورات سے آزاد ہے اور اس کے نتیجے میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے-سود کا مزاج بھی یہی ہے کہ اس کے نتیجے میں دولت کا ارتکاز چند بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہوتا چلا جاتا ہے-

اس کے مقابلے میں اسلام کا مقصد یہ ہے کہ خواہشات کی حد بندی کی جائے- حقیقی اور غیر حقیقی ضروریات کو الگ کیا جائے-شریعت کے مطابق ضرورت حقیقی ضروریت ہے ورنہ غیر حقیقی! اس کے بعد ضروریات میں بھی اہم ترین، کم اہم اور غیر ضروری میں فرق کیا جائے اور لوگوں کی اذہان و قلوب کی تشکیل اس فریم ورک کے مطابق ہو- محض طبقہ اشرافیہ پر ذرایع و وسائل. کی غالب مقدار خرچ ہو جائے اور عام صارف منہ دیکھتا رہے، اسلام اس قسم کا کوئی تصور نہیں رکھتا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ دارانہ معیشت میں سب سے اہم چیز منافع یا پرافٹ (Profit) ہوا کرتی ہے- تمام طرز کی معاشی سرگرمیوں کی بنیاد 'منافع میں زیادہ سے زیادہ اضافہ 'ہوا کرتی ہے- Maximization of Profit یا زیادہ سے زیادہ منافع خوری سرمایہ دارانہ معیشت کا ایک بنیادی مقصد ہے- پورا نظام سرمایہ دار اور صنعت کار کا مددگار ہوتا ہے اور ریاست و حکومت بھی انھیں کی پشت پر کھڑی نظر آتی ہے؛ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صارفین کا فائدہ بالکل نظر انداز ہو کر رہ جاتا ہے- صارفین کا طبقہ کئی لحاظ سے کمزور ہوتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام ان کا تحفظ بالکل نہیں کرتا ہے-

صارفین کو ایک خاص رخ سے سوچنے اور اپنی من پسند اشیا خریدنے پر راغب کرنے کے لیے ایک پوری اشتہاری صنعت ترتیب دی گئی ہے جو صارف کے ذہن کو اسی طرح ڈھالتی ہے جیسا سرمایہ دار چاہتا ہے- یہ ایک باقاعدہ علم بن چکا ہے اور مارکیٹنگ اور ایڈورٹائزمنٹ کے مختلف ہتھکنڈے باقاعدہ پڑھائے جاتے ہیں جن کا بنیادی مقصد وہی 'سرمایے میں زیادہ سے زیادہ اضافہ 'ہے اور کچھ نہیں! یوں صارفین کو ٹرانس میں لا کر انسانوں پر سرمایے کی بالادستی کو ذہنی سطح پر بھی مستحکم کیا جاتا ہے- انسانوں میں اپنے معیار زندگی پر مطمئن نہ ہونا، اور سے اور کی طلب بل کہ حسرت میں دن رات گزرنا اور ہمیشہ زیادہ سے زیادہ کی دوڑ میں بھاگتے چلے جانا، اسی اشتہار بازی کی صنعت کی دین ہے جس سے طبقاتی تقسیم گہری ہوتی چلی جاتی ہے-

سرمایہ دارانہ نظام کی ایک خرابی یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں ذرایع پیداوار چند ہاتھوں میں سمٹ آتے ہیں اور طبقۂ اشرافیہ کے لیے خرچ ہونے لگتے ہیں- اب طبقۂ اشرافیہ کو ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ ابھی تلک موجود بے استعمال شدہ وسائل کو استعمال میں لانے کے لیے پوری توجہ دے سکیں- اس لیے ذرایع پیداوار کا بھرپور استعمال نہیں ہو پاتا اور جس قدر ذرایع پیداوار استعمال میں آتے ہیں ان کی تقسیم عدل و انصاف کے تقاضوں کے تحت نہیں ہوتی- پاکستان کے طول و عرض میں موجود بڑے بڑے رقبے اور زمینیں اس کی ایک مثال ہیں جن کو ان کے مالکوں نے انگریز سے وفاداری کے عوض وصول تو کر لیے لیکن ان کو پورے طرح سے استعمال میں لانا ان کے بس میں نہیں اور کسی کو دینا بھی نہیں چاہتے- حکومتیں ہمیشہ ان زمینوں کو لینے میں غفلت برتتی رہی ہیں (جس کی ایک وجہ خود انھی خاندانوں کا اقتدار کے ایوانوں کو آباد رکھنا بھی ہے)- نتیجہ یہ ہے کہ یہ زمینیں نہ تو استعمال میں آ رہی ہیں اور نہ ہی ان سے ہو سکنے والا ممکنہ فائدہ عام آدمی تک پہنچ رہا ہے- پاکستان کی وہ زرعی زمین جو پاکستان کی موجودہ آبادی سے بھی زیادہ کے لیے بہ آسانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کافی ہو سکتی ہے، وہ موجودہ آبادی کے لیے بھی کافی نہیں ہو رہی بل کہ بسا اوقات باہر سے خوراک منگوانے کی نوبت آ جاتی ہے- اس کی وجہ ذرایع پیداوار کا مکمل استعمال نہ ہونا اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہے-

دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ آنے کا ایک نتیجہ تیزی سے معاشی اتار چڑھاو (Fluctuation) بھی ہے- اس کو دور کرنے کے لیے جو قوانین نافذ کیے جاتے ہیں وہ خود مرے پر سو درے کے مصداق ہوتے ہیں اور صورت حال میں بہتری لانے کے بجاے اس کو مزید ابتری کی طرف لے جاتے ہیں-

معیشت کی سرمایہ دارانہ نوعیت کا اظہار مختلف صورتوں میں ہوتا ہے جن میں سب سے اہم نظام بینکاری ہے- اس کے ساتھ ساتھ سودی قرض پر معیشت کا اندرونی و بیرونی نظام استوار ہونا، افراطِ زر اور بے روزگاری اس کے بہ راہ راست نتائج ہیں-

1.2- قرض کی معیشت

کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ اس وقت تک کم نہیں ہو سکتا جب تک ہم پر اندرونی و بیرونی قرضوں و ادایگیوں کا بوجھ ہو جو کہ گذشتہ بیس سالوں سے بڑھتا ہی جا رہا ہے- جون 1995ء میں پاکستان پر بیرونی قرضوں و ادایگیوں کا بوجھ 31,863 ملین ڈالرز تھا جو اگلے دس سالوں کے دوران اتار چڑھاو کے بعد 2005ء تک اوسطاً 35,061 ملین ڈالرز رہا تھا مگر اس کے بعد بیرونی قرضوں و ادایگیوں میں کافی اضافہ دیکھنے میں آیا اور جون 2013ء میں پاکستان پر بیرونی قرضوں و ادایگیوں کا بوجھ 48,129 ملین ڈالرز تھا جس کی 2006ء سے 2013ء کے دوران اوسط 48,886 ملین ڈالرز رہی تھی مگر اس کے بعد تو جیسے بیرونی قرضوں و ادایگیوں کے پر نکل آئے جو مرکزی بینک کے مطابق مارچ 2017ء تک 77,616 ملین ڈالرز تک پہنچ چکے ہیں جس میں اضافے کا رجحان جاری ہے- اسی طرح سے اندرونی قرضوں و ادایگیوں کا بوجھ بھی مسلسل اپنی بلندیوں کو چھو رہا ہے اور جو اندرونی قرضہ اور ادایگیاں مئی 2013ء میں 9306 ارب روپے کی سطح پر تھیں اس میں گذشتہ چار سال کے دوران میں 6,195 ارب روپے کا اضافہ ہوا جو 40 فیصد بنتا ہے اور مئی 2017ء میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

15,501ارب روپے ہوچکا ہے جس میں مسلسل اضافہ جاری ہے-(بہ حوالہ سالانہ رپورٹ سٹیٹ بنک آف پاکستان2018ء)

اب جب کہ ہم اندرونی وبیرونی قرضوں وادایگیوں کا بوجھ بڑھائے جارہے ہوں اور برآمدات کی کمی اور درآمدات میں اضافہ کیے جارہے ہوں جس کی وجہ سے ہمارا تجارتی خسارہ مسلسل بڑھ رہاہو تو پھر کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ کیسے کم ہو سکتاہے کیوں کہ کرنٹ اکاؤنٹ کا یہ خسارہ ہماری معیشت کے لیے زہر قاتل کا درجہ رکھتاہے اور جو ہم جی ڈی پی کی بڑھتی ہوئی شرح نمو کے شادیانے بجارہے ہیں اس کو انتہائی نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے بل کہ شرح نمو میں کمی کا انتہائی شدید اندیشہ ہے - معیشت اور شرح نمو کے لیے انتہائی مضر گردشی قرضے بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے معیشت اور جاری کھاتوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں-28جون 2013ء کو تقریباً800ارب کے گردشی قرضوں کی مد میں خزانے سے 480ارب روپے آئی پی پیز کو دینے کا اعلان کیا تھا،اب آئی پی پیز کے وہی گردشی دوبارہ 800ارب روپے سے تجاوز کرگئے ہیں اور حکومت گردشی قرضوں کی ادایگی کے لیے مزید قرضے لے رہی ہے جیسا کہ جون کے مہینے میں 41ارب روپے کے کمرشل بینکوں سے نئے قرضے لیے ہیں جن میں سے 17ارب روپے پی ایس او کو ادا کیے گئے ہیں جب کہ باقی دیگر آئی پی پیز کو دیے گئے ہیں مگر گردشی قرضوں کا بحران ختم ہونے کے بجاے بڑھ رہا ہے-

اندرونی وبیرونی قرضہ بھی بڑھ رہاہو، تجارتی خسارے میں بھی اضافہ ہورہاہو، کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ بھی تاریخی بلندی کو چھورہا ہو اور گردشی قرضے بھی انتہائی حدوں کو کراس کررہے ہوں تو پھر کیسے من چاہی شرح نمو(گروتھ ریٹ) حاصل کی جاسکے گی؟اس کے علاوہ خسارہ بڑھنے کی صورت میں ہمیں دوبارہ آئی ایم ایف کے سامنے جھولی پھیلانی پڑے گی جو معیشت کی مزید تباہی کا باعث ہو گا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2-معاشی اصلاح اور بے روزگاری وغربت کا خاتمہ

پاکستان میں بے روزگاری ایک عام مسئلہ ہے جو عوام الناس کی حد تک شاید سب سے بڑا مسئلہ سمجھا جاتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ معیشت کے نتیجے میں ترقی پذیر ممالک اور خود ترقی یافتہ ممالک بھی کوششوں کے باوجود اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے-اس کی بنیاد یہ ہے کہ اچانک مالیاتی بحران پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں کمپنیاں لوگوں کو نکالنا شروع کر دیتی ہیں-کچھ سال پہلے امریکہ میں وال سٹریٹ تحریک اور اس کے بعد دبئی کا مالیاتی بحران اس کی مثالیں ہیں-اس کی وجہ یہ ہے کہ سارا کاروبار زرِ غیر حقیقی کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے جب کہ حقیقی پیداوار یا ٹھوس اثاثے بہت کم وجود میں آتے ہیں-اب غبارے میں جتنی گنجایش ہوتی ہے تب تک ہوا بھرتی رہتی ہے اور جب یہ ختم تو غبارہ کہیں سے بھی لیک ہو کر ساری ہوا باہر نکال دیتا ہے-

بے روزگاری کا حقیقی اور پائیدار حل سوائے اس کے کوئی نہیں کہ قرض اور غیر حقیقی زَر پر استوار کاروبار کو اپنی حقیقی اور ٹھوس بنیادوں پر لایا جائے اور ملازمین کے معاوضوں میں استحصالی انداز کو ختم کیا جائے- جدوید دور میں نظام معیشت سود کا پروردہ ہے-یہ راس الفساد ہے جس کی بنا پر سارے کا سارا معاشی نظام چند ہاتھوں میں کھیلتا ہے اور عوام کی اکثریت استحصال کا شکار ہوتی ہے-ترقی یافتہ ممالک میں سرمایہ داری عوام کو اتنی سہولتیں دیتی ہے کہ وہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے سے باز رہیں؛ ترقی پذیر ممالک میں حال زیادہ خراب ہے-یہاں اشرافیہ عوام کو وہ سہولیات دینے کی روادار بھی نہیں ہے جنھیں ایک سرمایہ دارانہ ریاست میں بنیادی سہولیات سمجھا جاتا ہے-نتیجہ غربت اور بے روزگاری کی شرح کے بلند سے بلند تر ہونے کی صورت میں نکلتا ہے-بہ قول اقبال:

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

معاشی نظام کی اصلاح کے لیے اس کو سودی بنیادوں سے ہٹا کر غیر سودی معیشت کو فروغ دینا لازم ہے-اس کے بغیر کلی اور پائیدار اصلاح ممکن نہیں ہے-اسلامی نقطۂ نظر سے اصلاح کا لفظ دنیوی اور دینی دونوں مفاہیم کو شامل ہے-دینی اصلاح کا پہلو دیکھا جائے تو معیشت کا حصہ دینی حوالے سے اسلامی معاشی تصورات کے حقیقت میں بدلنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے- حرص وہوس اور بخل کا خاتمہ اور قناعت، میانہ روی، انفاق فی سبیل اللہ کا فروغ ایسی خصوصیات اسلامی معیشت سے پھوٹنا لازم ہیں- اس کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام کا معاملہ بالکل الٹ ہے-

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ دو طرح سے کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے: ایک تو خود غربت اور بے روزگاری کو ایک مسئلے کے طور پر دیکھا جائے اور صرف ان مسائل کو لے کر حل تلاش کیا جائے-

دوسری اپروچ یہ ہے کہ ان مسائل کو بنفسہ بھی دیکھا جائے اور جس اصل مسئلے کی وجہ سے یہ پیدا ہو رہے ہیں اس کی طرف بھی توجہ کی جائے ورنہ ہم غربت پر قابو پوتے رہیں گے اور 'روٹ کاز' مسلسل غربت پید اکرتی رہے گی؛ ہم بے روزگاری کا علاج کرتے تھکتے رہیں گے اور مرض کی فیکٹری مسلسل وائرس پیدا کرتی رہے گی- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> "بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر ان کے مالوں میں اپنے معاشرے کے فقرا و مساکین کی معاشی حاجات کو بہ درجہ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے- چناں چہ یہ فقیر لوگ اگر بھوکے ننگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ثروت نے ان کے حق یا ان کے حصے کے وسائل رزق کو روک لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ یہ امر لازم ٹھہرا رکھا ہے کہ بہ روز قیامت وہ ان اہل ثروت کا محاسبہ فرمائے گا اور فقرا کی اس حق تلفی پر انھیں عذاب دے گا"- (ابن حزم، المحلیٰ، ج3، ص455)

سرمایہ دارانہ نظام ہی کے مانند کمیونزم نے غربت کا حل اور طریقہ کار پیش کیا ہے لیکن دونوں میں افراط و تفریط موجود ہے- یعنی دونوں دو انتہاؤں پر کھڑے ہیں، درمیان کی اعتدال و توازن والی راہ کسی نے اختیار نہیں کی- کمیونسٹ ملک نے اگر فرد کی آزادی چھین کر اس کو مکمل طور پر معاشرے اور سماج کے تابع کر دیا تو سرمایہ دارانہ نظام میں فرد کی آزادی کو اتنی اہمیت دی گئی کہ معاشرہ کے اجتماعی مصالح اور فوائد بھی اس کی بھینٹ چڑھ گئے- جب کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے دونوں انتہاؤں سے بچتے ہوئے درمیان کی راہ اختیار کی ہے اوراس کی تعلیم ہے کہ فرد کی آزادی ضرور اہم ہے لیکن اجتماعی فوائد اور مصالح کے آگے دوسرے لفظوں میں اگر معاشرہ اور فرد کے مفاد میں ٹکراو ہو گا تو معاشرے کے مفاد کو ترجیح دی جائے گی- آج جدید دور میں اگر آزادی کا تصور یہ ہے "کہ تم وہیں تک آزاد ہو جہاں سے کسی دوسرے کی ناک شروع ہوتی ہے"-تو اسلام میں فرد کی آزادی کا تصور یہ ہے کہ اس کی آزادی بھی وہیں تک ہے جہاں سے معاشرے کا اجتماعی مفاد شروع ہو رہا ہے- اسلام نے دولت کی گردش رواں رکھنے، وسائل وذرائع پر اجارہ داری کو ختم کرنے اور غریبوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کچھ تعلیمات دی ہیں اور کچھ طریقہ ہائے کار بتائے ہیں؛ آیئے ان کا جائزہ لیتے ہیں-

2.1-نظام زکات

ہر وہ شخص جو صاحب نصاب ہے، یعنی جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی مالیت ضروری اشیا، گھر اور سواری وغیرہ کے علاوہ ہے تو وہ اپنی سال کی آمدنی کا ڈھائی فیصد اللہ کے راستے میں خرچ کرے- یعنی اگر کسی کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں تو وہ ڈھائی ہزار اللہ کے راستے میں نکالے اور غریبوں، مسکینوں پر خرچ کرے- زکات کی رقم کس کس کو دی جاسکتی ہے اوراس کے مستحقین کون ہیں اس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں-

2.1.1-نظام زکات کے بنیادی فائدے

نظام زکات سے دو بنیادی فائدے حاصل ہوتے ہیں:

اول: مال گردش میں رہتا ہے- یعنی اگر کسی کے پاس ایک کڑور ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ ڈھائی لاکھ روپے کی زکات نکالے- اسی طرح مالیت جس قدر بڑھتی جائے گی، زکات کی رقم کا تناسب بھی بڑھتا جائے گا- اس طرح دیکھیں تو مال کی بڑی مقدار سالانہ طور پر گردش میں رہتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم: دوسرے غریبوں اور مسکینوں کی مدد ہوتی ہے-ان کی مالی معاونت کرکے ان کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچایا جاتا ہے-(اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی نظام حکومت کم زور ہونے سے زکات کا نظام بری طرح متاثر ہوا ہے یعنی ایک مرکزی بیت المال کے تحت زکات کی رقم لی جائے اور پھر منظم طور پر غریبوں کو دیا جائے-)

اگر ہم صرف پاکستان کی بات کریں تو غیر حتمی اندازے کے مطابق یہاں کوئی پچیس کروڑ مسلمان رہتے ہیں- ان میں سے صاحب نصاب افراد کی زکات کو منظم طور پر تقسیم کا انتظام کیا جائے تو یہاں مسلمانوں کی معاشی حالت بہت جلد سدھر سکتی ہے لیکن چوں کہ صدیوں کے زوال کے نتیجے میں ہم اچھے کام بھی غیر منظم انداز میں کرنے لگے ہیں، ہر ایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا رکھی ہے؛ نتیجہ یہ ہے کہ زکات کے نظام سے جو فائدہ پہنچنا چاہیے اس سے مسلم معاشرہ عمومی طور پر محروم ہے-

2.2-نظام خیرات

اسلام نے زکات کو لازمی کرنے کے علاوہ اس کی تاکید کی ہے کہ ہر مسلمان اپنی آمدنی میں سے کچھ رقم غریبوں اور مسکینوں کو دے؛ ان کی حاجت روائی کرے؛ ان کی ضرورت میں کام آئے- اگر ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں تو ان کو کپڑے دے؛ اگر ان کے پاس کھانا نہیں ہے تو ان کو کھانا دے اور مدد کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے، یا تو انھیں قلیل مدت میں ایسا ہنر سکھا دیا جائے جس کی وجہ سے وہ برسرِ روزگار ہو سکیں یا پھر انھیں کم از کم اتنی رقم دے دی جائے جس سے وہ اپنا کاروبار چھوٹے پیمانے پر شروع کر سکیں-

غریبوں کو باہنر بنانا یا ان کو روزگار کے لیے رقم دینے کا کام زکات کے ذریعہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں مستحقین کو ہی شامل کرنا ہو گا- جب کہ خیرات کے ذریعہ عمومی طور پر ہر ایک کی مدد کی جا سکتی ہے، چاہے وہ کسی بھی حیثیت کا ہو- سب سے بڑا طریق کار یہ ہے کہ ایسے افراد جو بے روزگار ہیں لیکن تعلیم یافتہ ہیں اور کچھ کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں تو ان کو ایسے افراد جن کے پاس سرمایہ ہیں لیکن کاروبار کے لیے وقت نہیں یا پھر اس کا تجربہ نہیں، وہ ان تعلیم یافتہ بے روزگار افراد کو نفع میں شریک بنا کر معاشرے کا ایک بڑا مسئلہ حل کر سکتے ہیں- اسلام میں اس کو مضاربت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام سے جاناجاتاہے یعنی ایک جانب سے محنت اور دوسری جانب سے سرمایہ ہو- اگر ایمان داری اور دیانت داری سے کیاجائے توکوئی بعید نہیں کہ اس سے نہ صرف بے روز گاری کامسئلہ حل ہو گا بل کہ مسلمان تجارت کے میدان میں بھی اپنی کام یابی کے جھنڈے گاڑیں گے- شرط یہ ہے کہ دونوں فریق ایمان داری برتیں اوراپنے شریک کے سرمایہ یاپھر محنت کے استحصال کرنے کاذہن نہ بنالیں-

2.3-نظام میراث

ایسانہ صرف ممکن ہے بل کہ تجربہ ومشاہدہ ہے کہ اگر کسی ایک شخص کو تجارت میں کام یابی ملتی ہے تورفتہ رفتہ اسی خاندان میں دولت کے انبار لگ جاتے ہیں-اس کے مرنے کے بعد اس کی دولت محض بیٹوں تک محدود کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے دولت پر کچھ افراد کاہی قبضہ بر قرار رہتاہے-اسلام نے اس تصور کو نظام میراث کے ذریعہ ختم کیاہے-اسلام نے میراث کاپورانظام قائم کیا کہ اگر کسی فرد کاانتقال ہوتاہے تواس کے اولین وارث کون کون ہوں گے-ان کی غیر موجودگی میں بقیہ کون کون وارث ہوں گے-واضح رہے کہ اسلام نے شوہر وبیوی کو بھی میراث میں حق دار بنایاہے-بیٹیوں کو بھی وراثت میں حصہ دیاہے-مرنے والے کے ماں باپ کو بھی حصہ دیاہے اور مرنے والے کو اختیار دیاہے کہ وہ اگر چاہے توکسی کے حق میں تہائی مال کی وصیت کر سکتاہے- آج المیہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں نظام میراث بے توجہی کا شکار ہے- دین دار گھرانے بھی اس میں غفلت برتتے ہیں-جس کی وجہ سے دولت کی گردش نہیں ہوپاتی اور دولت کچھ افراد تک سمٹ کر رہ جاتی ہے-خاص طور پر بیٹیوں کے ساتھ اس معاملے میں زیادتی کی جاتی ہے اوران کو مرنے والے کے مال سے محروم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے-اگر بیٹیوں کو بھی وراثت میں پوراحصہ دیاجائے تواس سے نہ صرف دولت کی تقسیم ہو گی بل کہ مال کچھ ہی خاندان اورافراد میں سمٹنے سے بچے گا-

2.4-نظام اوقاف

اس کے علاوہ اسلام نے دولت کی گردش کورواں دوراں رکھنے اور معاشرہ کے کم زور طبقے کی مالی امداکے لیے اوقاف کانظام قائم کیاہے-اس کی بنیادی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی جائیداد کوکار خیر کے لیے وقف کر دیتاہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثلاً ایک شخص اپنی زمین وقف کر دیتا ہے -اب اس زمین میں گھر بنا کر یا دکان بنا کر اس کو کرایہ پر دے کر آمدنی کو مسلمانوں کے حق میں استعمال کیا جاسکتا ہے- یا ایک شخص نے کوئی دینی درس گاہ بنا دیا کسی نے مسجد بنا دی؛ کسی نے کچھ اور -وقف کے لیے ضروری ہے کہ وقف کی آمدنی کو واقف کے منشا کے مطابق ہی صرف کیا جائے-

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی 700 سال تک حکومت رہی ہے- اس عرصے میں مسلم شاہان، نواب، امرا اور صاحب حیثیت مسلمان مرد و خواتین نے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کی ہیں- لیکن انگریزوں کے غاصبانہ قبضے اور 1857ء کے واقعے نے وقف املاک کو بری طرح تباہ کیا- آزادی کے بعد بننے والی حکومتوں نے بھی وقف املاک کو سرکاری جاگیر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی- اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کے بڑے بڑے دفاتر، فوج کی چھاؤنیاں، پولیس کے کیمپس وغیرہ وقف کی زمین پر کھلے ہیں- یوں بھی کیا گیا کہ جہاں وقف کا دعویٰ مضبوط تھا تو وہاں وقف کی زمین کو اونے پونے داموں لیز پر لے لیا گیا-

2.5- افراطِ زر پر کنٹرول

سودی معیشت کا ایک بڑا مسئلہ جو غریب کو غریب تر بناتا چلا جاتا ہے، افراطِ زر ہے- آئے روز روپے کی قیمت میں کمی ہوتے ہم خود دیکھتے ہیں جس کا بوجھ غریب کی جیب پر پڑتا ہے- اسلام نے اس وجہ کو ایسے ختم کیا ہے کہ سونے چاندی کے سکے درہم و دینار جاری کیے جائیں یا کرنسی کی پشت پر فی الحقیقت سونا موجود ہونا ضروری ہے-

2.6- قرض حسنہ اور روزگار کی سکیمیں

مختلف شکلوں میں لوگوں کے مسائل کے حل کے لیے سودی قرضے جاری ہوتے ہیں تو لوگوں کے لیے الٹا پھندا بن جاتے ہیں- ان پھندوں میں پھنسے لوگ ساری زندگی ان سے نہیں نکل سکتے- اس کا حل قرض حسنہ ہے جو صلہ رحمی کی بنیاد پر دیا جاتا ہے اور اگر حکومت اسلامی اصولوں کی روشنی میں معاشی پالیسی بنائے تو لوگوں کو آسان اقساط پر کاروبار کے لیے بھی بلا سود قرضے جاری کیے جاسکتے ہیں جس سے لوگ غربت کی چکی سے نکل سکیں، نہ کہ مزید اس دل دل میں دھنستے چلے جائیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2.7-ریاستی تعیشات اور نمود و نمایش پر پابندی

اشرافیہ طبقہ جب دولت کی نمایش کرتا ہے تو عوام میں بھی بجاے کفایت شعاری اور میانہ روی کے اسی قسم کی سبقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کا مطمح نظر حلال و حرام سے قطع نظر صرف پیسہ ہوتا ہے-اس قسم کے تعیشات کی ممانعت بھی لوگوں میں پیسے کی ہوس کی آگ کو بجھاتی ہے اور اہل ثروت کی میانہ روی ان کو اپنے اخراجات میں کفایت کرنے پر مائل کرتی ہے-

3-جاگیرداری

پاکستان میں جاگیر دار اور سرمایہ دار ایک ہی ہیں-یہ وہ لوگ ہیں جنھیں انگریز نے بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں جس سے زرعی وسائل ان کے کنٹرول میں آگئے-ان زرعی وسائل سے کام لے کر صنعتیں قائم کی گئیں اور ملک کی بڑی تجارتیں اپنے تسلط میں لے آئے-پھر اس ساری معاشی قوت کو انھوں نے سیاسی صف بندی کے لیے استعمال کیا اور سیاست بھی ان کے تصرف سے باہر نہیں رہ سکی،یوں دولت اور سرمایہ انھیں کے درمیان گردش کرنے لگا اور آج تک کرتا چلا جارہا ہے-انگریز کے جانے کے بعد یہی چند خاندان ہر لحاظ سے معاشرے پر قوت و اقتدار سے متمتع ہو رہے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کو قائم رکھے ہوئے ہیں،اس سے فوائد لے رہے ہیں-

اس مسئلے کا بڑا سادہ اور منطقی حل اسلام کے یہاں تجویز کیا گیا ہے-اسلامی معاشی نظام غیر آباد زمینوں کی آبادکاری پر توجہ دیتا ہے-حدیث میں صراحت کے ساتھ آتا ہے:

مَن أحيا أرضًا ميتةً فَهيَ لَهُ (سنن ابوداؤد)

جو شخص کسی زمین کو آباد کرے گا وہ اسی کی ملکیت سمجھی جائے گی-

حکومت پاکستان کی پالیسی یہ ہونی چاہیے کہ وہ تمام زمینیں جو کسی فرد کی ملکیت میں نہیں ہیں،ان کی آباد کاری کی اجازت دے اور اس کام کے لیے قواعد و ضوابط تشکیل دیے جائیں جن کا مقصد کام کو آسان بنانا ہو نہ کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکاوٹیں ڈالنا- اس سلسلے میں احادیث و آثار جو امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج اور دیگر فقہا ذکر فرمائے ہیں ان سے یہ قواعد اخذ کیے جاسکتے ہیں-

3.1-عطیہ زمین کے شرائط

اسلام نے زمینوں کے عطا کرنے کے سلسلے میں کلیتاً پابندی نہیں لگائی ہے- البتہ کچھ شرائط ایسی کڑی رکھ دی ہیں کہ اس سے استحصال کی صورتیں سامنے آنے سے پہلے ہی دم توڑ جاتی ہیں- عطیہ زمین کے سلسلے میں یہ شرائط پاکستان میں نافذ ہوں تو ہی عدل و انصاف کے ساتھ دونوں انتہاوں سے محفوظ رہتے ہوئے اس مسئلے کا حل نکالا جاسکتا ہے-

3.1.1-زمین کو آباد کرنا

جو شخص زمین لے لے لیکن اس پر کام کر کے اسے آباد نہ کر سکے اس کی الاٹ منٹ منسوخ ہونی چاہیے- اس اصول کو امام ابو یوسفؒ نے حدیث رسول ﷺ سے موکد کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ قبیلہ مزنیہ اور جہینہ کے لوگوں کو کچھ زمین دی تھی لیکن وہ اسے آباد نہ کر سکے- اس پر حضرت عمر رضی اللہ کے دور میں دیگر لوگوں نے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> جس کے پاس ایک زمین ہو اور وہ اس کو تین برس تک بے کار ڈال رکھے اور آباد نہ کرے، پھر کچھ اور لوگ اسے آباد کر لیں تو وہی اس زمین کے زیادہ حق دار ہیں-

روایت کا متن یہ ہے:

> **أنَّ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليْهِ وسلَّمَ أقطعَ ناسًا من جهينةَ أرضًا ، فعطَّلُوها وتركوها ، فأخذَها قومٌ آخرون فأحْيَوها ، فخاصموهم الأوَّلونَ إلى عُمرَ ، فقال : لَو كانَت قَطيعةً منِّي أو مِن أبي بكرٍ لَم أَرْدُدْهَا ، ولكنَّها مِن رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عليْهِ وسلَّمَ ، وقال : مَن كانت لهُ أرضٌ فعطَّلها ثلاثَ سنين لا يَعْمُرُها ، فعمَّرَها غيرُه فهُوَ أحقُّ بها (الدراية،ابن حجر عسقلانی)

یہاں سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ زمین کا عطیہ اسے آباد کرنے کے لیے ہے، نہ کہ محض اس کے بل بوتے پر سرداری قائم کرنے اور دکھاوا کرنے کے لیے- پاکستان میں بھی اسی کو نافذ کیا جائے اور زمینیں آباد نہ کی جائیں تو واپس لے کر دوسرے لوگوں میں تقسیم کی جائیں تاکہ ان وسائل سے فائدہ اٹھایا جاسکے-

3.1.2-صرف غیر آباد زمین کا عطیہ

دوسرا اصول یہ ہے کہ صرف بنجر زمینیں ہی عطیہ کی جاسکتی ہیں؛ آباد زمینیں اور مالکان کے حق پر ڈاکا ڈال کر کسی کو دینا ہر لحاظ سے غلط ہے اور اگر گزشتہ تاریخ میں ایسے کچھ عطیے یا جاگیریں عطا کی گئی تھیں تو ان کو منسوخ کیا جائے گا- حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے سب سے پہلے بنو امیہ کے ناجائز عطیات پر خط تنسیخ پھیرا تھا اور ان کو واپس اصل مالکان کو لوٹانے کے احکامات جاری کیے تھے- یہی اصول پاکستان میں لائق نفاذ ہے-

3.1.3-عطیہ زمین کا معیار

زمینیں عطا کرنے یا باقی رکھنے کا معیار کسی کی اجتماعی خدمات ہوں گی؛ شاہانہ یا حکومتی اقربا پروری کا اس میں دخل قطعیت کے ساتھ منع ہو گا- اس بابت ٹھوس قانون سازی کی جائے تاکہ 'اندھے کی ریوڑیاں اپنوں ہی میں' بانٹنے کا کام جاری نہ رہ سکے، جیسا کہ ابھی معمول ہے-

اس کے ساتھ اگر حکومت ان لوگوں کی موثر مالی امداد کیا کرے جو ان زمینوں کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور مستحقین کو زکوٰۃ کی مد سے رقم فراہم کر کے اس کام کی طرف لگایا جائے تو بے روزگاری کا خاتمہ بھی ہو گا اور غیر آباد زمینیں بھی آباد ہوتی چلی جائیں گی- اس طرح ایک مسئلہ نہیں کئی مسائل کے حل کی طرف پیش رفت ہو گی- بڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاگیریں بہ تدریج اشرافیہ سے لے کر محنت کرنے والے مزارعین میں تقسیم کی جائیں- اس کے لیے بھارت کا نمونہ ہمارے سامنے ہے جہاں آزادی کے بعد وہ زمینیں جنھیں زمین داروں نے آباد کر رکھا تھا اور خود ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے، وہ ان کے پاس ہی رہنے دی گئیں- اس کے علاوہ تمام جاگیروں کو ایک خاص حد مقرر کر کے اس سے زائد سبھی اراضی مزارعین، مہاجرین میں تقسیم کر دی گئی جس سے یہ نظام ختم ہو گیا-

3.2- جاگیر داری اور معاشی مسائل کا حل

جاگیر داری کے خاتمے سے سے دو تین پہلو سے معاشی مسائل کے حل میں مدد ملے گی:

1. سب سے پہلے دیہی علاقوں میں معاشی استحصال کا تدارک ہو گا اور محنت کرنے والوں کو ان کی محنت کا معقول عوض وصول ہونا شروع ہو گا-
2. اس سے بے روزگاری کے خاتمے میں بھی مدد ملے گی اور
3. پاکستان کے مجموعی سیاسی و معاشی تناظر میں ایک خاص طبقے کے مفادات کے تحفظ کا سلسلہ بھی ختم ہو گا جس سے معیشت کے درست سمت سفر میں حائل بڑی رکاوٹ دور ہو گی-

4- مہنگائی اور افراطِ زر

کیپٹل ازم یا سرمایہ داری کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے- پاکستان میں تقسیم ہند سے قبل ہی کا نظام جاری ہے جس میں سود پورے طور سے کار فرما ہے- مختلف درجات پر سود کا لین دین عام بینکوں سے لے کر بین البنک لین دین اور بنکوں کے ذریعے حکومتی اداروں کے باہمی لین دین تک پھیلا ہوا ہے- یہ سود کی مختلف صورتیں ہیں جن میں شرح سود، اندرونی و بیرونی قرضوں میں سود وغیرہ شامل ہیں- محدث شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس ضمن میں یہ اصول بیان کیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ایسے معاشی اداروں کو جڑ سے ختم کرنے کی ضرورت ہے جن میں "دولت کی پیدایش "بغیر سرمایے کے ہو یا جن کے ذریعے دولت کو محض چند ہاتھوں میں جمع ہونے کا موقع ملے یا ایسے ادارے جن کے ذریعے دولت کو ذخیرہ کیا جاسکے-"(تفہیمات الٰہیہ 1/218)

پاکستان کا المیہ رہا ہے کہ ہم نے پاکستان میں پیداواری عمل بڑھانے کے لیے کوشش ہی نہیں کی اور صرف تجارتی ملک کی جانب اپنے قدم بڑھائے رکھے -اس لیے اگر بچی کھچی صنعتوں کے بند ہونے کا عمل جاری رہا تو پاکستان کا تجارتی اور جاری کھاتے کا خسارہ اپنی حدود کراس کر جائے گا-اس لیے اگر حکومت معاشی ترقی کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کو صنعتوں کو ترقی دینے اور پیداواری عمل بڑھانے کی جانب اپنی توجہ مبذول کرنی ہو گی- گورنر اسٹیٹ بینک کا دعویٰ ہے کہ مہنگائی کی شرح 4 فیصد پر برقرار ہے مگر پاکستان بیورو آف اسٹیٹسٹکس کے مطابق مالی سال 2016-17 میں مہنگائی کی مجموعی شرح NFNE کے مطابق 5.2 فیصد رہی جب کہ کنزیومر پرائس انڈیکس کے تحت نان فوڈ آئٹم پر مہنگائی کی شرح 4.4 فیصد جنرل آئٹم پر مہنگائی کی شرح 4.15 فیصد اور فوڈ آئٹم پر 2.3 فیصد رہی حالاں کہ پاکستان کو دیگر قریبی ممالک کی انفلیشن پالیسی کو دیکھتے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی مہنگائی کی شرح کو کنٹرول کرنا چاہیے جیسا کہ تھائی لینڈ میں مہنگائی کی شرح 0.48 فیصد، سنگاپور میں 1.5 فیصد، چائنا میں 2.2 فیصد بھارت میں 2.18 فیصد، مالدیپ میں 2.8 فیصد اور نیپال میں 3.4 فیصد اور ملائشیا میں 3.9 فیصد ہے-

افراطِ زر کی بنیادی وجہ غیر حقیقی روپیا کا گردش کرنا ہے، یعنی جس قدر سونا موجود ہے اس سے زیادہ مالیت کے نوٹ چھاپنا- اس کا حل عام طور پر سونے کی مالیت کے برابر نوٹ چھاپنا بتایا جاتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ اس کا اصل حل درہم و دینار کی حقیقی کرنسی کی طرف واپسی ہے، البتہ کم سے کم سونے کی بنیاد پر کاغذی کرنسی کو رکھا جائے تو بھی بہتری آ سکتی ہے- اس وقت پاکستانی روپیا ڈالر کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے اور اس کی پشت پر سونا موجود نہیں ہوتا- اس سے نکلنا ہو گا تبھی ایک پائیدار حقیقی کرنسی کی طرف جایا جاسکتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5-درآمدات وبر آمدات میں عدم توازن

پاکستان سے خام مال باہر کی دنیا میں بر آمد ہوتا ہے جب کہ ان سے مصنوعات وہاں تیار ہوتی ہیں-اب یہ مال جو اونے پونے داموں وہاں بھیجا جاتا ہے غیر ممالک کے رحم و کرم پر ہوتا ہے-دوسری طرف وہاں سے تیار ہو کر یہ مال جب واپس ترقی پذیر ممالک میں آتا ہے تو اس کی قیمت کئی گنا ہو جاتی ہے-مدت مدید سے یہی سلسلہ جاری و ساری ہے-نتیجہ یہ ہے کہ بیرونی ممالک پر انحصار شدید تر ہوتا چلا جاتا ہے-جب تک وہاں ڈیمانڈ رہتی ہے خام مال جاتا رہتا ہے اور اگر وہاں کسی وجہ سے کمی آئے یا وہ لینے سے انکار کر دیں تو خام مال کا ضیاع ہونے لگتا ہے کیوں کہ یہاں اس سے مصنوعات تیار کرنے کی کوئی صورت موجود نہیں ہوتی-سال 2013ء سے 2017ء تک پاکستان کی بر آمدات 25 ارب ڈالر سے کم ہر کو 21 ارب ڈالر تک آ گئیں جب کہ درآمدات میں 40 ارب ڈالر سے اضافہ ہو کر 52 ارب ڈالر تک جا پہنچا-

جب تک پاکستان کا انحصار محض خام مال کی درآمد پر رہے گا، یہ صورت حال جاری رہے گی اور ہم سرمایے کی کمی کا شکار رہیں گے-اس کے نتیجے میں ٹیکنالوجی کا حصول بھی مشکل ہی رہے گا اور مشینری کے لیے بھی سرمایہ ہی درکار ہے-تیار شدہ اشیا ہم باہر نہیں بھجوا رہے تو زرِ مبادلہ کی قلت رہے گی جس سے انڈسٹری کا پھیلاؤ رک جائے گا-یہ ایک چین سائیکل (Chain Cycle) ہے جو کم و بیش ہر جگہ جاری ہے-

اس صورت حال کا حل واضح ہے، بس عمل مقصود ہے-پاکستان میں پیدا ہونے والے خام مال کی کھپت اس انداز میں یہیں ممکن بنانا کہ خام مال کے باہر جانے اور وہاں تیار ہونے سے جو جو فوائد ان کو حاصل ہوتے ہیں وہ ہمیں حاصل ہونے لگیں-ہمارے یہاں زرعی پیداوار کے بڑے آئٹم گندم، کپاس، چاول، گنا اور معدنیات کی مناسبت سے یہاں صنعتوں کو فروغ دیا جائے-جو صنعتیں قائم ہیں ان کو اپ گریڈ کیا جائے اور اس سارے عمل میں حکومت کی نگرانی اس پہلو پر بھی رہنی چاہیے کہ ملازمین کو منصفانہ معاوضوں کی ادائیگی ہر صورت ممکن بنائی جا سکے ورنہ غریب کا استحصال اس شعبے کی پہچان بن چکا ہے جس کے نتیجے میں سرمایہ دار ہی فوائد سمیٹتا ہے جب کہ مصنوعات کا معیار اور کارکنوں کا معیار زندگی دونوں بہ دستور کم تری کا شکار رہتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صنعتوں کی بہتری کے لیے ایک اور مسئلہ بے جا ٹیکس ہیں جن سے صنعت کار اور مصنوعات کی لاگت میں مسلسل اضافہ ہوا چلا جاتا ہے- اس اضافہ شدہ پراڈکٹ کا مقابلہ جب بیرونی دنیا میں ہوتا ہے تو مدمقابل اپنی کم قیمت کی وجہ سے لے لیے جاتے ہیں اور ہماری مصنوعات کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے- آئی ایم سے جڑی معیشت میں ہمیشہ ٹیکسوں کا نظام پابند ہی رہے گا، آزاد نہیں ہو سکتا-

6- ٹیکس کا غیر منصفانہ نظام

پاکستان میں ٹیکس کا نظام بین الاقوامی مالیاتی اداروں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک وغیرہ کے زیر اثر پالیسی کے تحت کام کرتا ہے- قرضوں کی ہر قسط کے ساتھ ان عالمی ساہوکاروں کی نئی شرائط لاگو ہوتی ہیں اور عوام نت نئے ٹیکسز کے جبر سے آشنا ہوتے ہیں- یہ ایک عمومی روش ہے جو ستر سال سے ایسے ہی چلی جارہی ہے جس کے نتیجے میں عوام الناس کولہو کے بیل کی طرح محنت میں جتے رہتے ہیں لیکن روز بہ روز بڑھتے ٹیکس ان کو ضروریات زندگی کے سامنے پورا پڑنے سے مانع ہی رہتے ہیں-

ٹیکس کے غیر منصفانہ نظام اور اس کے حل کے لیے ایک باب مختص کیا گیا ہے، اس بابت تفصیل وہاں گزر چکی ہے-

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

خود آزمائی

1-پاکستان کے بڑے معاشی مسائل بیان کریں-

2-معیشت پر سودی نظام کے تین بڑے اثرات کا جائزہ لیں؛ نیز اسلام کی روشنی میں ان کا حل تجویز کریں-

3-جاگیر داری کے مسئلے کا حل اسلام کی روشنی میں پیش کریں-

4-پاکستان میں معاشی اصلاح اور بے روزگاری کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟نوٹ لکھیں-

---

ماخذ و مصادر

- محاضرات معیشت و تجارت، ڈاکٹر محمود احمد غازی
- معاشیات اسلام، سید ابو الاعلیٰ مودودی
- سودی مصائب کا حل، طارق الدیوانی، ترجمہ: منیر احمد